حیاتِ منصورؒ



شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حیاتِ منصورؒ

شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

Hayat e Mansoor

This is a biography of the late Hadhrat Sahibzada Mirza Mansoor Ahmad (1911-1997). He was the grandson of the Promised Messiah (peace be on him), son of Hadhrat Sahibzada Mirza Sharif Ahmad sahib and father of our beloved Imam Hadhrat Mirza Masroor Ahmad sahib ayyada hullaho taala, Khalifat-ul Mesih V. He was waqif-e-zindagi, which means that he had devoted his whole life for the service of Jammat. He started his service as Naib Nazir Amoor-e-Amma and moved as to become Nazir-e-Aala and Ameer-e-Muqami. He has the Honour of being the longest-serving Nazir-e-Aala and Ameer-e-Muqami in the history of Jammat. His person became the manifestation of some of the prophecies of the Promised Messiah (peace be on him): one of the subjects discussed in this book. For instance he lived a long life of around 87 years. May Allah Almighty bless his soul.

Published by: Majlis Khuddamul Ahmadiyya Pakistan

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کوایسے امتیازی نشانوں کے ساتھ بھیجتا ہے کہ وہ مخلوق الٰہی سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ان کی کمال درجہ پاکیزگی قلب، ان کی اتھاہ محبت الٰہی، ان کا بے پناہ علم وحکمت اوران کی قوت تزکیہ مخلوق الٰہی اوران جیسی اور خصوصیات انہیں باقی دنیا سے ایک عجیب امتیاز بخش دیتی ہیں۔ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیاوالوں میں سے نہیں ہوتے۔ ان کی ایک نہایت درجہ امتیازی شان یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کوبھی ان کی پاکیزگی اور دیگر صفات سے حصہ دیا جاتا ہے اورانہیں ان کی جانشینی اوران کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لائق بنایا جاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعودعلیہ السلام کے متعلق جو فرمایا تھا ”یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ“ یعنی وہ شادی کرے گااوراس کی اولاد ہوگی وہ اسی طرف اشارہ تھا کہ اس کی شادی کوغیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی اوراس کی اولاد بھرپور صلاحیتوں والی ہوگی۔ ورنہ عام شادی اور عام اولاد ہونے کے لئے پیشگوئی کی ضرورت نہ تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک عظیم الشان پیش خبری ”لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِس“ میں بھی عطا فرمائی۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاداورنسل کے بارہ میں کئی مواقع پر بشارات سے نوازا۔ان بشارات میں سے بعض کے مصداق حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بھی تھے۔جیسا کہ ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے

خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا۔ آپ کی نیکی اور تقویٰ، آپ کی پاکیزگی، آپ کا ادراک وفہم، آپ کی ہمدردی، آپ کا دوسروں سے محبت اور شفقت کا سلوک، آپ کی معاملہ فہمی، آپ کی خلافت کے ساتھ بے پناہ وابستگی اور اس کی اطاعت کا دائمی جذبہ، آپ کی ہمت وغیرت، آپ کا حوصلہ اور بہادری، آپ کی فراخ دلی اور حسن واحسان کے سلوک کے جذبات یہ سب صفات ایسی تھیں جو دوسروں کو آپ کا گرویدہ بناتی تھیں۔ آپ ابنائے فارس کے وہ سپوت تھے جنہوں نے اپنا تن من دھن، دین حق اور خلافت احمدیہ پر قربان کر کے دکھادیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ان ابنائے فارس میں سے تھے جو تادم آخر دین کی اشاعت میں مصروف العمل رہے۔ دین حق کی اشاعت کیلئے سرشار اور خلافت حقہ کے ہر ارشاد پر لبیک کہا اور اطاعت وفرمانبرداری کے ایسے اعلیٰ نمونے دکھائے جو نوجوانوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو آپ کی بے مثال اور فوری اطاعت کا آئینہ دار ہے۔ 1997ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مرزا منصور احمد صاحب جلسہ پر گئے ہوئے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے فرمایا کہ احمد نگر فارم (ربوہ) کا افتتاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کریں گے اس پر خاکسار نے جلدی سے آکر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے عرض کیا کہ احمد نگر فارم کا افتتاح آپ نے فرمانا ہے۔ اس پر فرمانے لگے بالکل نہیں میں نے کوئی افتتاح نہیں کرنا اور میں نے بار بار عرض کیا کہ یہ افتتاح آپ نے ہی فرمانا ہے لیکن جواب میں حضرت صاحبزادہ صاحب یہی فرماتے رہے کہ میں نے کوئی افتتاح نہیں کرنا۔ تب میں نے عرض کیا کہ حضور انور نے فرمایا ہے کہ افتتاح آپ ہی کریں گے اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فوری طور پر فرمایا کہ ہاں پھر ضرور افتتاح کریں گے۔ یہ ہے وفا اور یہ ہے اطاعت۔ اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو ایسی

ہی بے مثال وفاداری اور اطاعت کے نمونے پیش کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے والد ماجد ہیں۔

دین اور خلافت احمدیہ کی خادم ہستیاں جنہوں نے اپنا سب کچھ اپنے مولیٰ کی راہ میں نثار کر دیا ہو وہ یقیناً ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہستیوں کے اعلیٰ اخلاق کے نمونوں سے برکت اور رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

(سید محمود احمد)

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیش لفظ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ اولاد کے متعلق پیشگوئی "یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ" کے ایک مظہر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے جن کی مقدس حیات تقویٰ وطہارت، صفائی قلب، ہمدردی خلق، دیانت وشرافت اور خلافت سے گہری وابستگی اور ادب کے جلی عناوین سے عبارت تھی۔ آپ نے ساری زندگی وفاداری اور جانثاری سے گزار دی اور شمع خلافت کے پروانوں میں شامل ہو کر محبت اور اطاعت کے سنہری ابواب رقم کئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ وہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی حیات طیبہ پر "حیات منصور" کے عنوان سے یہ کتاب شائع کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ **الحمدللہ علی ذالک**

حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کی اجازت سے مکرم یوسف سہیل شوق صاحب (مرحوم) نے 1998ء میں "حیات منصورؒ" لکھنے کا آغاز کیا۔ ابتدائی مواد جمع کیا اور بعض مضامین کو لکھنا بھی شروع کیا لیکن مشیت ایزدی سے شوق صاحب 23/نومبر 2001ء کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے اور کتاب کا کام مکمل نہ ہو سکا لیکن جو کام انہوں نے کیا وہ بھی خوب کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ

پاکستان کو اس کتاب کو مکمل کر کے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔
تب مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب (جو اس وقت نائب صدر اوّل تھے) پر اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری ڈالی گئی، جنہوں نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے اس کتاب کو مکمل کیا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

اس کتاب کی تکمیل میں مکرم احمد طاہر مرزا صاحب نے بھی معاونت فرمائی اور بعض اہم انٹرویوز کئے جو اس کتاب میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مکرم میر انجم پرویز صاحب، مکرم سہیل ثاقب بسراء صاحب، مکرم محمد عباس احمد صاحب، مکرم شفیق احمد ججہ صاحب، مکرم طارق محمود بلوچ صاحب، مکرم محمد صادق ناصر صاحب انچارج خلافت لائبریری اور مکرم طارق محمود پانی پتی و مکرم خالد محمود پانی پتی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت کے مختلف مراحل میں خاکسار کی معاونت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

والسلام
خاکسار
اسفندیار منیب
مہتمم اشاعت
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

فہرست مضامین

باب چہارم

باب پنجم

سینوں پہ رقم ہیں تری عظمت کے فسانے



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت کلمات

یہ مضمون حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وسوانح پر مشتمل کتاب ''حیات منصورؒ'' کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔ اسی بابرکت اور جامع مضمون سے ''حیات منصورؒ'' کا آغاز کیا جارہا ہے۔

تفصیل سے لکھنا تو اب مشکل ہے چند باتیں جوفوری طور پر ذہن میں آئی ہیں بتادیتا ہوں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت معمور الاوقات تھے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام بھی اپنے ہاتھ سے کرتے۔ گھر اور ماحول کی صفائی کا خاص خیال رکھتے۔ بچوں سے بھی گھریلو کام کرواتے اور خود ان کا ساتھ دیتے۔ اپنے بچوں کو محنتی اور سخت جان بنایا۔ آرام طلبی کو پسند نہ فرماتے۔ آپ کے رہن سہن اور کھانے پینے میں بڑی سادگی تھی۔ آپ کے دل میں غنا بے نفسی اور قناعت تھی۔ گھر میں جو بھی میسر تھا اس پر قانع اور مسرور ہوتے۔ غذا بڑی سادہ تھی۔ آپ کی خوراک معمولی تھی۔ بسیار خوری کی عادت نہ تھی۔

گھریلو ملازم ہوں یا زمین پر کام کرنے والے آپ سب کے ساتھ بہت حسن سلوک کرتے تھے۔ اگر کبھی کسی غلطی پر ناراض ہوتے تو دوسرے لمحے شفقت کا سلوک بھی فرماتے۔ ان کے بچوں کی تعلیم کا خیال رکھتے۔ ان میں کبھی یہ احساس پیدا نہ ہونے دیا کہ وہ دوسروں سے

کم تر ہیں۔ ان کی شادیاں ہوں یا ان کے بچوں کی، انہیں صرف کچھ دینے دلانے کی حد تک ہی نہیں بلکہ شادی کے تمام لوازمات میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔

حضرت والد صاحب بچوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ بچوں کے لئے دل میں بہت محبت تھی مگر غلطی دیکھ کر سختی بھی کرتے۔ عام طور پر دل میں نرمی تھی اور جلدی شفقت کا اظہار بھی فرمادیتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا مگر کبھی ایسا مذاق نہ کرتے کہ جس سے کسی کی سبکی ہو۔ آپ بچوں سے مل بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ کھانا کھاتے وقت بھی تربیتی باتیں کرتے اور کوئی نہ کوئی نصیحت آموز واقعہ بیان فرمادیتے اور کبھی کبھی لطائف بھی بیان کرتے۔

اگر کبھی بیماری کی وجہ سے جمعہ پر نہ جاسکتے تو جب ہم جمعہ پڑھ کر واپس آتے (ہمارے بچپن میں (بیت) مبارک میں جمعہ ہوا کرتا تھا، (بیت) اقصیٰ ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی) تو پوچھتے کیا خطبہ ہوا۔ پھر باوجود اس کے کہ بچپن کی عمر ہوتی اور ہمیں موضوع کے علمی پہلو کا بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا تھا، بعض دفعہ تبصرہ بھی فرماتے اور ہم خطبہ اس لئے توجہ سے سنتے کہ ابا نے پوچھ لینا ہے۔ اگر تمام ماں باپ اپنے بچوں میں اس طرح دلچسپی لیں تو بچے توجہ سے خطبہ سن لیا کریں اور اِدھر اُدھر کم دیکھیں۔

آپ نے اپنے بچوں پر نہ صرف یہ کہ اعتماد کیا بلکہ ان میں اعتماد پیدا بھی کیا۔ گویا اس رنگ میں تربیت کی کہ وہ سمجھیں جو کام ان کے سپرد ہوا ہے وہ اس کے اہل ہیں۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد میرے یونیورسٹی میں داخلے تک کا عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال لمبا ہو گیا۔ اس عرصہ میں زمین کا ایک حصہ میرے سپرد کر دیا اور اس میں کبھی دخل نہیں دیا اور پھر یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد وقف کر کے گھانا جانے تک وہی حصہ میرے سپرد کر دیا اور اس کی آمد بھی میری ہوتی تھی۔ گھانا جانے سے کچھ پہلے جو فصل میں نے لگائی ہوئی تھی۔ اس کی برداشت سے پہلے مجھے گھانا جانے کا حکم ملا اور میں چلا گیا۔ فصل کی برداشت کی فکر کرنے کی مجھے ضرورت نہیں تھی کیونکہ پتہ تھا ابا خود کروالیں گے۔ جس فصل کی آمد میں لیتا تھا اس کا خرچ بھی ابا کر

رہے ہوتے تھے، اس لئے کہ یہ واقف زندگی ہے اس پر بوجھ نہیں ڈالنا۔

اس طرح بچوں کی دلجوئی کرنا اور ان کے کام پر خوشنودی کا اظہار کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔ پھر بچوں کو محنت کی عادت بھی ڈالتے تھے۔ انہیں سخت جان اور پُر ہمت بناتے۔ بچوں کو دوپہر کے وقت باہر نہ نکلنے دیتے اور نہ رات گئے بچوں کو باہر رہنے دیتے۔ مغرب کے بعد ہم بتا کر جاتے۔ ہمارے موومنٹ کا خیال کرتے کہ کون دوست ہیں، کہاں جاتے ہیں۔ باجماعت نماز کی نگرانی کرتے اور مجھے تو نماز فجر پر جگاتے وقت منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے تھے۔ تفریح اور شکار کے لئے ہمیں ساتھ لے جاتے۔

جب میں سکول میں تعلیم پا رہا تھا تو اپنا ریلے سائیکل مجھے دیا، میں اس پر سکول آتا جاتا مگر یہ سائیکل چوری ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے سائیکل لے کر نہ دیا، میں اکثر پیدل ہی سکول آیا جایا کرتا تھا اس طرح مجھے سخت جان بنایا اور اسی غرض سے گھر میں بچوں سے ہلکی پھلکی ورزش بھی کروایا کرتے۔ حسب حالات خود بھی ورزش کرتے۔ پیدل چلتے مگر عام طور پر ہر صبح وشام صحن میں دیر تک ٹہلتے رہتے۔ اکثر زمینوں پر پیدل چلے جاتے یا پھر ٹریکٹر پر جاتے۔

بچوں پر اعتماد کے ضمن میں یہ بات بھی نمایاں ہے کہ جب غانا افریقہ سے واپس آنے پر زمیندارہ کام میرے سپرد کیا تو پھر خود کوئی زیادہ دخل نہ دیا۔ مجھے اپنی مرضی کرنے دیتے۔ ایک مرتبہ جب زمین سے کوئی زیادہ آمد نہ ہوئی تو محسوس نہ کیا اور ذرہ بھر بھی تنقید نہ کی، بلکہ یہ کہا کہ الحمد للہ۔ جو آ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ زمیندارہ کاموں میں بہت شوق تھا عموماً مشورہ دیا کرتے۔ آپ ہل چلانا، ٹریکٹر چلانا خوب جانتے تھے۔

اللہ پر توکل بھی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ہر فصل کی برداشت کے بعد ایک بڑی رقم مجھے دیا کرتے تھے کہ بیوی بچوں کے اخراجات ہوتے ہیں ایک دو دفعہ فصل اچھی نہ ہونے پر میں نے کہا کہ میرا گزارا تو چل رہا ہے۔ اس دفعہ آمد کم ہے، ابھی رہنے دیں۔ آئندہ فصل اچھی آئے گی تو

دے دیں تو ہمیشہ فرمایا کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ہے کہ میری ضروریات پوری کر دیتا ہے۔اس لئے تم یہ رقم لے لو۔ چنانچہ زبردستی دے دیا کرتے تھے۔ ابا کی ان باتوں سے میرے دل میں اور زیادہ شدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ ہمیشہ اللہ سے ہی مانگنا ہے اور اسی کے آگے جھکنا ہے۔

ابا اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ درود شریف ورد زبان رہتا۔ صحن میں ٹہلتے ہوئے عموماً تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے۔ ایک وقت کتب کا مطالعہ ضرور کرتے۔ تذکرہ مجموعہ کشوف والہامات کا عموماً مطالعہ ضرور کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی اور اُردو منظوم کلام اکثر پڑھتے رہتے۔ خاص طور پر حضرت اقدس کی فارسی نظم

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کر دی

بچوں سے بھی اشعار سنتے اور بعض اوقات بچوں سے بیت بازی بھی ہوتی۔ ایک مرتبہ ایک سفر کے موقع پر حضرت اقدس کی ایک طویل نظم

اے خدا اے کار ساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

سناتے گئے یہاں تک کہ سارا سفر یہی نظم سناتے کٹ گیا۔ اسی طرح آپ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا کلام بھی اکثر پڑھا کرتے۔

مولا سموم غم کے تھپیڑے پنہ! پنہ!
اب انتظام دفع بلیات چاہیے

آپ کی خدمت دین کی طرف خاص توجہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ساتھ ذکر کیا کہ دوسرے احباب میں سے واقفین زندگی زیادہ آرہے ہیں جب کہ خاندان میں سے اس طرف کم توجہ ہے۔ بڑی فکر کی بات ہے۔ میں اس وقت وہاں

موجود تھا ابا نے اور ماموں منور نے اس وقت میری طرف دیکھا اور ہنس دیئے۔ جامعہ کی عمر سے میں اس وقت گزر چکا تھا مجھے جامعہ کا خوف تھا یا جو بھی وجہ تھی یہ احساس بہرحال مجھے یاد ہے کہ جامعہ میں تو پڑھ نہیں سکتا۔ لیکن یہ ارادہ کرلیا کہ اپنی تعلیم مکمل کر کے اگر اچھے نمبر آئے تو وقف کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ابا کی خواہش اور دعا کو جو یقیناً وہ اس مقصد کے لئے کرتے ہوں گے قبول فرمایا اور باوجود پڑھائی میں کمزور ہونے کے MSC میں میرے اچھے نمبر آ گئے اور میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں وقف کا خط لکھ کر ابا کو بتایا کہ وقف کر دیا ہے اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کا جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے بچپن سے ہی تقریباً چھ سات سال کی عمر میں مجھے اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر مغفور کو لنگر خانہ نمبر ایک میں جس کے آپ ناظم ہوا کرتے ساتھ لے جاتے اور وہاں تنوروں سے روٹیاں اُٹھا کر کمروں میں لے جانے کی ڈیوٹی ہمارے سپرد کرتے۔ اس طرح آپ نے ہمارے دلوں میں بچپن سے ہی جلسہ کی ڈیوٹیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کا احساس پیدا کر دیا۔

حضرت میاں صاحب نے زندگی کے ہر لمحہ میں ایک شفیق باپ اور ہمدرد دوست کے رنگ میں رہنمائی فرمائی۔ آپ نے دنیوی نعماء کو کوئی وقعت نہ دی۔ دین کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ خلافت سے محبت اور اطاعت کا ایسا رنگ دکھایا جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

(موصولہ از لندن مؤرخہ 03-05-2004)



باب اوّل

☆ الہامی نوشتے اور آپ کی ولادت

☆ مت سہل ہمیں جانو ـــــ حیات طیبہ ایک نظر میں

☆ کانِ احمد سے چمکتا ہوا ہیرا نکلا ـــــ آپ کی پیدائش

☆ تقریبِ نکاح

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا بیان فرمودہ خطبہ نکاح

☆ تقریب رخصتانہ

☆ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد ـــــ اولاد

الہامی نوشتے اور آپ کی ولادت

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اس پاک ذریت میں سے ہیں کہ جن کا ذکر الہامی نوشتوں میں پہلے سے موجود تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آنے والے مسیح موعود مہدی مسعود کی پیشگوئی فرمائی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "یتزوج و یولد لہ" خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس اولاد اور ذریت طیبہ کی قبل از وقت بشارت میں یہ نوید اور پیشگوئی مخفی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد نیک اور صالح ہوگی۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"والسر فی ذلک ان اللّٰہ لا یبشر الأنبیاء والاولیاء بذریة الا اذا قدر تولید الصالحین" (آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

کہ اس پیشگوئی (یتزوج ویولد لہ) میں بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت اس صورت میں دیتا ہے کہ جب اولاد کا صالح ہونا اس نے مقدر کر دیا ہو۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور آپ کی پیشگوئیوں کے آئینہ میں آپ کی اولاد اور ان کی اولاد در اولاد کو دیکھتے ہیں تو یہی ایک نشان بھی آپ کی صداقت کا کافی گواہ ہے اور یہ ایک ایسی پیشگوئی ہے کہ اس میں ایک تسلسل ہے یہ ایک ایسا درختِ باثمر ہے کہ جس کی شاخوں پر نیک اولادوں کے شیریں ثمرات لگتے چلے جا رہے ہیں اور لگتے چلے جائیں گے تا درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جائے۔

ع بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے خبر پا کر فرمایا تھا کہ:-

"...... تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور اب سے سلسلہ تجھ سے شروع ہوگا اور دنیا میں تیری نسل پھیلے گی اور قوموں میں تیری شہرت پھیلے گی"۔

(براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ 61، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 78)

پھر فرماتے ہیں:-

’’جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلے گی‘‘۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 86، روحانی خزائن جلد21 صفحہ 112)

پھر 1886ء میں حضور کے چلہ کشی کے سفر کو خدا نے جب شرفِ قبولیت بخشا تو اس کی مبارکبادی کا نشان قرار دیتے ہوئے جہاں ایک عظیم مصلح موعود فرزند دلبند گرامی ارجمند کی خبر دی وہاں ایک ایسی ذریت طیبہ کی بھی خبر دی جو آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

’’خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا......اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی......تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخر دنوں تک سرسبز رہے گی‘‘۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد5 صفحہ 647-648)

اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزید دس بچوں سے نوازا۔ جن میں سے پانچ تو ’’بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے‘‘ کے مطابق کم عمری میں ہی فوت ہوئے۔ اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کا مظہر بنے جو اوپر درج کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ہیں جن سے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب پیدا ہوئے۔

ویسے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر ایک آیت اللہ ہے اور آپ

صداقت کا نشان ہے اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی ولادت اس کے ساتھ ساتھ ایک یہ بھی نشان اپنے ساتھ رکھتی ہے کہ آپ کی ولادت کی خبر بطور پیشگوئی ایک مخالف عبدالحق غزنوی کے مقابلہ پر پہلے سے کر دی گئی تھی۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’......ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اس رسالہ ’’انوار الاسلام‘‘ میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمدللہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق 27/ذی قعدہ 1312ھ میں مطابق 24/مئی 1895ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا‘‘۔ (ضیاء الحق صفحہ 75، روحانی خزائن جلد9 صفحہ 323)

چنانچہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی پیدائش بھی پیشگوئیوں کے مطابق ہوئی آپ کی پیدائش کو ایک نشان قرار دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’چھتیسواں نشان یہ ہے کہ بشیر احمد کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے مجھے بشارت دی۔ چنانچہ وہ بشارت بھی بذریعہ اشتہار لوگوں میں شائع کی گئی۔ بعد اس کے تیسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام شریف احمد رکھا گیا‘‘۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 227)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے بچپن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اور بھی الہامات ہوئے جن کا آپ نے مختلف جگہ پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

’’28 مئی 1907ء شریف احمد کی نسبت اس کی بیماری کی حالت میں الہامات ہوئے۔

۱۔ عَمَّرَهُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ

۲۔ اَمَّرَهُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ

۳۔ اَاَنْتَ لَا تَعْرِفِيْنَ الْقَدِيْرَ

٤۔ مُرَادُکَ حَاصِلٌ

٥۔ اَللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّاحِمِیْنَ

(البدر 30 مئی 1907ء بحوالہ تذکرہ صفحہ 720 طبع سوم)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا فرمایا:۔

”شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ بادشاہ آیا دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے فرمایا قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رڈ کرے“۔

(بدر جلد 6 نمبر 1`2 مورخہ 10 جنوری 1907ء صفحہ 3 تذکرہ صفحہ 687 طبع سوم)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے بارے میں ایک کشف دیکھا، فرمایا چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا۔

”اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں“۔(تذکرہ صفحہ 686-687)

”جب یہ پیدا ہوا تھا تو اُس وقت عالم کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا جس پر لکھا تھا مُعَمَّرُ اللّٰہِ“(الحکم جلد نمبر 11 نمبر 1۔10/جنوری 1907ء صفحہ 1)

”عالم کشف میں میں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اُترا ہے اور میرے ہاتھ پر رکھا گیا۔ اس پر لکھا تھا ”مُعَمَّرُ اللّٰہِ“

(بدر جلد 6 نمبر 1`2 مورخہ 10/جنوری 1907ء صفحہ 3)

ایک اور رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

”اس کے بعد ایک رؤیا ہوا کہ میں رات کو اُٹھا ہوں پہلے بشیر احمد، شریف احمد ملے پھر میں آگے جاتا ہوں کہ پہرے والوں کو دیکھوں تو میں کہتا ہوں یا کوئی کہتا ہے کہ اس کے آگے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں“۔

(بدر جلد 1 نمبر 4۔ 27/اپریل 1905ء صفحہ 1، الحکم جلد 9 نمبر 15 مورخہ 30/اپریل 1905ء صفحہ 1)

جو پہلے ہے وہ پہلے ہے

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نے بیان کیا کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

”ایک گھنٹہ ہوا ہوگا ہم نے دیکھا کہ والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں۔ جب یہ آیت پڑھی ومن یطع اللّٰہ...... وحسن اولئک رفیقاً جب اولئک پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اولئک پڑھا تو بشیر آ کر کھڑا ہوا پھر شریف آ گیا۔ پھر فرمایا۔ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے“۔

(تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 3)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جیسا کہ ذکر ہوا 24/مئی 1895ء کو پیدا ہوئے اور 26/دسمبر 1961ء کو تقریباً 66 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

اوپر الہامات اور کشوف درج ہوئے ہیں۔ ان الہامات کی ایک جھلک تو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی سوانح میں ہمیں ملتی ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور پیار بھری سنت بھی پوری کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات جب وہ کوئی خبر دیتا ہے تو وہ بعینہٖ اس رنگ میں پوری نہیں ہوتی مثلاً اگر وہ کسی نبی کی بابت ہے تو وہ بات اس نبی کے کسی متبع کے ذریعہ پوری ہوتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر وکسریٰ کے محلات کی چابیاں دی گئیں تو وہ خبر حضرت عمرؓ کے ذریعہ پوری ہوئی۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں دیکھا کہ وہ مکہ کا گورنر بنا ہے لیکن وہ فوت ہو گیا البتہ اس کا بیٹا گورنر بنا۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ابوجہل کیلئے جنت میں انگور کا خوشہ دیکھا جس سے مراد یہ تھی کہ شاید وہ اسلام قبول کرلے گا لیکن یہ رؤیا اس کے بیٹے حضرت عکرمہؓ کی شکل میں پورا ہوا۔

تو الٰہی نوشتوں میں یہ بات عام ملتی ہے کہ باپ کے بارے بتایا جاتا ہے لیکن وہ بیٹے کے

بارے ہوتا ہے اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے بارے میں جو الہامات اور کشوف مذکور ہوئے ہیں ان کو دیکھیں تو یہ بات حقیقت بن کر سامنے آتی ہے کہ یہ آپ کے بارے تو اتنے نہیں جتنے آپ کے بیٹے کے بارے کھل کر پورے ہوئے ہیں اور خدا معلوم کہ الہامات و کشوف کے اس نور سے آپ کی اولاد میں سے اور کس کس نے منور ہونا ہے اور یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ ان الہامات اور کشوف کا حقیقی وارث اور مورد کون ہوا... یا کون کون ہوا.....

ہاں ایک بات ہے کہ اس طرح کے الہامات کو کسی کی ذات پر چسپاں کرنا بھی صاحبِ الہام کا ہی کام ہوتا ہے اور وہی حقیقی تعبیر اور تاویل ہوتی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الہامات کا مورد حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ذات بابرکات کو ہی لیا ہے۔

حضرت مرزا منصور احمد صاحب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات چسپاں کر کے حضور انور نے فرمایا کہ پہلے بھی ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں کہ باپ کے حق میں کی گئی پیشگوئی بیٹے کے حق میں پوری ہوئی اس لئے یقینی طور پر مندرجہ بالا الہامات حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے متعلق ہیں۔آپ نے فرمایا:-

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ الہامات تھے جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر چسپاں کئے گئے اور میں وہ فرد واحد ہوں، یا اور بھی شاید ہوں، جو شروع ہی سے یہ یقین رکھتا تھا کہ یہ الہامات اصل میں آپ کے صاحبزادہ حضرت مرزا منصور احمد صاحب سے متعلق ہیں۔یہ امر واقعہ ہے کہ بعض پیشگوئیاں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے ایک شخص کے متعلق کی جاتی ہیں لیکن بیٹا مراد ہوتا ہے۔وہ الہامات جیسا کہ میں اب آپ کے سامنے کھول کر بیان کروں گا بلا شبہ ایک ذرہ بھی شک نہیں حضرت صاحبزادہ مرزا

شریف احمد صاحب کے بیٹے کی صورت میں پورے ہونے تھے اور آپ پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

یہ بات میں ہمیشہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے بیان کرتا رہا لیکن یہ ہمارا آپس کا ذاتی معاملہ تھا۔شروع میں تو جیسا کہ ان کو بے حد انکسار کی عادت تھی انہوں نے قبول کرنے میں تردد کیا یعنی خاموشی اختیار کر جاتے تھے۔بالآخر جب میں نے مسلسل دلائل دیئے اور میں نے کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ مراد نہ ہوں تو پھر ان کو تسلیم کرنا پڑا اور اس بات کی گہری مسرت تھی کہ الہامات میں مَیں بھی داخل ہوں''۔

(خطبہ جمعہ 12 ردسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری تا 5 رفروری 1998ء)

اپنے اسی خطبہ میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مزید الہامات کا ذکر کرتے ہوئے ان کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ذات بابرکات پر چسپاں فرماتے ہوئے ذکر کیا:-

''پھر ''اَمْرَۃُ اللّٰہِ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ'' یعنی ان کو امارت بھی ایسی دی جائے گی کہ اس کے متعلق توقع نہیں کی جا سکتی میں نے حساب لگایا ان کی امارت کا تو آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے زمانے میں ان کو امیر بنانا شروع کیا گیا ہے اور اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی باون سالہ خلافت میں اتنا عرصہ کبھی کسی کو امیر نہیں بنایا گیا جتنا ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور میرے دور میں امیر بنایا گیا۔پینتالیس بار آپ امیر مقامی مقرر ہوئے ہیں اور اس ہجرت کے دور میں تقریباً چودہ سال مسلسل امیر مقامی بنے رہے ہیں۔یہ ہے خلاف توقع۔سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی شخص اتنا لمبا عرصہ امیر مقامی بنا رہے۔وہ امارت مقامی جو خود خلیفہ کے اپنے قبضے میں ہوا کرتی ہے اور اس کی وہاں موجودگی میں صدر عمومی ہے جو عمومی انتظام چلاتا ہے۔مگر خلیفہ کی

موجودگی میں امیر مقامی وہی ہوتا ہے۔ پس آپ عملاً میری جگہ بیٹھ گئے یعنی جس
کرسی پر مَیں بیٹھا کرتا تھا اس پر میرے کہنے کے مطابق آپ براجمان ہوئے اور
آپ نے تمام امور کو نہایت بہادری سے سرانجام دیا۔''

(خطبہ جمعہ 12 دسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری تا 5 فروری 1998ء)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام
بھی ہوا تھا ''عَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے خلاف توقع لمبی عمر دے
گا۔ یہ الہام حضرت مرزا منصور احمد صاحب پر حیرت انگیز طور پر پورا ہوا کیونکہ آپ کو خلاف
توقع بار بار عمر ملتی رہی۔ آپ کو لمبا عرصہ دل کی تکلیف رہی لیکن خلاف توقع صحت یابی ہوتی
رہی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

''اس کثرت سے آپ کو شدید دل کے حملے ہوئے کہ ہر حملے پر ڈاکٹر کہتے
تھے کہ اب یہ ہاتھ سے گئے اور پھر اللہ تعالیٰ خلاف توقع آپ کو ٹھیک کر دیتا تھا اور
سب ڈاکٹر حیرت سے دیکھتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دل کی ایسی
بیماریاں لاحق ہوئی کہ جن سے بچنا محال تھا اور دوسرے دن اُٹھ کر نہ صرف یہ کہ کھانا
پینا شروع کر دیا بلکہ ڈاکٹر جو بعض چیزوں کو ان کے لئے حرام سمجھتے تھے یعنی مکھن اور
گھی کی غذا، رات کو حملہ ہوا ہے صبح اُٹھ کر کہا کہ مجھے مکھن کے پراٹھے پکا کر کھلاؤ اور
واقعتاً پراٹھے کھایا کرتے تھے۔ اس لئے اُن کے متعلق یہ الہامات لازماً پورے
اُترتے ہیں کہ ''عَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ'' بغیر توقع کے لمبی عمر اور بغیر
توقع کے بارہا عمر پانا یہ آپ کی ذات میں دونوں باتیں بعینہٖ صادق آتی ہیں''۔

(خطبہ جمعہ 12 دسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری تا 5 فروری 1998ء)

حضرت مسیح موعود کی نرینہ نسل میں سے سب سے زیادہ لمبی عمر پائی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 12 دسمبر 1997ء کے خطبہ جمعہ میں ''عمرہ اللہ علی
خلاف التوقع'' کو آپ پر چسپاں کیا اور پھر بعد میں مزید تحقیق کروائی اور **19 دسمبر 1997ء**
کے خطبہ جمعہ میں اپنی تحقیق پیش کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نرینہ نسل میں سے آپ
نے سب سے لمبی عمر پائی ہے فرمایا:-

''صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے لئے ضمناً میں نے جو تحقیق اور کی
ہے اس پر میں حیران ہوا ہوں ایک بات پر کہ خدا تعالیٰ نے جو غیر معمولی عمر کی خبر دی
تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام مردانہ اولاد میں ان کے برابر کسی نے عمر نہیں
پائی۔ ''خلاف توقع'' کا لفظ حیرت انگیز طور پر پورا ہو رہا ہے۔ اس خلاف توقع لفظ
نے ہی مجھے اس تحقیق پر مجبور کیا۔ میں پہلے سمجھتا تھا حضرت بھائی جان مرزا عزیز احمد
صاحب کی عمر ان سے زیادہ لمبی تھی اور بھی کیئوں کی طرف خیال گیا، حضرت مرزا
سلطان احمد صاحب کے متعلق خیال گزرا کہ ان کی عمر لمبی تھی۔ ہر ایک کو ان کی
پیدائش اور وفات کے لحاظ سے دیکھ لیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نرینہ
اولاد در اولاد یعنی وہ جو آپ کی ذرّیت میں سے ہیں اور مرد ہیں ان میں سے کسی کو
سوائے ان کے اتنی لمبی عمر نصیب نہیں ہوئی۔ پس یہ جو الہامات کے متعلق ہم کہتے
ہیں کہ خود بولتے ہیں کہ ہاں، ہم اطلاق پا رہے ہیں تو یہ الہام بھی اس طرح بول رہا
ہے کہ لازماً آپ کا ذکر تھا کیونکہ ''خلاف توقع'' بات کی جا رہی تھی اور ''خلاف توقع''
ایک ہی شخص کے متعلق پورا ہونا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب
فرمائے۔ آپ کے متعلق جو الہامات کا سلسلہ تھا وہ بہت پختہ اور ایسا یقینی تھا کہ کسی
شخص کی خیال آرائی کا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ لازماً پورا ہوا ہے''۔

(خطبہ جمعہ 19 دسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 6 تا 13 فروری 1998ء)

خلاف توقع لمبی عمر پانے کی طبی شہادت

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے خدا کے فضل سے تقریباً 87 سال کی عمر پائی لیکن آپ کا اس پہلو سے عمر پانا خلاف توقع تھا کہ آپ کو بار بار ہسپتال داخل کروانا پڑا اور گھر پر بھی ڈاکٹر مسلسل چیک کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ ہر دفعہ معجزانہ طور پر آپ کو شفا عطا کر دیتا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی بیماری کے حوالے سے میڈیکل سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ سے گفتگو کی آپ نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب **Heart Failure** کا شکار تھے۔ یعنی آپ کا دل صحیح طریق پر اپنا کام سرانجام نہیں دے رہا تھا اور اس کی وجہ سے پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا تھا نتیجۃً آپ کو سانس کی تنگی کی شکایت ہوتی تھی۔ اس تکلیف کو طبی اصطلاح میں **Pulmonary Edema** کہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ حضرت میاں صاحب ذیابیطس کے بھی مریض تھے اور اس کی پیچیدگیاں بھی اثر دکھا رہی تھیں اور **Chronic Renal Failure** کی وجہ سے آپ کے گردے آہستہ آہستہ فیل ہو رہے تھے۔

حضرت میاں منصور احمد صاحب کی بیماری **1992ء** میں تشویشناک صورت اختیار کر گئی مکرم ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ **1992ء** میں ہمیں حضرت میاں صاحب کی صحت یابی کی کم ہی امید تھی لیکن میاں صاحب خدا کے فضل سے خلاف توقع صحت یاب ہو گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹرز کی طرف سے حضرت میاں صاحب کو سختی سے یہ ہدایت تھی کہ وہ ذہنی یا جسمانی مشقت نہ کریں لیکن حضرت میاں صاحب باقاعدہ اس کے بعد دفتر تشریف لے جاتے اور اپنے مفوضہ کام سرانجام دیتے رہے۔

''وہ بادشاہ آیا''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو بھی آپ پر

چسپاں کیا کہ ''وہ بادشاہ آیا''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ شریف احمد نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ بادشاہ آیا دوسرے نے کہا اس نے تو ابھی قاضی بننا ہے۔

(تذکرہ صفحہ 687)

اس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

''وہ بادشاہ آیا'' کے الہام کے متعلق فرماتے ہیں۔ فرمایا دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ یعنی اس الہام کے ساتھ یہ آواز بھی آئی۔ قاضی حکم کو کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کر دے۔ یہ خوبی بھی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب میں غیر معمولی طور پر پائی جاتی تھی''۔

(خطبہ جمعہ 12ر دسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30رجنوری تا 5رفروری 1998ء)

''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام بھی بڑی شان کے ساتھ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے متعلق پورا ہوا کہ آپ کو لمبا عرصہ امارت مقامی حاصل ہوئی یعنی خلیفہ وقت کی نیابت حاصل ہوئی۔ اس الہام کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:-

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا شریف احمد صاحب کو مخاطب کر کے کشف میں کہتے ہیں کہ ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں'' اب ظاہر بات ہے کہ یہ الہام حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق پورا نہیں ہوا۔ یعنی ان لوگوں کی نظر میں پورا نہیں ہوا جو یہ بات ماننے پر تیار نہیں کہ بعض دفعہ باپ کے متعلق الہامات بیٹے کے لئے پورے ہوا کرتے ہیں۔ اب یہ بات بعینہٖ آپ کی ذات پر پوری ہوئی ہے۔ وہ امارت مقامی جس پر میں بیٹھا کرتا تھا اب ظاہر ہے کہ میں اس

وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمائندہ ہوں، اس وقت میاں شریف احمد صاحب موجود نہیں ہیں، اگر کوئی شخص موجود ہے تو یہ آپ کا بیٹا ہے۔ جس کے متعلق بعینہٖ یہ الفاظ پورے ہوتے ہیں ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں''۔

(خطبہ جمعہ 12 دسمبر 1997ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری تا 5 فروری 1998ء)

اور یہ محض کوئی اتفاق نہیں تھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ان الہامات کے مصداق بنے بلکہ یہ ایک الٰہی تقدیر تھی۔ ایک اعزاز تھا، روحانی تاج تھا جو اس مبارک وجود کے سر پر سجایا گیا۔ یہ ایک سعادت تھی کہ خدا کے کلام میں، خدا کے رسول کی زبان پر اس مبارک وجود کا نام بھی شامل رہا۔ اور یہ اعزاز نصیبوں سے ملا کرتا ہے۔

انہی الہامات کی بدولت آپ کو یہ جو اعزاز ملا اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

''یقیناً آپ کا ایک مقام تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں سے وہ مقام بنا ہے اور ابھرا ہے اور آئندہ آنے والی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا وجود ایک مبارک وجود تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی بیٹا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ جو کچھ بھی اپنے بیٹے کے متعلق دیکھا وہ ان کے بیٹے کے متعلق پورا ہوا۔''

پھر فرمایا:-

''مگر وہ شخص جس کے متعلق الہامات دنیا میں باقی رہے ہوں اس کا جانا بھی ایک فرضی جانا ہے۔ وہ لوگ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اسی دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 1997ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں:-

''تعجب نہیں کہ آگے چل کر ان کی نسل میں ان مکاشفات کے بعض ظاہری پہلو بھی رونما ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جس شخص کے متعلق کوئی بات خدا کی طرف سے ظاہر کی جاتی ہے وہ بعض اوقات اس کی بجائے اس کی اولاد یا نسل میں پوری ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں قیصر کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دیکھیں......''۔

(بحوالہ سیرت حضرت مرزا شریف احمد صاحب صفحہ 24 شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

☆......☆......☆

حیات طیبہ ایک نظر میں

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

☆حضرت میاں صاحب 13 ر مارچ 1911ء بروز سوموار قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے پوتے تھے۔

آپ کی والدہ محترمہ حضرت بو زینب بیگم صاحبہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی پہلی بیوی کی بیٹی تھیں۔

☆ ابتدائی تعلیم قادیان کے سکول سے حاصل کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی دینیات کیلئے آپ کے ٹیوٹر مقرر ہوئے۔

☆ نومبر 1926ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے ''انصاراللہ'' کے نام سے ایک نئی انجمن کا قیام فرمایا۔ اس انجمن میں زیادہ تر مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے طالب علم شامل تھے۔ حضور کے ارشاد پر دونوں درسگاہوں کے طلباء نے اپنے اپنے نمائندوں کا انتخاب کیا۔ مدرسہ احمدیہ کے بچوں نے پہلے سال کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 551-552)

☆ گورنمنٹ کالج لاہور میں حصول تعلیم اور اس دوران احمدیہ ہوسٹل لاہور میں رہائش۔

☆7 ر اپریل 1934ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیت الفضل فیصل آباد (لائلپور) کا افتتاح فرمانے کے لئے تشریف لائے تو اس قافلہ میں آپ بھی شامل ہو کر تشریف لائے۔

☆2/ جولائی 1934ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ آپ کا نکاح حضور خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے اپنی بیٹی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ (جو حضرت اُمّ ناصر صاحبہ کے بطن سے تھیں) سے پڑھا۔

☆26/ اگست 1934ء کو تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔

☆1938ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زیر نگرانی ضلع گورداسپور میں وسیع پیمانہ پر دعوت الی اللہ کا پروگرام وضع کیا گیا۔ اس زبردست مہم میں جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء اساتذہ نے بھرپور حصہ لیا اور مختلف مضافات میں داعیان الی اللہ بھجوائے جاتے رہے اس مہم کی مالی امداد کرنے کی سعادت پانے والوں کا تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 503-504 پر تذکرہ ہے۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی شمولیت کا ذکر ملتا ہے۔

☆28 دسمبر 1939ء: یہ دن جہاں جماعت کے لئے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے وہاں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی سوانحی زندگی کا ایک یادگار تاریخی دن بھی ہے۔ کیونکہ اس روز پہلی مرتبہ لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ فضا میں لہرایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انہیں لہرانے کے بعد فرمایا کہ خدام الاحمدیہ اس کی حفاظت کرے اور ہر وقت کم از کم بارہ خدام پہرہ میں رہیں۔ چنانچہ لوائے احمدیت کے پہلے محافظین کا جو گروپ مقرر ہوا ان کی فہرست تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 464 پر دی گئی ہے ان میں سب سے پہلا نمبر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا ہے۔

☆1940-41-42ء: مجلس خدام الاحمدیہ میں باقاعدہ خدمات کا آغاز اور ان پہلے دو سالوں میں نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ اور مہتمم صحت جسمانی کے عہدوں پر فائز رہے۔

1942-43-44ء: نائب صدارت کے ساتھ ساتھ مہتمم عمومی

1944-45ء: مہتمم صحت جسمانی

1945-47ء: مہتمم کارخاص، مہتمم صحتِ جسمانی

فروری 1944ء: ہوشیار پور کے تاریخی سفر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ شامل اور ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چلہ کشی والے کمرہ میں خصوصی دعا کرنے کے لئے اندر جانے والے گروہ میں شمولیت۔

1944ء میں ہی آپ نے کشمیر کا دورہ کیا اور کشمیر کی جماعت کے سالانہ جلسہ کا افتتاح فرمایا۔

دسمبر 1944ء: جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں باقاعدہ خدمات کا آغاز اور بطور ''ناظم لنگر خانہ'' خدمات۔ (تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 211)

(گو کہ آپ 1940ء سے جلسہ سالانہ کی باقاعدہ ڈیوٹی دیتے چلے آرہے تھے کیونکہ 1960ء کی رپورٹ مجلس مشاورت میں مذکور ہے کہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب 20 سال سے خدمات بجالا رہے ہیں)

19/اپریل 1946ء: ٹیکنیکل ٹریننگ اور انگلستان فیکٹریوں میں صنعتی تجربہ حاصل کرنے کیلئے انگلستان تشریف لے گئے۔

28/اکتوبر 1946ء: کورٹریننگ کے حصول کے بعد قادیان واپسی۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 228-620)

1947ء: تقسیم ملک کے دوران آپ کو بعض انتہائی اہم اور حساس ہنگامی خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ سب سے پہلا قافلہ جو قادیان سے نقل مکانی کر کے لاہور آیا۔ جس میں حضرت اماں جان اور خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دیگر خواتین مبارکہ شامل تھیں اس قافلہ کے ہمراہ آپ بھی تھے۔

☆ستمبر 1947ء: تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 20 سے پتہ چلتا ہے کہ رتن باغ لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر کارکنانِ صدر انجمن احمدیہ کی روزانہ صبح ورزش کا انتظام کیا گیا اور اس کام کی نگرانی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے سپرد ہوئی۔

1956-57ء: مجلس انصاراللہ کے تحت قائد تربیت

1958-69ء: قائد صحتِ جسمانی وذہانت

1959-60ء: نائب افسر جلسہ سالانہ

16 جون 1962ء: صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی پہلی تقرری۔ بطور نائب ناظر امور عامہ

یکم مئی 1964ء: ناظر امور عامہ

1969ء: ناظر امور خارجہ کا عہدہ بھی آپ کے پاس۔

3 تا 6 جون 1967ء: پہلی مرتبہ آپ امیر مقامی بنے۔

1971ء: پہلی مرتبہ ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر تقرری اور تا وفات اس عہدے پر قائم رہے۔

1984ء: میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بیرون ملک ہجرت کی بناء پر آپ امیر مقامی مقرر ہوئے اور تا وفات یہ خدمت اور سعادت کی توفیق پائی۔

1983ء: میں ناظر ضیافت کا عہدہ بھی آپ کے پاس۔

1984ء: صدر۔ صدر انجمن احمدیہ یہ اعزاز وفات تک آپ کو حاصل رہا۔

4 دسمبر 1997ء: رات فضل عمر ہسپتال میں داخل ہوئے۔

10 دسمبر 1997ء: دس بج کر پچاس منٹ پر اپنے مولا کے حضور حاضر ہوئے۔

12 دسمبر 1997ء: بیت اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ خاص میں قبر تیار ہونے پر آپ نے ہی دعا کرائی۔

کان احمد سے چمکتا ہوا ہیرا نکلا

ولادتِ باسعادت

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت بوزینب بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت باسعادت سوموار 13 مارچ 1911ء بمطابق 11 ربیع الاوّل 1329ھ کو ہوئی۔ آپ کی ولادت پر الحکم اور بدر میں مبارک باد کے پیغامات اور بزرگان سلسلہ کی طرف سے دعائیہ منظوم مبارکبادیں شائع ہوئیں۔

مثلاً حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ادارہ البدر کی طرف سے یہ منظوم دعا شائع کی۔

کان احمد سے چمکتا ہوا ہیرا نکلا
یہ در افشانیٔ انوار مبارک ہووے
روشنی بخش جہاں اس کا وجودِ باجود
احمدی قوم کو صد بار مبارک ہووے

نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب نے یہ دعائیہ اشعار کہے۔

دادا اور نانا کا ہووے نیک نام
ہو ترقی ان کے گھر میں صبح و شام
عمر طبعی پائے با اقبال ہو
ایک بھی اس کا نہ بینکا بال ہو

اخبار الحکم کا مبارکبادی کا پیغام

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے تحریر فرمایا:-

"13 مارچ 1911ء کی صبح ساکنین الدار اور مہاجرین دارالامان کے لئے عموماً اور خاندان (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے لئے خصوصاً ایک خاص فضل اور بشارت کو لے کر آئی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے مشکوئے معلّی میں پہلا بیٹا پیدا ہوا جو خاندان احمد میں دوسرا نافلہ (پوتا) اور چراغ ہے۔ والحمدللہ علی ذالک

حضرت احمد مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے وعدے برکات کے فرمائے۔ جن میں سے اکثر ان کی زندگی میں پورے ہوئے اور بعض کا ظہور آپ کے بعد ہو رہا ہے ان وعدہ ہائے برکات میں سے آپ کی ذریت طیبہ کے متعلق بھی بہت سے وعدے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔

ان بشارتوں کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے خاندان احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصاً اور احمدی جماعت کو عموماً اس نافلہ کی مبارک ولادت مسرت سے مالا مال کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ شریف احمد سلمہ اللہ الاحد اللہ جلشانہ کے نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان ہیں اور آپ کی ذات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خاص انعامات کے وعدے فرمائے ہیں (خدا کرے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھیں) اس لئے آپ کی تمام تقریبیں بھی ایک نشان ہی ہیں۔ اس لئے ہم ان آیات اللہ کی تلاوت کے لئے اس مبارک تقریب پر اظہار مبادکباد کا موقعہ پاتے ہیں اور صدق دل سے اولاً حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ پھر حضرت اماں جان اور آپ کے نور نظر اور

خاندان احمد مغفور کے لیڈر احمدی قوم کی خوش آئند امید اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اولوالعزم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حضور مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

پھر حضرت قافلہ سالار ضعفاء میر ناصر نواب صاحب قبلہ اور حضرت نانی اماں صاحبہ کی خدمت میں یہی مبارک باد دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقعہ عطا فرمایا کہ اپنی اولاد کی تیسری پشت دیکھیں (خدا کرے) وہ اپنے بچوں کی طرف سے بھی ایسی خوشیاں دیکھیں۔ آمین اللھم زد فزد۔

پھر حضرت نواب صاحب قبلہ اور ان کے خاندان کے حضور یہی مبارک باد عرض کی جاتی ہے جن کے سلسلہ اولاد کے ساتھ آل اطہار کی زنجیر کو ملا دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت کرے......" (الحکم 14/مارچ 1911ء)

☆☆☆☆☆

مبارک مولود مسعود

اخبار البدر میں مورخہ 16/مارچ 1911ء کو درج ذیل نوٹ شائع ہوا:-

"بڑی خوشی و مسرت کے ساتھ اللہ جل شانہ کی حمد کرتے ہوئے یہ مبارک بادی شائع کی جاتی ہے کہ ہمارے سید و مولا حضرت امام الأنام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے مشکوئے معلّی میں آج بروز پیر 13 مارچ 1911ء مطابق 11 ربیع الاوّل 1329ھ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ دنیا میں ہزاروں بچے آئے دن پیدا ہوتے ہیں مگر ہمارے لئے جو خصوصیت کے ساتھ شادمانی کا موقعہ ہے وہ یہ ہے کہ ایسی ولادتیں ان پیشگوئیوں کے ماتحت ہوتی ہیں جو کئی سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان قلم سے ملک میں بچے بچے کو سنائی جا چکی ہیں اس قادر مطلق نے "اریحک ولا اجیحک واخرج منک قومًا" فرمایا۔ سو اس کے مطابق ضرور تھا کہ جہاں آپ کو صالح اولاد دی پھر اس اولاد

کی اولاد بھی ہو ہم اس تقریب پر...... مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس بچے کو منعم علیہم گروہ سے بنائیو اور وہ تمام نعمتیں اور سب کمالات عطا کیجیو جو جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات قدسی صفات کے طفیل ان کے بروز سیدنا الموعود علیہ السلام اللہ الودود کی ذرّیت طیبہ کے لئے مقدر و معہود ہیں:-

13ھ29 ولادت باسعادت نبیرہء
13ھ29 خواجہ عالی تبار
13ھ29 امام الانام غلام احمد
13ھ29 برخورداری شوی

آپ کو اے مری سرکار مبارک ہووے
ایسا فرزند طرحدار مبارک ہووے
غنچہ شاخ تمنا نے چٹک کر یہ کہا
پھول سے چہرے کا اظہار مبارک ہووے
باہیں کھولے ہیں نہالانِ چمن ہو کے نہال
ایسے گلرو کا انہیں پیار مبارک ہووے
کانِ احمد سے چمکتا ہوا ہیرا نکلا
یہ در افشانیٔ انوار مبارک ہووے
آنکھیں تاروں سی جبیں چاند سی اَبرو ہیں ہلال
غیرتِ مہر یہ رخسار مبارک ہووے
روشنی بخش جہاں اس کا وجودِ باجود
احمدی قوم کو صد بار مبارک ہووے"

بُشریٰ لکُم

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل مدرس دینیات نے عربی منظوم کلام میں

یوں مبارک باد کا پیغام دیا:-

بشریٰ لکم یا ال احمد ابشروا

ھذا غلام للشریف استبشروا

استبشروا ببشارۃ مرضیۃ

میلاد بخل شریف احمد أبشروا

حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اُردو منظوم کلام میں یوں مبارک باد پیش کی:-

آج کا دن کیا مبارک روز ہے / بلکہ شب بھی آج دل افروز ہے
تہنیت ہے چار جانب ہو رہی / غم کی ماں کونے میں ہے بس رو رہی
ہو رہا ہے دل خوشی سے باغ باغ / جل رہے ہیں گھی کے ہر جانب چراغ
کہہ رہا ہر اک مبارک باد ہے / جس کو دیکھو اس کا چہرہ شاد ہے
سنتے ہیں الحمدللہ کی صدا / کس سبب سے ہے یہ ناصر تو بتا
بے خبر تم ہو بتاؤں میں تمہیں / ایک خوشخبری سناؤں میں تمہیں
اک نیا مہمان گھر میں آیا ہے / خیر و برکت ساتھ اپنے لایا ہے
ہے شریف احمد کے بیٹا ہوا / دل کا بر آیا ہمارے مدعا
ہے مسیحا کا یہ پوتا نیک زاد / دن بدن ہو گھر میں ان کے ازدیاد
دادا اور نانا کا ہووے نیک نام / ہو ترقی ان کے گھر میں صبح و شام
یہ مبارک نسل جلدی سے بڑھے / آسمان عزت و شاں پر چڑھے
دوست ہوں آباد دشمن پائمال / کل حوادث سے بچے یہ نونہال
عمر طبعی پائے با اقبال ہو / ایک بھی اس کا نہ بینکا بال ہو
باپ ماں کے زیر سایہ یہ جئے / دودھ اپنی ماں کا راحت سے پئے
دادی اور دادی کی اماں شاد ہوں / رنج و بیماری سے بس آزاد ہوں

شاد و خرم اس کے ہوں دونو چچا / دکھ نہ پائیں کوئی بچہ اور زچا
آج خوش خوش پھرتے ہیں میرے ضعیف / شاد اور بشاش ہے ہر اک نحیف
ان کو ہے امید کچھ مل جائے گا / غنچہ دل ان کا بھی کھل جائے گا
کچھ گھروں میں ان کے چندہ آئے گا / جس سے ہر خستہ جگر سکھ پائے گا
میر صاحب کچھ نہ کچھ لے لیں گے مال / ہے ضعیفوں کا انہیں ہر دم خیال
نانا صاحب کچھ عطا فرمائیں گے / ہم گھروں میں الغرض بس جائیں گے
چھوڑ ناصؔر تو یہ پیسوں کی ہوس / دے خلیفہ کو مبارک باد بس
جس کو ہے ہم سب سے یہ بڑھ کر خوشی / ہر خوشی سے ہے یہ بڑھ چڑھ کر خوشی

اس خوشی میں کچھ نہ کچھ دیں گے وہ مال
کیوں کہ پیارا ان کو ہے یہ نونہال

ش — شکر للہ کہ مراد آج مری بر آئی
ر — رونق بزم طرب ایک ولادت ہوئی
ی — یعنی پیدا ہوا لڑکا جو شریف احمد کے
ف — فضل مولیٰ سے ہوئی ہے یہ طرب افزائی
ا — ایسے مولود کو اللہ سلامت رکھے
ح — حسن میں جس نے ہے یوسف کی وراثت پائی
م — میں کہ مرزا کی غلامی پہ بڑا فخر کروں
د — دلِ مشتاق سے دیتا ہوں مبارک بھائی

بالآخر جناب الٰہی کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ آل منصور خدا کے فضلوں کے سایہ میں قیامت تک ایک سدا بہار درخت کی طرح خوشنما، دلربا اور حسین پھولوں اور پھلوں سے لدی رہے۔

تقریب نکاح

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا نکاح مؤرخہ 2 جولائی 1934ء کو ہوا جب کہ آپ کی عمر 23 سال تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ نکاح اپنی صاحبزادی حضرت محترمہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھا۔ (آپ کی یہ صاحبزادی حضرت سیدہ محمودہ خاتون صاحبہ اُمّ ناصر کے بطن سے ہیں)۔

اس روز حضور نے دو نکاحوں کا اعلان فرمایا تھا۔ دوسرا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا تھا جو کہ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ قرار پایا۔ ہر دو نکاحوں کا اعلان اخبار الفضل قادیان مؤرخہ 5 جولائی 1934ء کے شمارہ میں صفحہ اوّل پر شائع ہوا۔ اس اعلان کا مکمل متن یوں تھا۔

''خاندان حضرت مسیح موعود میں مسرت انگیز تقریب''

اس خبر کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے خطبہ نکاح کا خلاصہ بھی صفحہ 2 پر شائع کیا گیا۔ یہ ساری خبر ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

2 جولائی 1934ء کا دوشنبہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں واقعی مبارک دوشنبہ کہلانے کا مستحق ہے کہ اس دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعود کے فرزند ارجمند (حضرت) صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب بی اے مولوی فاضل کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی صاحبزادی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے ساتھ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا نکاح حضرت مصلح موعود کی صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت مصلح موعود نے بعد نماز عصر بیت اقصیٰ قادیان میں پڑھا۔ اس مبارک تقریب پر حضور نے ایک نہایت عارفانہ اور لطیف خطبہ پڑھا......

اس تقریب سعید پر ہم جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت (اماں جان) سلمہا اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعود، سیدہ اُمّ ناصر صاحبہ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، سیدہ اُمّ منصور احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں بالخصوص اور دیگر ممبران خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بالعموم صمیم قلب سے ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تعلقات کو تمام خاندان، (دین حق) اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے برکات اور خوشیوں کا موجب بنائے۔ آمین اللھم آمین

اس خوشی میں مدارس اور دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں دو یوم کی تعطیل کی گئی۔

(الفضل قادیان 5/جولائی 1934ء)

بڑھیں اور ساتھ دنیا کو بڑھائیں ۔۔۔ پڑھیں اور ایک عالم کو پڑھائیں
الٰہی تیز ہوں ان کی نگاہیں ۔۔۔ نظر آئیں سبھی تقویٰ کی راہیں
یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں ۔۔۔ یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں

(کلام محمود)

☆......☆......☆

خطبہ نکاح کا مکمل متن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 2/جولائی 1934ء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکاح حضرت منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا نکاح اپنی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا مکمل متن الفضل 26/ اگست 1934ء صفحہ 10-3 اور خطبات محمود جلد سوم شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن کے صفحات 332-310 پر شائع شدہ موجود ہے، اس تاریخی خطبہ کو یہاں درج کیا جاتا ہے:-

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسانی پیدائش کے متعلق فرماتا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** ۔یعنی میں نے جن وانس کو صرف ایک مقصد کیلئے پیدا کیا ہے جو یہ ہے کہ وہ میرے عبد بن جائیں۔ صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر داخل کرلیں اور میرے مظہر کامل ہو جائیں۔ گویا ان میں سے ہر شخص باوجود بندہ ہونے کے خدا تعالیٰ کا ظل ہو جو سطح زمین پر چل پھر رہا ہو۔ ایسے لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین نہیں کہا کرتے ہیں کہ خدا کہاں ہے ہمیں دکھادو اور کئی مومن حیران ہو کر پوچھا کرتے ہیں کہ اس سوال کا کیا جواب ہے حالانکہ اگر وہ صحیح معنوں میں مومن ہوں تو اس سوال کا جواب وہ خود بن جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ہر انسان کو اپنا ظل بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس ہر کامل مومن خدا تعالیٰ کا ظل اور خلیفۃ اللہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یہ سوال ہی نہیں کرسکتا کہ خدا دکھا دو کیونکہ اس کی موجودگی میں یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ جب سورج چڑھا ہوا ہو تو کون کہا کرتا ہے کہ مجھے سورج دکھاؤ یا دریا موجیں مار رہا ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ مجھے دریا دکھا دو۔ وہ تو ہر شخص کو نظر آ رہا

ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص دنیا میں **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** کا مظہر ہو جائے تو کوئی شخص یہ سوال نہیں کرسکتا کہ مجھے خدا دکھادو۔ کیونکہ اس کا وجود ہی خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی تمام صفات اس کے اعمال سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ مقصد اور غرض ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے پہلا انسان جسے ذمہ دار قرار دیا گیا قرآن مجید نے اسے آدم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ حضرت آدم ظاہر ہوئے اور انہوں نے دنیا میں خدا تعالیٰ کے وجود کو ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی۔ وہ لوگ جن کی ہستیاں اور جن کے آرام اور تعیش خدا تعالیٰ کے وجود کے ظاہر ہونے سے خطرے میں پڑتے تھے۔ انہوں نے حضرت آدم کا مقابلہ کیا اور طرح طرح سے اس نور کو چھپانے کی کوشش کی جو دنیا میں حضرت آدم کے ذریعہ ظاہر ہوا لیکن وہ مخالف اپنی کوششوں میں ناکام رہے اور آدم نے جس قدر اُس زمانہ میں مقدر تھا خدا تعالیٰ کا نور ظاہر کیا۔ آدم کا زمانہ گذرا تو حضرت نوح کا زمانہ آیا اس وقت بھی دنیا نے پوری کوشش کی کہ وہ خدا تعالیٰ کے نور کو کسی طرح چھپا دے لیکن دنیا کامیاب نہ ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے جلالی نشانوں کے ذریعہ دنیا میں پھر عبودیت قائم کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عبد دنیا میں نظر آنے لگے۔ اس کے بعد شیطان نے پھر زور پکڑا اور ابراہیمی زمانہ تک حضرت نوح کے تمام آثار کو اس نے اپنی دانست میں مٹا دیا تو خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ پھر دنیا میں اپنا نور قائم کیا اور خدا کے عبد نظر آنے لگے۔ لیکن ابراہیمی نور بھی آخر مدھم پڑ گیا اور خدا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل میں اپنا نور ظاہر کرنا پڑا۔ حضرت موسیٰ کے بعد خدا تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ تواتر کے ساتھ شروع کردیا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور خدا تعالیٰ کا وجود جس کا اثر دلوں پر نہایت ہی کمزور ہو گیا تھا پھر اپنی عظمت کے ساتھ دنیا میں نظر آنے لگا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اُن کے سلسلہ میں بھی کمزوری پیدا ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی مدھم پڑ گئی۔

پھر شیطان نے اپنا سر اُٹھایا۔ تب خدا تعالیٰ نے اس آخری نور کو جو ہدایت اور راہنمائی کا آخری
سرچشمہ تھا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنانِ دین کا مقابلہ جس سختی کے ساتھ کرنا پڑا اور جن
تکالیف میں سے آپ کو گزرنا پڑا ان سے تمام مسلمان واقف ہیں اور ہماری جماعت کے
سامنے تو یہ مسئلہ کئی رنگوں میں آتا رہتا ہے۔ آپ آخری روشنی تھے جو ظاہر ہوئے۔ آپ کے
بعد کوئی نور ایسا آنے والا نہ تھا جو آپ کے نور سے منور نہ ہو۔ اسی طرح آپ کا ہدایت نامہ
آخری ہدایت نامہ تھا۔ یعنی پھر دنیا میں کوئی ایسی ہدایت آنے والی نہ تھی جو آپ کے ہدایت
نامہ کے خلاف ہو لیکن آپ کے لئے بھی مقدر تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد لوگ آپ کے لائے
ہوئے نور سے بھی محروم ہو جائیں پھر شیطان سر اٹھائے پھر دنیا میں گمراہی پھیل جائے اور پھر
ایسا فتنہ ظاہر ہو جو آپ کی لائی ہوئی تعلیم اور نیکی و ایمان کو خطرہ میں ڈال دے بلکہ ایک ایسا فتنہ
مقدر تھا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مابین
خلق ادم الی قیام الساعۃ اکبر من امر الدجال یعنی ایک دجالی فتنہ ظاہر ہونے والا
ہے کہ خلقِ آدم سے لے کر قیامت تک اس سے بڑا فتنہ کوئی ظاہر نہیں ہوا ہوگا۔ پس جس طرح
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود سارے وجودوں سے بڑھ کر تھا۔ جس طرح آپ کی
لائی ہوئی تعلیم سب تعلیموں سے اکمل تھی۔ ویسے ہی آپ کے بعد ایک ایسا فتنہ ظاہر ہونے والا
تھا جو دنیا کے تمام فتنوں سے بڑا تھا۔ گویا ایک طرف جب آپ کے وجود میں رحمانی طاقتوں
نے کامل طور پر ظہور کیا تو آپ کے مقابل پر جو فتنہ اُٹھنے والا تھا اس میں شیطانی طاقتوں نے اپنا
پورا زور صرف کرنا تھا۔ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے مقدر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
روحانی اولاد اور آپ کے شاگردوں میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے اور اس کے ذریعہ اس
دجال کا جس نے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا ہوگا سر کچلا جائے۔
ہم دیکھتے ہیں۔ آج کوئی فتنہ اور کوئی شرارت ایسی نہیں جس کا وجود پہلے زمانوں میں پایا

نہ جاتا ہو اگر آج دہریت پائی جاتی ہے تو یہ ہر ملک اور ہر زمانہ میں پائی جاتی تھی۔ فلسفیانہ طور پر
خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار یونانیوں، ہندوستانیوں اور مصریوں میں پایا جاتا تھا اور مذہبی طور پر
خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار قریباً ہر ملک میں پایا جاتا تھا اور تمام ممالک میں ایسے لوگ ملتے تھے جو
کہتے تھے کہ مذہبی طور پر خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں۔ اگر آج لوگ انبیاء کا انکار کرتے۔ وحی
الٰہی کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو اس قسم کے لوگ پہلے
بھی ساری قوموں میں پائے جاتے تھے۔ پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو انبیاء کا انکار کرتے تھے۔
پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو وحی الٰہی کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو فسق و فجور میں
مبتلا رہتے تھے اور پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو دین سے بے اعتنائی کرتے تھے اور بداخلاقیوں
کے مرتکب ہوتے تھے۔ پھر وہ کیا چیز ہے دجالی فتنہ میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
آدم سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں ہوگا۔ کوئی ایسی چیز اس فتنہ میں ہونی
چاہئے جو پہلے دنیا میں موجود نہیں تھی۔ اس حقیقت کے معلوم کرنے کے لئے جب غور کرتے
ہیں تو ہمیں دو چیزیں ایسی نظر آتی ہیں جو پہلے فتنوں میں موجود نہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے
زمانہ میں جو فتنے پیدا ہوتے تھے وہ مقامی ہوتے تھے۔ مثلاً ہندوستان کا فتنہ مستقل ہوتا تھا وہ
ایرانی فتنے سے متاثر نہیں ہوتا تھا اور ایرانی فتنہ مستقل ہوتا تھا وہ یونانی فتنہ سے متاثر نہیں ہوتا
تھا۔ اسی طرح مصری فتنہ مستقل ہوتا تھا جو یونانی اور ایرانی فتنہ سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ
سے ان فتنوں کا دین پر متفقہ حملہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کی مثال بالکل ایسی ہی تھی جیسے ایک ملک
میں ڈاکو لوٹ مار کر رہے ہوں اور کچھ ایک طرف سے حملہ آور ہوں اور کچھ دوسری طرف سے۔
ڈاکوؤں سے ملک کا امن بے شک خطرہ میں پڑ جائے گا مگر حکومت تباہ نہیں ہوگی۔ حکومت منظّم
طاقتوں سے تباہ ہوا کرتی ہے۔ پس پہلے فتنوں اور موجودہ فتنہ میں فرق یہ ہے کہ یہ فتنہ ایک منظّم
تحریک کے ماتحت اپنا اثر پھیلاتا جا رہا ہے۔ جاپان گو عیسائی نہیں مگر اس کے خیالات کی رَو
یورپ کے تابع ہے۔ چین گو عیسائی نہیں مگر اس کے خیالات یورپ کے تابع ہیں۔ اسی طرح

ایران، ہندوستان، ترکستان اور عرب عیسائی نہیں ظاہراً مسلمان ممالک ہیں مگر ان کے خیالات کی رو یورپ کے تابع ہے۔ غرض موجودہ زمانہ میں تمام تحریکات ایک سلک میں پروئی ہوئی اور ایک نظام کے ماتحت نظر آتی ہیں جس سے اس فتنہ کی ہیبت بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے انسان یہ خیال کرتا تھا کہ ایرانی یا یونانی کہتا ہے مگر اب یہ کہا جاتا ہے دنیا کا ہر معقول پسند انسان یوں کہتا ہے۔ پہلے اگر کسی کے سامنے یہ کہا جاتا تھا کہ ایرانیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ تو سننے والا دل میں کہہ سکتا تھا کہ شاید باقی دنیا کا عقیدہ اس کے خلاف ہو۔ وہ مرعوب نہ ہوتا تھا اور عملاً بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ یعنی ایک وقت میں ایک ہی بدی سارے عالم میں پھیلی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ کسی ملک میں کوئی بدی ہوتی تھی تو کسی ملک میں کوئی بدی۔ اگر ہندوستان میں دہریت کی رَو تھی تو ایران میں بدعملی کی رَو تھی۔ یونان میں فلسفہ کی رو تھی تو مصر میں مشرکانہ خیالات کی رو تھی۔ پس ان کے اعتراضات میں یکسانی نہیں تھی اور مخالفت میں تنظیم نہیں پائی جاتی تھی لیکن اس زمانہ میں تمام خیالات ایک رو اور ایک ہی سلک کے ماتحت ہیں۔ جہاں سے کوئی تحریک اُٹھتی ہے اس کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دنیا کو خدا سے دور کر دیا جائے اور مادیت کی طرف اُسے مائل کیا جائے۔ چین، جاپان، سائبیریا، ایران، افغانستان جہاں جاؤ وہاں یہی مرض دکھائی دے گا۔ ہر شخص دنیا کو دین پر مقدم کر رہا ہوگا اور ہر شخص کی یہ کوشش ہوگی کہ دنیا سے خدا تعالیٰ کی طاقت کو کمزور کر دیا جائے۔ یہ چیز پہلے کبھی دنیا میں ایک وقت میں نظر نہیں آتی۔

دوسری چیز جو منفردانہ رنگ رکھتی ہے یہ ہے کہ پہلے جتنے حملے ہوتے تھے وہ فلسفیانہ ہوتے تھے اور فلسفہ کی ساری بنیاد واہمہ پر ہے۔ مگر اس وقت جتنے حملے ہوتے ہیں وہ سائنس کی بناء پر ہوتے ہیں اور سائنس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے۔ فلسفیانہ اعتراضات کے جواب میں تو انسان بڑی دلیری سے کہہ سکتا ہے کہ یہ تمہارے ڈھکوسلے اور دل کے خیالات ہیں۔ لیکن مشاہدہ پر بنیاد رکھتے ہوئے جب ایک سوال پیش کیا جائے تو اس وقت اس کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ ’’ایہہ جہان مٹھا تے اگلا کن ڈِٹھا‘‘ کہ اس دنیا کی عیش و عشرت پُر لطف

ہے مرنے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ کس نے دیکھا کہ وہاں آرام و آسائش میسر آسکے گی ایک فلسفیانہ خیال ہے اور اسے سن کر ایک انسان متاثر ہو سکتا ہے مگر دوسرا یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک کہاوت بنالی گئی ہے حقیقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ لیکن ذراتِ عالم کی بناوٹ پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھتے ہوئے اور یہ ثابت کرتے ہوئے کہ دنیا کا ذرّہ ذرّہ ایک ایسی تنظیم کی صورت رکھتا ہے کہ کارخانہ عالم خود بخود چلتا چلا جاتا ہے۔ جب کہا جائے کہ اس دنیا کو چلانے کے لئے کسی بیرونی ہستی کی ضرورت نہیں تو یہ سوال ایک نیا رنگ اختیار کر لیتا ہے جو پہلے امر میں نہیں تھا۔

پھر پہلے خدا تعالیٰ کے وجود کے خلاف صرف فلسفی کھڑے ہوا کرتے تھے مگر اب علم النفس والے بھی کھڑے ہیں، علم ہندسہ والے بھی کھڑے ہیں، علم سائنس والے بھی کھڑے ہیں، علم طبقات الارض والے بھی کھڑے ہیں، علم ہیئت والے بھی کھڑے ہیں۔ غرض تمام علوم مشترکہ طور پر ایک نتیجہ پیش کرتے ہیں اور یہ حملہ پہلے سے بہت زیادہ سخت ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ ایک فلسفی نے خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کیا۔ نہ معلوم اس کے قول میں سچائی ہے یا نہیں۔ مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ جس رنگ میں دیکھو یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ علم ہیئت سے دیکھو تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ علم حیات کے ماتحت دیکھو تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ علم طبقات الارض کے ماتحت دیکھو تب بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ اسی طرح اگر علم النفس کے ذریعہ خدا کو معلوم کرنا چاہو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں۔ اگر علم ہندسہ کے ذریعہ دیکھو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں۔ اگر علم کیمیا کے ذریعہ دیکھو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں۔

غرض تمام علوم ایک ہی طرف لگ گئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جدھر سے نکلو تمہارا دھیان مکہ کی طرف ہونا چاہئے۔ اسی طرح آج جدھر سے کفر اُٹھتا ہے ایک ہی خیال اور ایک ہی آواز لے کر آتا ہے کہ دنیا کو کسی خدا کی ضرورت نہیں ہم آزاد ہیں۔ وہ تمام علوم جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت کی جاتی تھی آج ان کے ماتحت خدا تعالیٰ کا

انکار کیا جاتا اور اس انکار کی بنیاد سائنس پر رکھی جاتی ہے۔ مثلاً رؤیا اور الہام ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہیں۔ پہلے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کی زبان ہے جو وہ بولتا ہے؟ اس سوال کا آسانی سے جواب دیا جاسکتا تھا یا لوگ کہہ دیتے کہ خوابیں کیا ہیں، انسانی خیالات ہی ہیں اس کا بھی آسانی سے رڈ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن آج خوابوں کے متعلق انسانی علوم نے اتنی تحقیق کی ہے کہ انسان گھبرا اُٹھتا ہے۔ آج انسانی دماغ کی بناوٹ سے ثابت کیا گیا ہے کہ بغیر اس کے کہ خوابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ انسانی دماغ بہت سی خوابیں دیکھتا اور پھر وہ خوابیں اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہیں۔ پس خوابوں کا پورا ہو جانا بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ دنیا کا کوئی خدا ہے۔ کیونکہ مشاہدات کے ذریعہ انہوں نے اس کو باطل ثابت کیا ہے۔ گو وہ الہام جو مذہب کا آخری سہارا تھا اُسے بھی دلائل کے رُو سے باطل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرض آج کفر اپنے تمام ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور یہ حملہ اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ پہلے حملوں میں آدمی کم ہوتے اور وہ متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔ ایرانی اور رنگ میں حملہ کرتا تھا اور جاپانی اور رنگ میں۔ مگر اب تمام دنیا متفقہ طور پر حملہ کرتی اور ایک ہی محاذ پر جنگ لڑتی ہے۔ پھر پہلے حملے فلسفہ تک محدود تھے مگر اب علم ہیئت کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے۔ علم حیات کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے۔ علم النفس کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے۔ غرض جتنے رائج الوقت علوم ہیں ان سب کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فتنہ کے برابر دنیا کا کوئی فتنہ نہیں۔ اس عظیم الشان فتنہ کے متعلق جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس کا کیا علاج ہوگا اور وہ کون لوگ ہوں گے جو اس بیمثال فتنہ کا مقابلہ کریں گے۔ جو پھر خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کی توجہ کو پھرا دیں گے پھر ایمان دنیا میں از سرِ نو قائم کر دیں گے پھر مخلوق کو اس کے خالق سے ملا دیں گے؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا۔ **لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من هولاء** اور بعض جگہ رجال من فارس کے الفاظ آتے ہیں۔ یعنی

ایمان اگر ثریا سے بھی معلق ہو جائے گا تب بھی سلمان فارسی کی نسل یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو ایمان کو دنیا میں قائم کر دیں گے۔

اس بہت بڑے فتنے کا ذکر کر کے جس کے سننے کے بعد صحابہ کے ہوش اُڑ گئے تھے اور وہ اس قدر خوفزدہ ہوئے تھے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا اور اس کے متن کی تفصیلات بیان کیں اور اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے اور کئی گھنٹے کے بعد جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہؓ کے رنگ اُڑے ہوئے ہیں اور وہ سخت پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہ اس طرح گھبرائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ کے بیان نے تو ہماری جانیں نکال دیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اتنے بڑے فتنہ کے بعد ایمان کے بچاؤ کی صورت کیا ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دجال آیا۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو **انا حجیجه** میں تمہاری طرف سے اس سے بحث کروں گا اور اگر میں زندہ نہ ہوا تو ہر مومن اپنی اپنی طرف سے لڑے۔

یہ جو فرمایا کہ اگر میں زندہ ہوا تو تمہاری طرف سے دجال سے بحث کروں گا۔ دراصل اس سے بھی وہی مراد ہے۔ جو سورہ جمعہ کی آیت **وَاخرين منهم لما يلحقوا بهم** سے مراد ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس وقت ایسا شخص مبعوث ہو چکا ہو جسے میرا وجود کہا جاسکے۔ تو وہ اس دجال کا مقابلہ کرے گا۔ ورنہ سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ ہوگی کہ مسلمان اس دجال سے لڑ کر مر جائیں۔

ابناء فارس سے امید

اس عظیم الشان فتنہ کے مقابلہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی کی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اپیل کی ہے کہ میں یہ امید کرتا ہوں۔ جب یہ فتنہ عظیمہ پیدا ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے۔ جو تمام قسم کے خطرات اور مصائب کو

برداشت کرتے ہوئے پھر دنیا میں ایمان قائم کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں یہ خالی پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک آرزو ہے۔ ایک خواہش ہے ایک امید ہے اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خدا کا رسول ابناء فارس سے کیا چاہتا ہے۔ اس فتنہ سے خطرات کے لحاظ سے بہت کم۔ نتائج کے لحاظ سے بہت کم۔ زمانہ اور اثرات کے لحاظ سے بہت کم۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک فتنہ اُٹھا۔ صحابہؓ نے اس وقت جو نمونہ دکھایا وہ تاریخ کی کتابوں میں آج تک لکھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں جو فتح مکہ کے بعد ہوئی شامل ہوئے۔ وہ لوگ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں پوری مضبوطی سے قائم نہیں ہوا تھا۔ وہ اور ان کے علاوہ کچھ کافر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہمیں بھی اس لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیجئے جس نے ہوازن کا مقابلہ کرنا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شامل ہونے سے روکا۔ مگر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

دس ہزار کا لشکر میدان جنگ کی طرف چل پڑا۔ جس وقت ہوازن کے قریب پہنچے تو وہاں ایک درّہ تھا جس کے گرد طائف کی اقوام نے اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور اچھے ہوشیار تیر انداز سڑک کے دونوں طرف پڑے تھے۔ صحابہ کا دس ہزار کا لشکر وہ تھا جس کا ایک ایک شخص کئی کئی کفار کا مقابلہ کر چکا تھا اور اس لحاظ سے ہوازن کا مقابلہ ان کے لئے مشکل نہیں تھا لیکن اب دو ہزار کمزور ایمان والے بھی ان میں شامل ہو گئے تھے۔ ایسے لوگ ان میں مل گئے تھے جن کے دلوں میں کبر اور غرور موجود تھا اور جو ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ مدینہ والے لڑائی کیا جانیں اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہوئے کہتے۔ اے مکہ والو! آج جرأت و بسالت دکھانے کا دن ہے۔ اس غرور اور تکبر کی حالت میں جونہی وہ تیر اندازوں کی زد میں پہنچے۔ ہوازن کے تجربہ کار تیر اندازوں نے بے تحاشا ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ یہ دیکھتے ہی ان کی ساری بہادری جاتی رہی۔ اور وہ ڈر کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ دو

ہزار گھوڑوں کا صفوں کو چیرتے ہوئے گذرنا کوئی معمولی امر نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باقی دس ہزار آدمیوں کے گھوڑے بھی بدک گئے اور بے تحاشا بھاگنے لگ گئے۔ یہاں تک کہ صرف بارہ آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے۔ اسلامی لشکر اس وقت کسی بزدلی کی وجہ سے میدانِ جنگ سے نہیں بھاگا بلکہ اس لئے بھاگا کہ دو ہزار گھوڑوں کے بھاگنے نے ان کے گھوڑوں کو مرعوب کر دیا اور وہ بھی میدان میں ٹھہر نہ سکے۔ ایک صحابی کا بیان ہے ہم اپنے گھوڑوں کو روکنے کے لئے ان کی باگیں کھینچتے اور اتنے زور سے کھینچتے کہ ان کی گردنیں ٹیڑھی ہو جاتیں مگر جونہی باگ ڈھیلی ہوتی وہ پھر بھاگ پڑتے۔ ہم حیران تھے کہ کیا کریں۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمن کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اس وقت بعض صحابہؓ نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا۔ یا رسول اللہ! یہ خطرے کا وقت ہے۔ اب مناسب نہیں کہ آپ آگے بڑھیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ نبی پیچھے نہیں ہٹا کرتا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے کہا۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ پھر آپ نے کہا۔

عباس! بلند آواز سے کہو۔ کہ اے انصار خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ اس وقت آپ نے مکہ والوں کو آواز دینے کیلئے نہ کہا۔ کیونکہ مکہ والے ہی تھے جنہوں نے اس جنگ میں فتح کو شکست سے بدل دیا تھا۔ پس آپ نے انصار کو مخاطب کیا اور حضرت عباسؓ سے کہا کہ انصار کو آواز دو کہ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ حضرت عباس کی آواز بہت بلند تھی۔ جب انہوں نے زور سے کہا کہ اے انصار۔ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو صحابہ کہتے ہیں یا تو ہماری یہ حالت تھی کہ ہم گھوڑے موڑتے تھے اور وہ نہیں مڑتے تھے یا جونہی یہ آواز بلند ہوئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے ہمیں یوں معلوم ہوا کہ قیامت کا دن ہے اور صور اسرافیل پھونکا جا رہا ہے۔

ہم میں سے جو شخص اپنی سواری کو لوٹا سکا اُس نے واپس لوٹا کر اور جس نے دیکھا کہ اس کی سواری نہیں مڑتی اس نے تلوار سے اس کی گردن کاٹ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک چند منٹ میں ہی میدان لشکر اسلامی سے بھر گیا۔ یہ وہ آواز تھی جو خدا کے رسول نے دی اور اس کی قدر انصار نے یہ کی کہ جس وقت یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی انہوں نے کسی چیز کی پروانہ کی اگر ان میں سے کسی کی سواری مڑسکی تو سواری پر چڑھ کر ورنہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کی گردنیں اُڑاتے ہوئے وہ چند منٹ میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر جمع ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود کی اولاد پر اشاعت (دین) کی ذمہ داری

اس آواز سے زیادہ شان کے ساتھ اس آواز سے زیادہ یقین کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ اعتماد کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ محبت کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ امید کے ساتھ خدا کے رسول نے 13 سو سال پہلے کہا تھا کہ

لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجال من ابناء فارس

وہ وقت جب میری اُمت پر آئے گا۔ جب اسلام مٹ جائے گا۔ جب دجال کا فتنہ روئے زمین پر غالب آ جائے گا۔ جب ایمان مفقود ہو جائے گا۔ جب رات کو انسان مومن ہوگا اور صبح کافر۔ صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر۔ اس وقت میں امید کرتا ہوں کہ اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو پھر اس آواز پر جو میری طرف سے بلند ہوئی ہے لبیک کہیں گے۔ پھر ایمان کو ثریا سے واپس لائیں گے۔ ان الفاظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی رجل نہیں کہا بلکہ رجال کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اشاعت (دین حق) کی ذمہ داری رجل فارسی پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اس کی اولاد پر بھی وہی ذمہ داری عائد ہوگی اور ان سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کی امید رکھتے ہیں جس کی امید آپ

نے رجل فارسی سے کی۔ یہ وہ آواز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ناامیدی کی تصویر کھینچنے کے بعد جس سے صحابہ کے رنگ اُڑ گئے۔ اور ان کے دل دھڑکنے لگ گئے تھے ان کے دلوں کو ڈھارس دینے کیلئے بلند کی اور یہ وہ امید و اعتماد ہے جس کا آپ نے ابناء فارس کے متعلق اظہار کیا۔ میں آج اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجل فارسی کی اولاد میں سے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت محمدیہ کی تباہی کے وقت امید ظاہر کی ہے کہ لناله رجال من فارس اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اسی فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کی لالچوں، حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ ایمان کو ثریا سے واپس لایا جائے اور مخلوق کو آستانہ خدا پر گرایا جائے۔ یہ امید ہے جو خدا کے رسول نے کی۔ اب میں ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی وہ اپنے دلوں میں غور کر کے اپنی فطرتوں سے دریافت کریں کہ اس آواز کے بعد ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

اسلام کی دردناک حالت

اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت دنیا اپنی تمام خوبصورتیوں کے ساتھ ننگی ہو رہی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی حالت نعوذ باللہ اس کوڑھی کی سی ہے جسے گھر سے باہر پھینک دیا گیا ہو۔ آج دین کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

اسی طرح فرماتے ہیں:-

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید

دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

ان حالات میں ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کے دلوں میں کس قسم کے احساسات ہونے چاہئیں۔ یہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق خود سمجھ سکتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جب ایک کمزور انسان کسی کو بلندی پر گامزن دیکھتا۔ جب ایک دولت مند کی دولت اور عہدہ دار کے عہدہ پر نظر ڈالتا ہے۔ تو اس کے دل میں لالچ آتا اور وہ کہہ اُٹھتا ہے کہ میں بھی کیوں ایسا نہ بنوں میں تسلیم کرتا ہوں کہ بے شک ایسا ہوتا ہے مگر یہ ساری چیزیں اس وقت بھی تھیں جب ہوازن کے سامنے صحابہؓ صف آراء تھے۔ ان کے سامنے بھی ان کے بیوی بچے تھے۔ ان کے سامنے بھی یہ بات تھی کہ اگر وہ ہوازن کے تیراندازوں کے سامنے ہوئے تو ان کے سینے چھلنی ہو جائیں گے اور وہ چند منٹوں میں ہی خاک و خون میں لوٹیں گے۔ مگر ان تمام امور کے باوجود انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر اپنی بیویوں اور بچوں کو بھلا دیا اور ایک ہی مقصد اپنے سامنے رکھا کہ جس طرف خدا کا رسول بلاتا ہے اسی طرف جائیں۔ آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی تصویر کھینچنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ کوئی چیز آج اسلام کی باقی نہیں۔ نہ تمدنی احکام قائم ہیں نہ سیاسی احکام قائم ہیں، نہ اقتصادی احکام قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں۔ ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہوگی، جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا، اتنا بغض کہ اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو۔ اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو بھی شخص مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے جو بھی اس تہذیب سے متاثر ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دنیا کے سامنے بُرے رنگ میں پیش کیا ہے جس تہذیب نے اسلامی تمدن

کی شکل کو بدل دیا۔ جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں۔ کبھی چین اور اطمینان کی نیند سو نہیں سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے ہیں جو مغربیت کی رَو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ہر چیز کو دیکھ کر آگ لگ جانی چاہئے کیونکہ ہم اور مغربیت ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے۔ یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت زندہ رہے گی۔

انگریزوں اور مغربیت میں فرق

یہ مت خیال کرو کہ ہم تو انگریزوں کے دوست ہیں۔ پھر مغربیت کے متعلق میں ایسے خیال کیوں رکھتا ہوں کیونکہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے۔ انگریز انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے کہ ہم اور اس لحاظ سے انگریز ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اُسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے اگر کوئی شخص مغربیت کی نقل کا ذرہ بھی مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو وہ مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی بیٹا نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اس نے اس آواز کو نہیں سنا جسے پھیلانے کے لئے مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ پس میں وضاحت سے ان کو یہ پیغام پہنچاتا اور وضاحت سے ہر ایک کو ہوشیار کرتا ہوں کہ مَیں ہر ایسے خیال اور ہر ایسے شخص سے بیزار ہوں جس کے دل میں مغربیت کی نقل کا ذرہ بھی مادہ پایا جاتا ہے اور جو دین کی خدمت کرنے کیلئے تیار نہیں۔ خواہ وہ میرا بیٹا ہو یا میرے کسی عزیز کا۔ میں نے ہمیشہ یہ دعا کی ہے اور متواتر کی ہے کہ اگر میرے لئے وہ اولاد مقدر نہیں جو دین کی خدمت کرنے والی ہو تو مجھے اولاد کی ضرورت نہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی دعا کی آخر دم تک توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے سامنے ایک عظیم الشان کام ہے۔ اتنا عظیم الشان کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سامنے ایک فتنہ ہے۔ اتنا بڑا فتنہ کہ اس کے برابر دنیا میں اور کوئی فتنہ

نہیں۔ اگر ہم اس کام کی سرانجام دہی کے لئے کھڑے نہیں ہو جاتے اور اس فتنہ کے مقابلہ کی ضرورت دلوں میں محسوس نہیں کرتے تو میں نہیں سمجھ سکتا ہم دنیا میں ذرّہ سی عزت کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اس وقت اسلام کے مقابل پر بیسیوں جھنڈے بلند ہیں۔ جب تک وہ تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے جب تک تثلیث کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا جب تک بُت پرستی کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا۔ جب تک اسلام کے سوا باقی تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے۔ جب تک سب دنیا میں تکبیر کے نعرے بلند نہیں ہو جاتے ہم کبھی اپنے فرائض کو پورا کرنے والے سمجھے نہیں جا سکتے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میں آج پیش کرتا ہوں اور اگرچہ میں پہلے بھی اسے پیش کرتا رہا ہوں لیکن کچھ دنوں سے ایک طاقت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں واضح طور پر پھر یہ بات پیش کر دوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے۔ سلام علی ابراھیم. صافیناہ و نجیناہ من الغم. تفردنا بذالک فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 561)

ابراہیم یعنی مسیح موعود علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو۔ صافیناہ ہم نے اُسے اپنے لئے خالص کر لیا۔ ونجیناہ من الغم اور ہم نے اُسے غم سے آپ نجات دی۔ تفردنا بذالک یہ سارا کام ہم نے خود کیا۔ فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی پس اے ابراہیم سے تعلق رکھنے والو، اسی چیز کو اپنا مقام بناؤ جس کو ابراہیم نے بنایا تھا۔ وہ مقام کیا ہے؟ اس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھولا ہے۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم. ربنا لیقموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون (سورۃ ابراہیم) حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب اس لئے کہ وہ اس وادی میں

رہتے ہوئے دنیا کے تمام جھگڑوں اور دنیا کمانے کے جھمیلوں سے آزاد رہیں۔ اے خدا تو ان کے دلوں کو ایسا بنا کہ یہ تیری عبادت کرنے والے اور تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے والے ہوں۔ مگر اے خدا یہ بھیک کا ٹھیکرا لے کر دوسروں کے پاس نہ جائیں بلکہ تیری طرف سے عزت والا رزق انہیں ملے تا ان کے دلوں میں تشکر کا جذبہ پیدا ہو اور یہ کہیں کہ ہم تو دنیا کی طرف نہیں گئے تھے مگر خدا تعالیٰ دنیا کو ہماری طرف کھینچ لایا۔ یہ وہ ابراہیمی مقام ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھا۔ یہاں گو ظاہری طور پر وادی غیر ذی زرع نہیں لیکن روحانی طور پر اب بھی موجود ہے۔ زرع والی وادی کونسی ہوتی ہے؟ وہی جہاں لوگ ملازمتیں کرتے اور دنیا کمانے کی جدوجہد کرتے ہیں مگر جب انسان ان کاموں کو چھوڑ دیتا ہے جن سے دنیا کمائی جائے تو وہ وادی غیر ذی زرع میں چلا جاتا ہے۔ پس ابراہیمی مقام جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا گیا اور آپ کی اولاد سے جس مقام پر کھڑے رہنے کی امید کی گئی یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے کے خیالات سے علیحدہ ہو کر صرف دین کے پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ تب خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ وہ خود لوگوں کو ان کی طرف کھینچ کر لائے گا اور آپ ان کے لئے رزق کے سامان مہیا فرمائے گا۔

میرے اس بیان سے وہ لوگ مستثنٰی ہیں کہ جو سلسلہ کی ضرورتوں کے لئے نوکری کریں۔ لیکن اُن کو اپنے اخلاص سے ثابت کرنا چاہئے کہ وہ دنیا کو نفس کی خاطر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر قبول کر رہے ہیں۔ یعنی انہیں ہر وقت پابہ رکاب رہنا چاہئے کہ جب ان کی ضرورت دین کو ہو۔ سب کچھ چھوڑ کر دین کی خدمت کے لئے آ جائیں۔

نادان کہتے ہیں کہ انگریز کی نوکری کرنے سے روٹی ملتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی نوکری کرنے سے انسان کو روٹی ملتی ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ دین کی نوکری کرنے سے انسان کو ذلیل روٹی ملتی ہے تو کیا ہم نے خدا تعالیٰ کے رسول کے ہاتھ پر یہ عہد نہیں کیا کہ اگر دین کے لئے ہمیں ذلت بھی برداشت کرنی پڑے گی تو ہم برداشت کریں گے گو میرے نزدیک دینی خدمت کے ذریعہ روٹی کھانا ذلت نہیں۔ ذلت دنیا کی نوکریوں میں ہے۔

نہ کہ خدا کی نوکری میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کاہلواں (قادیان کے قریب ایک گاؤں) کے ایک سکھ نے مجھے سنایا کہ ایک دفعہ بڑے مرزا صاحب نے ہمیں بلا کر کہا۔ غلام احمد کو جا کر سمجھاؤ کہ کوئی نوکری کر لے ورنہ میرے مرنے کے بعد اسے اپنے بڑے بھائی کے ٹکڑوں پر بسر کرنی ہوگی۔ وہ کہتا ہے میں ان کے پاس گیا اور کہا۔ آپ کے والد صاحب ناراض ہوتے ہیں۔ آپ نوکری کیوں نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنتے ہی ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔ والد صاحب کو یونہی فکر ہے میں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا۔ وہ سکھ یہ سن کر واپس چلا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب سے کہنے لگا۔ وہ کہتے ہیں جس کا نوکر میں نے ہونا تھا ہو چکا ہوں۔ یہ سنکر باوجود دنیا داری کے خیالات کے انہوں نے ایک آہ بھری اور کہنے لگے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نوکر ہو گیا ہوں تو ٹھیک کہتا ہے۔ وہ جھوٹ بولنے والا نہیں۔

غرض ابراہیمی نسل ہونے کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وہ وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہے اور اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کر دے لیکن ہر کام تیاری سے آتا ہے۔ اگر ہم کام وہ کرنا چاہیں جو رحمانی ہو لیکن طرز ہماری وہ ہو جو شیطانی ہو تو ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ دنیا اس وقت امارت اور حکومت کے خیالات میں مبتلا ہے۔ دنیا اس وقت تکلفات میں مبتلا ہے۔ دنیا اس وقت مغربی تہذیب کی دلدادہ ہو رہی ہے۔ اگر ہم عملاً اس تہذیب اور اس امارت اور حکومت کی طرف جائیں تو ہمارے ارادوں میں برکت کس طرح ہو سکتی ہے۔ شیطان کا گلا گھوٹنے کے لئے شیطانی ہاتھ کام نہیں آیا کرتا بلکہ شیطان کا گلا رحمانی ہاتھوں سے گھونٹا جاتا ہے۔ پس جب تک ان امنگوں سے انسان عاری نہ ہو جائے جو اپنے اندر دنیا دارانہ رنگ رکھتی ہے۔ اس وقت تک انسان دین کے کام کا اہل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسلام اسی وجہ سے دنیا میں کامیاب ہوا

کہ اس نے محبت و پیار کو قائم کیا اور امارت و غربت سے امتیازات کو مٹا دیا۔ آئندہ بھی اگر اسلام کامیاب ہوگا تو اسی وجہ سے۔ پس وہ شخص جو نوابی خیالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو خادمیت کیلئے اپنے نفس کو تیار نہیں پاتا۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا وہ کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہاں خادمیت کے بعد اگر خدا تعالیٰ کسی مقام پر انسان کو خود بٹھاتا ہے تو یہ دوسری بات ہے۔

سید عبدالقادر صاحب جیلانی فرماتے ہیں۔ بعض دفعہ خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے۔ اے عبدالقادر جیلانی! تجھے میری ذات کی قسم۔ تو اچھے سے اچھا کپڑا پہن اور میں پہن لیتا ہوں۔ بعض دفعہ کہتا ہے۔ اے عبدالقادر جیلانی! تجھے میری ذات کی قسم تو اچھے سے اچھا کھانا کھا اور میں کھا لیتا ہوں۔ یہی مقام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملا۔ آپ کو بھی خدا تعالیٰ نے عبدالقادر کہا اور ایک رویاء میں میرا نام بھی عبدالقادر رکھا گیا۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کہے کہ اچھا کھانا کھاؤ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھا کھائیں اور وہ کہے کہ اچھا کپڑا پہنو تو ہمارا فرض ہے کہ اچھا کپڑا پہنیں۔ اسی طرح اگر وہ کہے کہ معمولی کپڑا پہنو تو یہی ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کی بھی اطاعت کریں۔ پس ہماری کامل فرمانبرداری خدا کیلئے ہو۔ اگر وہ کہے کہ آسمان پر بیٹھو تو ہم آسمان پر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ کہے کہ تحت الثریٰ میں چلے جاؤ تو ہم تحت الثریٰ میں چلے جائیں۔ وہی ابراہیم والا مقام حاصل ہو کہ خدا نے انہیں کہا۔ اسلم، انہوں نے کہا ”**اسلمت لرب العالمین**“۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہ ہو کہ ہم دکھ میں پڑتے ہیں یا سکھ میں۔ ہمیں عزت حاصل ہوتی ہے یا ذلت۔ بلکہ ہم دیکھیں کہ ہمارا خدا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ پھر جس رنگ میں وہ ہمیں رکھنا چاہئے اسی میں ہم خوش رہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری وقت کا یہ الہام ہے۔ جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے خاندان کے متعلق ہی ہے کہ:-

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یعنی اے خدا۔ اب میں دنیا سے جاتی دفعہ اپنا اہل وعیال تیرے سپرد کرتا ہوں تو جس حالت میں چاہے انہیں رکھیو۔ چاہے تو اونچے مقام پر رکھ۔ چاہے تو نیچے مقام پر۔ یہ چیز ہے جسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنا ہمارا کام ہے اور جب تک ہماری اولادیں اس مقصد کو اپنے سامنے نہیں رکھتیں وہ ان انعامات کو حاصل نہیں کرسکتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے لئے مقدر ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ظاہری اولاد کو بھی ایک فخر حاصل ہوتا ہے لیکن وہ فخر اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ دین کے راستہ پر گامزن رہتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ عرب قبائل میں سے بڑے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو بحالت کفر بڑے تھے وہی اب بھی بڑے ہیں بشرطیکہ ان میں نیکی پائی جاتی ہو اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہو۔ بے شک خاندانی بڑائی بھی ہوتی ہے مگر وہ مشروط ہوتی ہے نیکی اور تقویٰ کے ساتھ۔ اگر وہ اس امر کی پروا نہیں کرتے اور اگر وہ دنیا کے کیڑوں اور کتوں کی طرح دنیا پر گرے جاتے ہیں تو وہ دوسروں سے زیادہ سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں یہ خدا کا کام ہے اور اگر ہم اس کام کو نہیں کریں گے تو اور لوگ کھڑے کر دئے جائیں گے لیکن وہ دن بدترین دن ہوگا جب خدا کہے گا کہ رجال فارس نے اشاعت دین سے اپنا منہ موڑلیا۔ آؤ اب ہم دوسروں کو یہ کام کرنے کا موقعہ دیں۔ یہ خدا کی دین ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کام کرنے کا موقعہ دیا۔ ورنہ وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ قربانی کر رہا ہے تو چاہے وہ کام کرتے کرتے مٹی میں مل جائے اور منہ سے مومن ہونے کا دعویٰ کرے وہ منافق ہے۔ کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کی عطا کو قربانی کا نام دیا۔ قربانی کرنے والا ہمیشہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ **الید العلیا خیر من الید السفلی**

پس ہمیں دین کی خدمت کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم قربانی کر رہے ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ہم سے کام لے رہا ہے۔ اگر تم اس حقیقت کو نہیں

سمجھتے۔ اگر تم دین کیلئے فقیر ہونا برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر تم دین کیلئے بھیک مانگنا پسند نہیں کر سکتے اور اگر تم دینی خدمت کو ہفت اقلیم کی بادشاہی سے زیادہ اعزاز والا کام نہیں سمجھتے تو تمہارے اندر ایک جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ لوگ کہتے ہیں سوال کرنا بُری چیز ہے اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ سوال بُری چیز ہے۔ لیکن اگر خدا اور اس کے دین کے لئے ہمیں سوال کرنا پڑے تو یہ کام بھی ہمارے لئے عزت کا کام ہے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ تم دین کی خدمت کر کے کوئی قربانی کر رہے ہو۔ یہ خدا کا احسان ہے جو تم سے کام لے رہا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے میں نے بعضوں کو دیکھا ہے۔ وہ اپنے نفس میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قربانی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں آؤ اب فلاں قربانی بھی کرلیں۔ حالانکہ اگر کسی شخص کے سامنے پلاؤ، زردہ، کباب اور مرغ وغیرہ پکا ہوا پڑا ہو اور دال بھی ہو تو کیا وہ کہا کرتا ہے کہ آج قربانی کر کے ہم مرغ کھا لیتے ہیں یا مہربانی کر کے کباب کھا لیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا تو وہ فریب خوردہ ہوگا یا پاگل ہوگا۔ کیونکہ یا تو پاگل یہ کہہ سکتا ہے کہ دال چھوڑ کر پلاؤ وغیرہ کھانا قربانی ہے یا فریب خوردہ شخص، جو اصلیت سے ناواقف ہو اس طرح کہہ سکتا ہے۔ اگر دین کوئی قیمتی شئے ہے۔ اگر دنیا کا ایک زندہ خدا ہے تو جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی پکارتا ہے کہ آؤ اور خدا کے دین پر جمع ہو جاؤ تو اس آواز پر لبیک کہنے والا قربانی نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور اس کے لطف وکرم سے حصہ پاتا ہے اور اگر وہ ایک منٹ کے لئے بھی سمجھتا ہے کہ قربانی کر رہا ہے تو وہ منافق ہے۔ پس اگر تم میں سے کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کر کے قربانی کر رہا ہے تو اس کا کوئی ایمان نہیں اس کو اس راستہ سے ہٹ جانا چاہئے۔ لیکن اگر دنیا جس کو ذلت سمجھتی ہے تم اسے عزت سمجھو۔ جس کو دنیا بیکاری خیال کرتی ہے تم اُسے کام سمجھو اور جسے وہ قربانی سمجھتی ہے اُسے تم انعام قرار دو۔ تب تم حقیقی معنوں میں مومن کہلا سکتے ہو۔ کیا وہ جرنیل جس کے ہاتھوں پر جرمن فتح ہوا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جرنیل بن کر اس نے قربانی کی۔ اگر دنیاوی جرنیل اپنے عہدوں

پر قائم ہو کر کام کرنا قربانی نہیں سمجھتے تو وہ لوگ جن کے سپرد قلوب کی فتح ہو، وہ کیونکر اپنے کاموں کو قربانی قرار دے سکتے ہیں۔ کیا انگریزوں میں سے ہیگ اور جرمنوں میں سے ہنڈن برگ کی جگہ اگر کوئی شخص کام کرنا چاہتا تو وہ اسے قربانی سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں اس اعزاز کے حاصل کرنے کیلئے اگر ممکن ہوتا تو ہر شخص اپنی آدھی عمر نذر کے طور پر پیش کر دیتا۔ اسی طرح ممکن ہوتا تو وہ اپنی بیوی اور بچوں کی جان پیش کر کے بھی اس درجہ کو حاصل کرتا اور پھر اسے اپنی قربانی قرار نہ دیتا۔ اگر دنیوی جرنیلوں کے مقام پر کھڑا ہونا انعام سمجھا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کے جرنیلوں کے مقام پر کھڑا ہونا قربانی کہلا سکتا ہے؟ پس وہ شخص جو دین کی خدمت کر کے اُسے قربانی قرار دیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا منہ چڑاتا اور اس کی ہتک کرتا ہے۔ گویا نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالیٰ کا انعام تو معمولی چیز ہے مگر اس شخص کی جان کی بہت بڑی قیمت ہے کہ وہ اپنی کوششوں کو وقیع قرار دیتا اور خدا تعالیٰ کے انعام کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُسے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے بھی زیادہ انعام دیتا ہے۔ مگر وہ اس انعام کو نہیں دیکھتا اور اپنی معمولی کوششوں کو قربانی اور ایثار سمجھنے لگ جاتا ہے۔ پس یہی نہیں کہ تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم مغربیت سے علیحدہ رہو گے تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم دین اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھو گے۔ تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم نوع انسان کے خیر خواہ رہو گے۔ تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم فخر اور خیلاء کے خیالات کو اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دو گے۔ بلکہ ان تمام کاموں کے باوجود تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم اپنی خدمات کو ایک ذلیل اور کھوٹا پیسہ تصور کرو گے اور کہو گے کہ خدا تعالیٰ کو تم نے ایک کھوٹا پیسہ دیا مگر اس نے تمہیں دولت بے حساب دی۔

یہ ہے وہ آواز جو تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور یہ ہے وہ آواز جو مسیح موعود علیہ السلام نے دی۔ یہ ہے وہ آواز جو خدا تعالیٰ نے دی۔ اگر خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح موعود علیہ السلام کی پکار کے بعد بھی کسی کے دل سے لبیک کی آواز بلند نہیں ہوتی۔ تو وہ ایک مردہ دل ہے خواہ وہ کتنے ہی اچھے لباس میں موجود ہو۔

کیا لطیف نمونہ ہے جو حضرت بدھؑ نے دکھایا۔ بدھؑ اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے جب خدا تعالیٰ کی تڑپ ان کے دل میں پیدا ہوئی تو وہ اپنے گھر سے نکل گئے اور مدتوں جنگل و بیابان میں عبادتیں کرتے رہے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اُن پر الہام نازل کیا اور انہیں نبوت کے مقام پر فائز کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کیا۔ اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے آپ نے اپنے متبعین کو حکم دیا کہ دنیا نہ کماؤ بلکہ دن بھر دین کا کام کرو اور جب بھوک لگے تو بھیک مانگ کر کھا لو۔ جب ان کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی تو ان کے باپ نے بھی جو بہار کے علاقہ میں تھا انہیں بلا بھیجا اور آخر وہ بھی ان کی مریدی میں داخل ہو گیا۔ جب بدھ وہاں سے واپس آنے لگے تو ان کے باپ کو خیال آیا کہ گدی کے متعلق کوئی فیصلہ ہونا چاہئے۔ اس زمانہ میں قانون تھا کہ یا باپ خود گدی پر بیٹھتا یا اپنے بیٹے یا پوتے کو گدی بخش دیتا اس صورت کے علاوہ گدی نشین ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ بدھ کے باپ نے جب دیکھا کہ یہ تو گدی پر بیٹھیں گے نہیں۔ اس نے اپنے پوتے کو بلایا اور اسے فقیرانہ لباس پہنا کر اور کشکول ہاتھ میں دے کر کہا۔ اپنے باپ کے پاس جا اور کہہ کہ میں بھی اپنا حق مانگنے آیا ہوں۔ گویا مطلب یہ تھا کہ بادشاہت کے لئے آپ اپنا حق میری طرف منتقل کر دیں۔ بدھ کا طریق تھا کہ جب کسی کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتے تو اس کا سر منڈوا دیتے۔ جب بیٹا اُن کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کیا تو مجھ سے بھیک مانگنے آیا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ انہوں نے کہا۔ اچھا تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ میں دے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے ایک شاگرد کو بلایا اور کہا کہ اس کا سر مونڈ دو اور اسے بھکشو بنا دو جس کے معنی یہ تھے کہ اس کے بعد بادشاہت اُن کے خاندان سے نکل گئی۔ باپ نے جب یہ سنا تو وہ رو پڑا اور اُن سے بلا کر عہد لیا کہ آئندہ کسی نوعمر کو بھکشو نہ بنائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق جو کام ہمارے ذمہ ہے وہ اتنا عظیم الشان ہے اور اس کی ذمہ داری اتنی وسیع ہے کہ میں افسوس کرتا ہوں۔ ہمارے دل ابھی اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکے۔ میں دیکھتا ہوں جو لوگ دین کی خدمت بھی کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں

نے قربانی کی۔ حالانکہ قربانی ہمیشہ اعلیٰ چیز کہلاتی ہے۔ اگر دین کیلئے کام کرنا قربانی ہے۔ تو گویا دین ادنیٰ ہے مگر ان کا درجہ اس سے بلند ہے۔ یہ احساس اگر ایک لحہ کے لئے بھی ہمارے اندر رہتا ہے کہ ہم دینی کام کر کے قربانی کرتے ہیں تو یقیناً ہم ایمان سے بے بہرہ اور نابینا ہیں۔

پس پہلے تو میں ان سے جنہیں خدا کے رسول نے آواز دی اور کہا کہ لنالہ رجال من فارس کہتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھیں ان کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ دنیا کی عزتیں اور دنیا کی بڑائیاں کوئی چیز نہیں خدا کے در کی غلامی سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے۔ اگر تم دنیا کماؤ بھی اور سبھی کچھ بن جاؤ تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام سے تمہاری عزت بڑھ سکتی ہے؟ پھر ان نشانات کو دیکھو جنہوں نے دُور دُور کے اندھوں کو روشنی بخش دی۔ جس سے یورپ اور امریکہ کے نابینا بینا ہو گئے۔ اگر پاس والے اللہ تعالیٰ کے اس نور سے فائدہ نہ اٹھائیں تو کس قدر افسوسناک بات ہوگی۔ پس پہلے تو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اولاد کو مخاطب کرتا ہوں۔

لیکن چونکہ ہر شخص جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرتا اور آپ کے اوامر پر کاربند ہوتا ہے۔ آپ کی روحانی اولاد میں داخل ہے۔ اس لئے روحانی طور پر تمام جماعت احمدیہ رجال فارس میں داخل ہے۔ پس روحانی اولاد ہونے کی نسبت سے میں باقی تمام جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ کب تک یہ غفلت شعاریاں چلی جائیں گی۔ کب تک تمہارے چہروں پر مُردنیاں چھائی رہیں گی۔ کب تک خدا تعالیٰ کے دین کو تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور تم خاموش رہو گے۔ کب تک تم اپنی حقیر خدمات کو قربانیاں قرار دو گے۔ کب وہ دن آئے گا کہ تم دین کیلئے بے تاب ہو جاؤ گے اور کب وہ دن آئے گا کہ تم کمر ہمت باندھ کر اس کام کے لئے میدان عمل میں نکل کھڑے ہو گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ پس میں انہیں بھی کہتا ہوں کہ خدا کی ایک بلند آواز ہوئی ہے۔ اُٹھو اور اس آواز کو سن کر وہی کہو جو تم سے پہلے راستبازوں نے آج

سے تیرہ سو سال پہلے کہا کہ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار۔ ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامة۔ انک لا تخلف المیعاد۔ (آل عمران) اس تعلیم کو اپنے دل میں پیدا کرو یہاں تک کہ تمہارا ذرہ ذرہ اس تعلیم پر لبیک کہہ اُٹھے۔ پھر اپنی اولادوں کے کانوں میں یہ تعلیم ڈالو اور وہ اپنی اولادوں کے کانوں میں ڈالیں۔ یہاں تک کہ ہمارے کانوں میں سوائے خدا کی آواز کے اور کوئی آواز نہ گونجے۔ ہماری آنکھوں میں سوائے اس نور کے اور کوئی نور نہ چمکے۔ جب تک یہ حالت پیدا نہیں ہوتی ہم مٹی کے بت ہیں جو بڑے بڑے کام کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سڑے ہوئے مُردار ہیں جو دنیا کو زندہ کرنے کے مدعی بنتے ہیں۔

نکاحوں کا اعلان

میں اس کے بعد ان نکاحوں کا اعلان کرتا ہوں جن کے لئے اس وقت اجتماع کیا گیا ہے۔ گو بظاہر اس خطبہ کا نکاح کے ساتھ کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقی طور پر اس کا نکاح کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ حقیقی زوجیت خدا تعالیٰ کے تعلق میں ہی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ شادیوں کے ذکر میں نمازوں کا خصوصیت سے ذکر کرتا ہے۔ اگر ہم دنیا میں زوجیت کا تعلق قبول کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں خدا اور اس کے رسول کی محبت میں سرشار رہنا ہمیں گوارا نہ ہو اور حقیقی خوشی تو اس وقت تک ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اسلام دنیا میں قائم نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک دنیا کی خوشیاں بھی ہمیں غم میں مبتلا کر دیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دفعہ میدہ کی روٹی کھا رہی تھیں کہ ان کے آنسو بہنے لگ گئے کسی نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت چکیاں نہیں ہوتی تھیں ہم سِل بٹہ پر دانے کوٹ لیتے اور بھوسی پھونک سے اُڑا کر آٹا گوندھ کر روٹی پکا لیتے۔ اب میدہ کی روٹی میرے

گلے میں پھنس رہی ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدہ ہوتا تو میں آپ کو اس کی روٹی پکا کر کھلاتی۔ ایک میدہ کی روٹی کتنی حقیر چیز ہے مگر حضرت عائشہؓ کے گلے میں وہ بھی پھنس گئی۔ اس لئے کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت یاد آ گیا۔ پھر کیا دنیا کی تمام نعمتیں ہمارے گلے میں نہیں پھنسنی چاہئیں؟ دنیا کی نعمتیں اور حکومتیں کس کے لئے ہیں؟ یہ سب خدا اور اس کے رسول کے لئے اور اس کے شاگرد کامل مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم ان سب نعمتوں کو لا کر خدا اور اس کے رسول کے قدموں پر ڈال دیں۔ حضرت عائشہؓ دنیا کو نصف ایمان سکھانے والی تھیں۔ عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی تھیں۔ ان کا نمونہ ہمارے لئے پاک نمونہ ہے کیا محبت تھی ان کے دل میں کہ ایک میدہ کی روٹی بھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہو کر نہ کھا سکیں اور اس کے کھاتے ہوئے بھی ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر کیا دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو نہیں بھرنے چاہئیں؟ جب تک اس دنیا میں ہماری وہ حالت نہ ہو۔ جو حضرت عائشہؓ کی تھی اس وقت تک حقیقی معرفت کے حصول سے ہم دور ہیں۔ اگر خدا ہمیں اچھا پہناتا ہے تو ہم بے شک پہنیں اچھا کھلاتا تو ہم بیشک کھائیں مگر ہمارے دل میں یہ درد ہونا چاہئے کہ دنیا پر دجال قابض ہے۔ کاش ہمیں طاقت ہو تو ہم دنیا کی ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شاگردوں کے لئے مخصوص کر دیں۔ بے شک خدا ہمارا آقا اور وہ ہمیں اچھی چیز کھلاتا یا پہناتا ہے تو ہمیں کھانی یا پہننی چاہئے۔ مگر باوجود اس کے ان چیزوں کو ہمارے گلوں میں پھنسنا چاہئے اور ہمارے دل میں تڑپ ہونی چاہئے کہ جب تک ان کپڑوں کے بننے والے اور ان کھانوں کو تیار کرنے والے مسلمان نہیں ہو جاتے جب تک ہر تاگا جو دوسرے تاگا میں پرویا جاتا ہے ایک مسلمان کے ہاتھ سے پرویا نہ جائے اور اس پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ نہ پڑھا جائے ہم چین، اطمینان اور راحت کے بستر پر نہیں سو سکتے۔ ان کھانوں کے کھاتے وقت اور ان کپڑوں کے پہننے وقت ہمارے دل میں ایک آگ ہونی چاہئے۔ ایک سوزش ہونی چاہئے کہ ہر نعمت خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔ اس کی کنجی محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہو۔ یہ چیز ہے جسے ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔ اگر ہم اسے پیدا کر لیں تو ہماری عقل اور ہمارے فہم و فراست میں ایک برکت رکھ دی جائے گی۔ ورنہ یہ ایک طبعی بات ہے کہ خوشی کے موقعہ پر زیادہ رنج پیدا ہوتا ہے۔ جب مومن کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کیا اس خوشی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام شریک ہیں یا نہیں۔ اگر وہ شریک ہوں تو ہمارے لئے خوشی ہے اور اگر وہ اس میں شریک نہ ہوں تو خوشی رنج کو بڑھانے والی اور ہمارے دلوں کو مغموم کرنے والی ہوگی۔ ایک خاوند جس کی بیوی مر جاتی ہے یا ایک عورت جس کا خاوند مر جاتا ہے جب وہ اپنے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کے آنسو بھی بہہ رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کاش! ان بچوں کی والدہ یا والد زندہ ہوتا۔ یہی حال مومن کا ہے اسے کوئی خوشی پہنچے ساتھ ہی اسے رنج بھی ہوتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ کیا محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان خوشیوں میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر نہ ہوں تو وہ رسمی خوشی مناتا ہے حقیقی خوشی اُسے حاصل نہیں ہوتی۔

پس یہ بے جوڑ خطبہ نہیں بلکہ اس کا نکاح کے ساتھ بہترین تعلق ہے۔ اس خطبہ کے بعد اور اس ذمہ داری کی حقیقت واضح کرنے کے بعد کہ ساری ذمہ داریاں اسی میں آ جاتی ہیں میں ان نکاحوں کا اعلان کرتا ہوں جن کے لئے میں اس وقت کھڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد حضور نے نکاحوں کا اعلان فرمایا اور مجمع سمیت لمبی دعا کی۔

(الفضل 26/اگست 1934ء بحوالہ خطبات محمود جلد اوّل ص:100-131)

☆......☆......☆

تقریب رخصتانہ

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی تقریب شادی

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی شادی مورخہ 26/اگست 1934ء کو محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم سلمہا اللہ بنت حضرت مصلح موعود کے ساتھ انجام پائی۔ شادی کی اس مبارک اور بابرکت تقریب کی خبر اخبار الفضل قادیان نے جوان دنوں ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا تھا، صفحہ اوّل پر جلی انداز میں شائع کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی شادی کی یہ خبر ذیل میں درج ہے۔

''خدا کے فضل سے 26/اگست بعد نماز عصر سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اپنے صاحبزادے مرزا منصور احمد صاحب کو لے کر مع چند احباب کے جن میں عزیز و اقارب اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض (رفقاء) شامل تھے قصر خلافت میں تشریف لائے جہاں حضرت مصلح موعود نے بذاتِ خود ان کا استقبال کیا اور دولہا کے گلے میں ہار ڈالا۔ حضور کی طرف سے بھی بعض (احباب) کو دعا کے لئے مدعو کیا گیا جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے (رفقاء) کو خصوصیت سے مدنظر رکھا گیا۔ سب کی مٹھائی اور پھلوں سے ضیافت کی گئی۔ اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد صاحبزادی صاحبہ کو رخصت فرمایا۔ دولہا دلہن پھول پتیوں سے سجی ہوئی ایک موٹر میں سوار کرائے گئے اور تین موٹروں پر خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے ممبر سوار ہوئے موٹریں اللہ اکبر کے نعروں میں جو احمدیہ چوک میں

کھڑے احباب نے بلند کئے۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی کو روانہ ہوگئیں''۔ (الفضل 28/اگست 1934ء صفحہ اوّل)

سہرا ـــ منظوم دعائیہ ہدیہ تبریک

شادی بیاہ کے مواقع پر دولہا دلہن کے لئے نیک توقعات کی خواہشات اور اس کا اظہار کرنا ایک لازمی اور فطری امر ہے۔ دل کے نہاں گوشوں میں جہاں دعاؤں کے سوتے پھوٹتے ہیں وہاں اس قسم کی تمناؤں کا اظہار ظاہری رنگ میں بھی ہوتا رہتا ہے اور انہیں تمناؤں کا اظہار اگر منظوم طرز میں ہو تو سہرا کہلاتا ہے۔

سہرا کہنے کا رواج اس وقت تو عام ہی تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی شادی کے موقعہ پر سلسلہ کے دو معروف بزرگ شعراء نے سہرے کہے ایک اُردو زبان میں اور ایک فارسی میں، اُردو زبان میں حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے سہرا کہا اور فارسی زبان میں برصغیر کے نامور فارسی شاعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے ''فردوسی ثانی'' کا لقب پانے والے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل نے سہرا کہا۔

یہ دونوں سہرے روزنامہ الفضل 28/اگست 1934ء کے پہلے اور دوسرے صفحہ پر شائع ہوئے۔

ان میں سے اُردو سہرا پیش ہے۔

ضیا بخش عیونِ انس و جاں منصور کا سہرا — کہ ہے یہ نور چشم حضرت مامور کا سہرا

مسیح و مہدی مولیٰ کا پوتا جب بنا دولھا — فرشتے لائے گلہائے ریاض نور کا سہرا

ترے نسلاً بعیداً نے نوید جانفزا بخشی — مزین گوہر محمود سے منصور کا سہرا

یہ دور خسروی ابناء فارس کو مبارک ہو — رہے گا اب انہی کے سر نئے دستور کا سہرا

خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں ایک عالم میں — پڑھا جائے گا گھر گھر اکمل مسرور کا سہرا

بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔

1- محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ
2- محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب
3- محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ
4- محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب
5- حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

☆ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ

لجنہ اماء اللہ میں مختلف حیثیتوں میں کام کرتے ہوئے نائب صدر لجنہ ربوہ تک کا اعزاز بھی پایا۔ آپ حضرت سید میر مسعود احمد صاحب ابن حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ حضرت میر صاحب مربی کی حیثیت سے جن جن ملکوں میں رہے وہاں کمال حوصلہ اور سلیقہ کے ساتھ اپنے شوہر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہوئے سلسلہ کی خدمت کی اور اپنے بچوں کی نیک تربیت کی۔

☆ محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب

بی ایس سی کرنے کے بعد ٹی آئی ہائی سکول ربوہ میں دو سال بطور سائنس ٹیچر خدمات سرانجام دیں۔ آج کل آپ کی رہائش لاہور میں ہے۔

☆ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ

آپ کی شادی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت مرزا عزیز احمد

صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپ کو لجنہ اماء اللہ میں ایک لمبا عرصہ سے خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور آج کل صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان ہیں۔

☆ مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب

ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمات کا آغاز کیا اور پھر امریکہ چلے گئے۔ آج کل وہیں ہوتے ہیں اور جماعت کی خدمات کی بھی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ نے جماعت احمدیہ امریکہ کے قضاء بورڈ کے رکن اور قاضی سلسلہ کے طور پر بھی خدمات کی توفیق پائی۔

☆ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ

آپ 15 ستمبر 1950ء کو پیدا ہوئے۔ میٹرک اور بی۔اے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے کیا۔ 1976ء میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم ایس سی کی ڈگری ایگریکلچرل اکنامکس میں حاصل کی۔ 1977ء میں وقف کر کے نصرت جہاں سکیم کے تحت اگست 1977ء میں غانا روانگی۔ 1985ء تک وہاں قیام اور اس عرصہ میں بطور پرنسپل سیکنڈری احمدی سکول سلاگا، ایسارچر اور احمدیہ زرعی فارم ٹمالے شمالی غانا کے مینیجر رہے۔ وہیں آپ نے غانا میں پہلی بار گندم اُگانے کا کامیاب تجربہ بھی کیا۔

1985ء میں پاکستان واپسی اور 17/مارچ 1985ء سے نائب وکیل المال ثانی کے طور پر تقرر ہوا۔

18/جون 1994ء کو آپ کا تقرر بطور ناظر تعلیم حضور انور نے فرمایا اور 10/دسمبر 1997ء کو ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر ہونے کے ساتھ "امرہ اللہ علی خلاف التوقع" کے روشن الہامات کے نور سے منور ہونے لگے......

اگست 1998ء میں آپ صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے۔ 1994ء تا 1997ء آپ

چیئر مین ناصر فاؤنڈیشن رہے اور اس عرصہ میں آپ صدر تزئین ربوہ کمیٹی بھی تھے۔

1988ء میں قاضی سلسلہ مقرر ہوئے اور ''ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے'' کے نشان کے مصداق بنے۔

1988 سے 1995ء تک ممبر قضاء بورڈ رہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں 77-76ء میں مہتمم صحت جسمانی، 85-1984ء میں مہتمم تجنید، 86-85ء تا 89-88ء مہتمم مجالس بیرون اور 90-89ء میں نائب صدر خدام الاحمدیہ پاکستان رہے۔

1995-97ء مجلس انصار اللہ پاکستان میں قائد ذہانت وصحت جسمانی اور قائد تعلیم القرآن رہے۔

30/اپریل 1999ء کو اسیرِ راہ مولا ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ 10 مئی 1999ء کو رہائی ہوئی۔

آپ کی شادی حضرت سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ بنت محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب و محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ سے 31/جنوری 1977ء کو ہوئی۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ امۃ الوارث فاتح اہلیہ محترم فاتح احمد صاحب ڈاہری اور ایک بیٹا محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب ہیں۔

22/اپریل 2003ء کو لندن وقت کے مطابق رات 11:40 پر آپ کو خدائی مشیت اور تائید کے مطابق ''خلیفۃ المسیح'' منتخب کیا گیا اور یوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں، آپ کی پیشگوئیوں اور الہامات سے حصہ پانے کا اعزاز پایا اور اس طرح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے اس نیک اور الہاماتِ مسیح موعودؑ کے مورد خاندان کو ایک عظیم روحانی اعزاز یہ بھی نصیب ہوا کہ چار خلفاء اس خانوادے سے جسمانی تعلق رکھے ہوئے ہیں۔

فذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

باب دوم

مدبرانہ قیادت اور بے نفس خدمت کا سنہری دور

☆ با کمال خدمت کا ایک زریں باب

☆ متفرق تاریخی خدمات اور سعادت

☆ مقدمات

☆ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے...... آپ کی بیماری اور وفات

باکمال خدمات اور مدبرانہ قیادت کا ایک زریں باب

(تحریر: مکرم سید یوسف سہیل شوق صاحب مرحوم)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے نکاح کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس خطبہ میں آپ نے خاندان حضرت مسیح موعود کی تیسری نسل سے چوتھی نسل کے آغاز کے موقع پر جو قیمتی نصائح فرمائیں وہ تاریخ احمدیت کا زریں باب ہے۔ اس خطبے میں سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا ذکر فرمایا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ جب ایمان ثریا ستارے پر چلا جائے گا تو ابنائے فارس میں سے کوئی شخص یا اشخاص اس کو زمین پر واپس لے آئیں گے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ کی تاریخ ساز خدمات بجالانے کی سعادت پائی۔ جس پر ہر احمدی رشک کرتا ہے۔ آپ نے اپنے بزرگوں سے جو میراث پائی اس کو پوری حفاظت اور دیانت سے اگلی نسلوں میں منتقل کیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب خاموش کارکنوں کی ایک اعلیٰ مثال تھے۔ آپ کو تقریر کرنے کا شوق نہ تھا بلکہ تقریر کرنے سے ہمیشہ گریز فرماتے تھے۔ مجلس مشاورت کے مواقع پر افتتاحی اور اختتامی تقریر ضرور ارشاد فرماتے جو مختصر اور جامع ہوتی تھی۔

اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا کوئی شوق آپ کو نہ تھا۔ مگر دوسری طرف خدمت دین کے نہایت اعلیٰ مناصب آپ کے سپرد تھے اور آپ نے ان مناصب کو ایسی ذمہ داری، فراست اور کامل اطمینان کے ساتھ ادا کیا کہ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کا حسین وجمیل انداز میں ذکر فرما کر آپ کی خدمات دین کو تاریخ کا ایک روشن باب بنا دیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب 1962ء میں اس وقت خدمات سلسلہ کے دور میں داخل ہوئے جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی طویل بیماری کے دور میں صاحب



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب قادیان کی فٹ بال ٹیم کے پریذیڈنٹ (1939ء-1940ء)



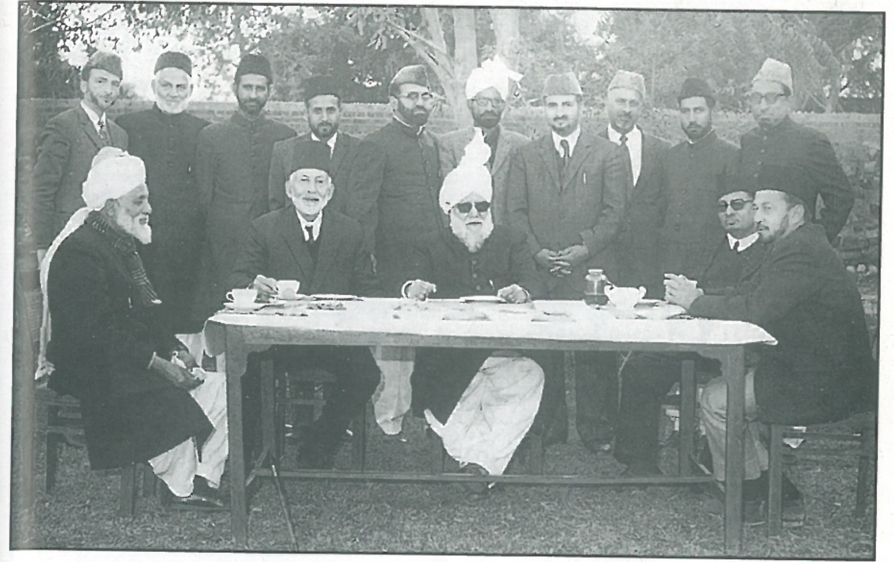
حضرت میر داؤد احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

فراش تھے۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر 51 سال تھی۔ اس وقت سے لے کر وفات تک کا کل 35 سال کا طویل عرصہ آپ نے بھرپور خدمات دین کے ساتھ گذارا۔ اس سے پہلے آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے مختلف عہدوں پر فائز رہے اور اس کے علاوہ جلسہ سالانہ کی نظامت کے متعدد اہم مناصب آپ کے سپرد ہوتے رہے۔

1962ء میں آپ کا سب سے پہلا عہدہ نائب ناظر امور عامہ کا تھا۔ اس وقت محترم میجر عارف زمان صاحب ناظر امور عامہ تھے۔ آپ کو دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ نائب ناظر امور عامہ کی خدمات آپ نے کمال فرمانبرداری اور تابعداری سے ادا کیں۔ ہمیشہ اطاعت کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے اپنے افسر بالا کے ساتھ ایسا بہترین تعاون آپ نے پیش کیا کہ مکرم میجر عارف زمان صاحب کے بعد ناظر امور عامہ کی اہم خدمت انجام دینے کیلئے قرعہ فال آپ ہی کے نام پڑا۔ ناظر امور عامہ کے طور پر آپ کا تقرر گویا اس بات کی واضح اور بیّن شہادت تھی کہ آپ نے نائب ناظر امور عامہ کے فرائض بہترین رنگ میں ادا کئے۔ جب کہ اس سے قبل بھی بعض نمایاں خدمات کی توفیق پائی۔)

خدام الاحمدیہ میں خدمات

آپ کو دیکھنے والوں نے بتایا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مقرر ہوئے تھے اور دوسرا شخص جو ہمہ وقت آپ کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا وہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ہوتے تھے۔ 41-1940ء میں آپ کو نائب صدر بنایا گیا اس کے ساتھ مہتمم صحت جسمانی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔ دو سال یہ سلسلہ بہ کمال حسن وخوبی جاری رہا۔ 43-1942ء میں نائب صدارت کے عہدے کے ساتھ ساتھ آپ کو مہتمم عمومی کی خدمت بھی سپرد کی گئی۔ عمومی کا شعبہ ان شعبوں میں سے ایک ہے جو ہمہ وقت چوکسی اور بیدار مغزی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ شعبہ اپنے کام کی نازک نوعیت کے پیش نظر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس عہدہ پر فائز شخص فوری فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو مخالفین کی چالوں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بائیں: حضرتِ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ
دائیں: مکرم السید منیر الحصنی صاحب آف دمشق اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب



حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ، مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور
حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب



گھڑسواری کرتے ہوئے



شکار کے دوران کی ایک تصویر



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ساتھ

سے آگاہ رہنا اوران کا بروقت آہنی گرفت سے سدباب کرنا اس عہدہ کے فرائض میں شامل ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بلاشبہ ان تمام اوصاف سے متصف تھے۔ بروقت اور فوری فیصلہ کرنا وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آپ کو ودیعت فرمائی تھی۔

جلسہ سالانہ کی خدمات

جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیاں اور جلسہ سالانہ کا انتظام جماعت احمدیہ کی تنظیم کا ایک نہایت اہم کام ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ یہ جماعت احمدیہ کی ساری تنظیم کی سالانہ آزمائش کا وقت ہوتا ہے۔ جب جماعتی نظام ذیلی تنظیموں کا نظام اور جلسہ سالانہ کے اپنے شعبوں کا نظام سارے ہی نہایت اہم ڈیوٹیاں ادا کرتے ہیں۔ لاکھوں افراد کی رہائش ان کی ضروریات کا خیال۔ پھر ان کو بروقت کھانا کھلانا اور کم وسائل اور کم جگہ میں ہزاروں لاکھوں افراد کا بندوبست کرنا یہ جماعت احمدیہ کی تنظیم اور نظم وضبط کی اعلیٰ مثال بن جاتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے 1940ء سے جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیاں ادا کرنی شروع کیں۔ اس وقت آپ کی عمر 29 سال تھی۔ 1960ء کی مجلس مشاورت کی سالانہ رپورٹ میں ذکر ہے کہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب عرصہ 20 سال سے جلسہ سالانہ کی خدمات بجالا رہے ہیں۔ 60-1959ء کے موقع پر آپ نائب افسر جلسہ سالانہ تھے اس کے علاوہ آپ کو ناظم لنگر خانہ کی حیثیت سے بھی خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1971ء میں جب آپ ناظر اعلیٰ بنے تو ان ڈیوٹیوں میں جلسہ سالانہ کے سارے انتظامات کی گویا سربراہی آپ کے سپرد ہوگئی۔ کیونکہ ناظر اعلیٰ کے طور پر کل جماعتی نظام کی سربراہی آپ کے سپرد تھی لہذا جلسہ سالانہ کے نظام میں بھی تمام شعبوں اور افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ گاہ کے انتظامات پر نظر رکھنا آپ کے فرائض کا لازمی حصہ بن گیا۔

نظارت امور عامہ میں خدمات

جماعتی نظام میں باضابطہ شمولیت اور نائب ناظر امور عامہ کی خدمات آپ کے سپرد

ہونے کا سلسلہ 16 جون 1962ء سے شروع ہوا۔ یہ آپ کے نائب ناظر امور عامہ ہونے کا پہلا دن تھا۔ ایک ماہ کے بعد آپ کو قائم مقام ناظر امور خارجہ بنا دیا گیا۔ یہ تاریخ تھی 8 جولائی 1962ء کی۔ قائم مقامی کی یہ تقرری اس سال کے آخر تک جاری رہی۔ آپ دو سال کے لگ بھگ نائب ناظر امور عامہ کی خدمات بجالاتے رہے اور اس کے بعد یکم مئی 1964ء سے آپ ناظر امور عامہ مقرر ہو گئے۔ ناظر امور عامہ کی ڈیوٹی ہمیشہ ہی نہایت پیچیدہ اور غیر معمولی ذمہ داری کا تقاضا کرتی رہی ہے۔ اس عہدے کی باریکیوں کو پوری ذمہ داری سے ادا کرتے چلے جانا ایک نازک اور مشکل امر ہے۔ اس عہدے پر آپ کو پانچ سال گذرے تھے کہ 1969ء میں آپ کے سپرد ناظر امور خارجہ کا عہدہ بھی کر دیا گیا۔

ناظر اعلیٰ کی حیثیت سے

ان دونوں عہدوں پر آپ کی کامیاب اور انتھک خدمات کا اعتراف اس طرح سامنے آیا کہ 1971ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماعتی نظام کے سب سے اہم عہدے یعنی ناظر اعلیٰ کے مقام پر فائز فرما دیا۔ 1971ء سے تادم واپسیں آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ اس طرح سے 28 سال کا طویل عرصہ ہے اس دوران آپ کے سپرد 1983ء میں ناظر ضیافت کا عہدہ بھی ہوا اور ناظر زراعت کی ذمہ داریاں بھی آپ کے سپرد رہیں۔

1984ء میں ایک اور اہم عہدہ آپ کے سپرد ہوا۔ 1984ء میں حضرت مولوی محمد الدین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے وفات پائی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کو صدر صدر انجمن احمدیہ کی گراں بار ذمہ داری سونپ دی۔ آپ 14 سال کے طویل عرصے تک صدر، صدر انجمن احمدیہ رہے۔

امیر مقامی کی حیثیت سے خدمات

سب سے پہلی مرتبہ 3 سے 6 جون 1967ء کو آپ امیر مقامی مقرر ہوئے اس وقت

آپ ابھی ناظر اعلیٰ بھی نہ تھے اور ناظر اعلیٰ بننے سے قبل آپ 9 مرتبہ امیر مقامی بنے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں حضور کے ربوہ سے باہر جانے کے مواقع پر آپ کو امیر مقامی مقرر کیا جاتا رہا۔ بعد ازاں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لندن تشریف لے گئے تو امیر مقامی کا عہدہ مستقل طور پر آپ کی ذمہ داریوں کا حصہ بن گیا۔ آپ 45 بار امیر مقامی بنے اور تاریخ احمدیت میں سب سے طویل عرصہ امیر مقامی رہنے کی سعادت پائی۔

مجلس مشاورت کی صدارت

مجلس مشاورت جماعت احمدیہ کا ایک اہم حصہ ہے۔ مجلس مشاورت کی صدارت ہمیشہ خلیفۃ المسیح خود فرمایا کرتے ہیں۔ اس بات سے اس عہدے کی عظمت اور ذمہ داری کی نزاکت واضح ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ 1984ء میں لندن تشریف لے گئے تو مجلس مشاورت کی صدارت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہو گئی۔ 1985ء وہ پہلا سال تھا جب آپ نے مجلس مشاورت کی صدارت کی (اس کے بعد دو سال یعنی 1992ء اور آپ کی زندگی کی آخری مجلس مشاورت یعنی 1997ء دو ایسی مجالس مشاورت تھیں جب حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناسازی طبع کی وجہ سے صدارت کے فرائض ادا نہ کر سکے۔ 1992ء میں یہ ذمہ داری حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے سپرد ہوئی اور 1997 میں محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید صدر مجلس مشاورت ہوئے) اس طرح سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو 11 سال تک مجلس مشاورت کے صدر ہونے کا اعزاز ملا۔ جماعت احمدیہ کی اب تک تاریخ میں خلیفہ وقت کے بعد کسی شخص کے مجلس مشاورت کے صدر ہونے کا یہ طویل ترین عرصہ ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بہت کم گو اور سنجیدہ شخصیت تھے۔ مجلس مشاورت میں بھی آپ زیادہ وقت خاموش رہتے اور دیکھنے والے کو یہ گمان گزرتا کہ شاید آپ خاموش ہی رہیں گے لیکن دوران گفتگو ذرا کوئی مقرر اپنے موضوع سے بھٹکا یا کوئی غیر ذمہ دارانہ لفظ ادا ہوا تو آپ فوری گرفت فرماتے اور مقرر کو یوں روک دیتے کہ پھر دوران مشاورت وہ مزید محتاط ہو جاتا۔ یہ آپ کی غیر معمولی

ذہانت اور گہری فراست کا ذکر تھا جس کا اظہار مجلس مشاورت کے دوران ہوتا رہتا تھا۔ اپنے معمول کے برعکس آپ مجلس مشاورت کے افتتاح اور اختتام کے موقع پر خطاب بھی فرماتے۔

مجلس انصار اللہ میں خدمات

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں 1956ء اور 1957ء میں قائد تربیت کے طور پر اور 1985ء سے 1969ء تک قائد صحت جسمانی اور ذہانت کے عہدوں پر خدمات بجالانے کا موقع ملا۔ اس طرح سے آپ عرصہ 13 سال تک مجلس انصار اللہ کے قائد رہے۔

کھیل، ورزش اور متفرق خدمت

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی خدمات دینیہ کا ذکر مکمل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ چند ایک ان خدمات اور تاریخی مواقع کا ذکر نہ کر دیا جائے جو جماعت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں اور حضرت صاحبزادہ کی سعادت کا ایک عہد ہیں۔

انجمن انصار اللہ

نومبر 1926ء میں احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک انجمن قائم فرمائی اور اس کا نام ''انصار اللہ'' رکھا۔ اس کے ممبران زیادہ تر جامعہ احمدیہ اور سکول کے طالب علم تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء نے اپنا نمائندہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو منتخب فرمایا۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 552)

بیت فضل۔ لائکپور

1934ء میں لائکپور (فیصل آباد) کی (بیت فضل) کا افتتاح فرمانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان سے فیصل آباد کا سفر فرمایا تو اس قافلہ میں شریک احباب میں سے ایک حضرت صاحبزادہ صاحب تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 172)

خلافت جوبلی جلسہ اور لوائے احمدیت

28 دسمبر 1939ء کا دن جماعت کی تاریخ کا ایک اہم ترین دن ہے۔ اس سال ''خلافت جوبلی'' منایا گیا اور یہ جلسہ خلافت جوبلی جلسہ کہلایا۔ اس تاریخ ساز خوشی کے موقع پر آپ نے بجلی کے کام میں اپنی فنی مہارت کی بدولت منارۃ المسیح کو بجلی کے رنگ برنگ قمقموں سے سجایا۔ اسی جلسہ کے تاریخ ساز لمحات میں سے ایک وہ تھے کہ جب لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ فضاء میں پہلی بار لہرائے گئے۔ 28 دسمبر 1939ء 2 بجکر 12 منٹ پر انہیں لہرانے کے بعد حضور نے اعلان فرمایا کہ آج سے کل نماز جمعہ تک خدام الاحمدیہ اس کی حفاظت کریں اور ہر وقت کم از کم بارہ خدام اس کے پہرہ پر رہیں۔ اس پہرہ کے لئے جو پہلا گروپ تیار ہوا اس میں پہلے نمبر پر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا نام شامل تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 464)

تاریخی موقعہ۔ سفر ہوشیار پور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1944ء میں اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق میں ہی ہوں۔ اس الٰہی تائید و توثیق کے بعد آپ نے مختلف شہروں میں جلسے کئے اور اس ضمن میں آپ 20 فروری 1944ء ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اس کمرہ میں بھی تشریف لے جا کر خصوصی دعا کی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فروری 1886ء میں چلہ کشی کی تھی۔ اس کمرہ میں جگہ کی تنگی کے باعث ایک مختصر سا گروپ تشکیل دیا گیا جو کمرہ کے اندر جا کر حضور کی معیت میں دعا میں شامل ہونے کے لئے منتخب کیا گیا اس میں 35 احباب شامل ہوئے۔ یہ فہرست الفضل 24 فروری 1944ء صفحہ 4 پر شائع ہوئی جس میں 12 ویں نمبر پر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا نام ہے۔

آپ 1944ء میں کشمیر کے دورہ پر بھی تشریف لے گئے اور کشمیر کی جماعتوں کے سالانہ جلسہ کا افتتاح بھی آپ نے فرمایا۔ (تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 228)

ورزش اور کھیل

کھیل، ورزش اور شکار یہ تین چیزیں تو جیسے حضرت صاحبزادہ صاحب کی مصروفیات کا ایک لازمی حصہ تھیں۔ شکار کا شوق جو آپ کو بچپن سے تھا وہ آخری عمر تک رہا۔ بندوق سے نشانہ ایسی مہارت سے لگاتے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا شاید پرندوں کے بھی وہم وگمان میں نہ ہوتا ہوگا کیونکہ آپ کے شکار کے ساتھی بتاتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب اُڑتے پرندوں کا نشانہ لیتے اور شاذ ہی کبھی نشانہ چوکتا تھا۔

بندوق چلانا تو آپ نے اتنی عمر میں شروع کردی تھی کہ ابھی آپ بندوق اُٹھا بھی نہ سکتے ہوں گے۔ خود حضرت میاں صاحب کا بیان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:-

”میں چھ سال کا تھا میں بندوق اُٹھا بھی نہ سکتا تھا جب آپ (یعنی حضرت مرزا شریف احمد صاحب) نے کارتوس کا بارود ہلکا کر کے مجھ سے بندوق چلوائی“۔

(سیرت حضرت مرزا شریف احمد صاحب صفحہ 89 شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ)

کھیل اور ورزش سے بھی آپ کا لگاؤ طبعی تھا اور یہ شوق عمر کے آخری حصے تک ساتھ ساتھ رہا۔ ابتدائی زمانہ کی بابت محترم سید میر مسعود احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میاں منصور احمد صاحب نے مجھے بتایا کہ شملہ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی رہائش گاہ میں 5-6 میل کا ایک راؤنڈ تھا میں دوڑتے ہوئے اس کا چکر لگایا کرتا تھا۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 15 دسمبر 1997ء صفحہ 1)

والی بال، فٹ بال اور باکسنگ کے بہترین کھلاڑی تھے۔ قادیان میں سپورٹس یونین کلب کا قیام عمل میں آیا تو حضرت میاں صاحب اس کے صدر بنے۔

تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 20 پر لکھا ہے کہ رتن باغ لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر کارکنانِ صدر انجمن احمدیہ کی روزانہ بوقت صبح ورزش جسمانی کا انتظام کیا گیا اس کام کی نگرانی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے سپرد کی گئی۔

مقدمات

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ شعر اکبر الہ آبادی کا ہے جو کہ مزاحیہ شاعری کے اعتبار سے بھی معروف ہیں۔ ان کے اس طرح کے درجنوں اشعار ہیں جو طنز ومزاح میں بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔ کچھ ہلکی پھلکی اصلاح کی چاشنی بھی ہوتی ہے۔ لیکن بالعموم مزاح غالب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہی مزاح ایک وقت آئے گا کہ حقیقت کا روپ دھار لے گا اور یہ شعر جس کو کسی بھی پہلو سے دیکھ لیں یقین نہیں آسکتا کہ واقعی سچ مچ اس فردِ جرم کا تذکرہ کبھی ہوا ہو؟ یقین نہیں آتا! ہوتا بھی نہیں تھا ایسا، لیکن ایسا ہوا، اور اب تک تادم تحریر ہوتا چلا آرہا ہے۔

فردِ جرم کیا ہے؟ الزام کیا ہے؟ یہی کہ خدا کا نام لیا جاتا ہے، خدائے رحمان ورحیم کا نام لکھا جاتا ہے۔ یہ جرم شمار کیا گیا، عدالتوں میں ججز نے اس پر سزائیں سنائیں، سزا کاٹنے والوں نے چوم کے ہتھکڑیاں کنگنوں کی طرح پہنیں، سزائیں کاٹیں۔ اور یہ جرم کہاں جرم سمجھا گیا؟

ویٹکین سٹی پوپ کے دارالحکومت میں؟ نہیں۔
کسی عیسائی سلطنت میں؟ نہیں
کسی یہودی ریاست میں؟ نہیں
کسی دہریہ، کمیونسٹ ملک میں؟ نہیں
ہندوستان میں؟ نہیں

الحفیظ والامان۔ اس مسلمان اسلامی ریاست میں جس کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ تھا۔

جی ہاں پاکستان میں۔ یہاں کلمہ طیبہ عمارتوں اور بیوت الذکر سے مٹایا گیا۔ السلام علیکم کہنے پر مقدمات ہوئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر عدالتوں نے سزائیں سنائیں۔

اور جب اس سے بھی جی نہ بھرا تو معزز اور بزرگ احمدی اور سلسلہ کے خادموں پر جھوٹے مقدمات بنا کر ان کو عدالتوں میں لے جایا گیا۔ یہ سب کچھ آئین کی اس شق کی رو سے کیا گیا جو جنرل ضیاء الحق نے اینٹی قادیانیت آرڈیننس کے نام سے حکم جاری کیا تھا۔ آئین کی دفعہ نمبر 298-B اور 298-C اور یہی عدل وانصاف کا تاریک ترین اور سیاہ دور۔ جماعت احمدیہ کی قربانیوں کا روشن ترباب بن گیا۔ فخر واعزاز ان کا مقدر بنا جو اس قانون کے تحت ملزم اور مجرم ٹھہرائے گئے۔ یہی ہتھکڑیاں ان کے ماتھوں کا جھومر ٹھہریں جو خدا کا نام لینے کی پاداش میں ان کے ہاتھوں میں پہنائی گئیں تو آئندہ آنے والی نسلیں ان مجرموں کی طرف اپنی نسبت کو بھی ایک اعزاز سمجھیں گی۔ یہ مقدمات عام احمدیوں پر تو بنائے ہی جاتے رہے لیکن حاسدین کے حسد کی آگ جب کم نہ ہوئی تو وہ سلسلہ کے بزرگ افراد کے خلاف بھی مقدمات بناتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر بھی مقدمات (ان کی عدم موجودگی میں) ان پر قائم کئے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو بھی قربانیوں کے اس عظیم الشان دور میں اللہ تعالیٰ نے پیچھے نہیں رکھا اور پانچ مقدمات آپ پر قائم کئے گئے۔ ان کی مختصر سی تفصیل کچھ اس طرح ہے:-

1- سب سے پہلا مقدمہ 6-5-87 کو 298-C اور 298-B کے تحت قائم کیا گیا۔

اس مقدمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خلاف بیعت فارم میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے پر مقدمہ بنایا گیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے خلاف زکوٰۃ اور عشر کے بارے جماعت احمدیہ کو جو ہدایات جاری کی گئیں اس میں احمدی مسلمان کہلا کر آرڈیننس کی خلاف ورزی کرنے کی بناء پر مقدمہ کیا گیا۔ حالانکہ جس سرکلر/ہدایات کا ذکر کیا جارہا ہے وہ تو آرڈیننس سے بہت پہلے کا تھا۔ یعنی آرڈیننس اپریل 1984ء میں نافذ ہوا

اور یہ ہدایات جن کی بناء پر مقدمہ کیا گیا یہ 22 جولائی 1980ء کی ہیں۔ (ظالم بھیڑیئے اور بھیڑ کے بچہ کی مثال کا اب کیا ذکر کرنا) اور ظلم کی حد یہ تھی کہ یہ مقدمہ ہوم سیکرٹری پنجاب کے حکم پر ہوا۔

2- دوسرا مقدمہ 18/دسمبر 1989ء کو دفعہ 298-C کے تحت ہوا اور جرم یہ قرار پایا کہ ربوہ کی عبادت گاہوں اور رہائشی مکانات پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کے ساتھ مزید بارہ افراد نامزد کئے گئے تھے۔

3- یہ تیسرا مقدمہ یکم مئی 1990ء کو قائم ہوا۔ جرم یہ تھا کہ 1990ء کی مجلس مشاورت میں اسلامی شعائر استعمال کئے گئے ہیں اور مرزا منصور احمد صاحب کی زیر صدارت اجلاس ہو رہا تھا۔ یہ مقدمہ پولیس کی ڈائری پر درج ہوا۔ واضح رہے کہ جماعت کے ہر قسم کے اجتماعات پر تو ویسے ہی حکومت نے پابندی لگائی ہوئی ہے البتہ جمعہ یا اس طرح کی مجالس میں بھی حکومت کی طرف سے پولیس کے افراد آن ڈیوٹی آتے ہیں اور ساری رپورٹ وہ بطور ڈائری کے درج کرتے ہیں۔ اس مقدمہ میں آپ کے ساتھ مزید پانچ افراد تھے جن میں مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر بھی تھے۔ دو افراد کو جیل کی سزا بھی برداشت کرنا پڑی۔

4- چوتھا مقدمہ 27 فروری 1994ء بجرم 298-C`298-A اور 337-H/2 کے تحت ہوا جس میں کسوف وخسوف کے صد سالہ جشن منانے پر مقدمہ درج کرایا گیا۔

5- پانچواں مقدمہ 13/فروری 1989ء کو چنیوٹ کے ایک مقامی مولوی منظور چنیوٹی کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پر کیا گیا جس میں مباہلہ کی بابت مقدمہ درج کرایا کہ امام جماعت احمدیہ نے جنرل ضیاء کو مباہلہ کا شکار قرار دیا ہے اور مجھے بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم باز نہ آؤ گے تو ایسی ہی سزا ملے گی۔ اور یہ کہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ان تمام واقعات کے ذمہ دار ہیں کیونکہ وہ قائمقام امیر ہیں۔

مقدمات میں آپ کا کردار اور جرأت و ہمت

ان مقدمات کے سلسلہ میں آپ کو عدالتوں میں جانا پڑتا تھا اور پاکستان کے عدالتی نظام سے جو واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیا حال ہوتا ہے، صبح سے آپ عدالت میں کھڑے ہیں اور بعض اوقات سارا سارا دن انتظار میں رہنا پڑتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی جاتے اور عدالت میں عام آدمی کی طرح پیش ہوتے اور اپنے دوسرے ''مجرمان'' کی حوصلہ افزائی اس رنگ میں کرتے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کوئی سپیشل مراعات نہ برتی جائیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر پہلے گذر چکا ہے جو کہ مجلس مشاورت کے موقعہ پر کیا گیا اس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ جماعت کے اور بھی بزرگ افراد تھے جن میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، استاذی المکرّم سید میر محمود احمد ناصر صاحب وغیرہ ان بزرگوں کے مقام کی بناء پر پیشی کے موقعہ پر بعض اوقات سلسلہ کے کارکنان گھبراہٹ کا اظہار کرتے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب دورانِ سفر یا عدالت میں باری کے لئے انتظار کی گھڑیوں میں ہنسی اور نفیس مذاق کے ساتھ ماحول کو خوشگوار بنائے رکھتے اور کمرہ عدالت میں جب پیش ہوتے تو ایک ساتھی نے بیان کیا کہ شیروں کی طرح کمرہ میں داخل ہوتے۔



و کل جلیس ماخلا اللّٰہ یھجر

آخری بیماری۔ وفات۔ تدفین

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب یوں تو عرصے سے بیمار چلے آ رہے تھے اور بیماری بھی ایسی ہوتی کہ جب آپ ہسپتال آتے تو ڈاکٹرز اپنی کمال پیشہ وارانہ مہارت رکھنے کے باوجود صحت یابی سے مایوس نظر آتے اور اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہتی کہ جب حضرت میاں صاحب چاک و چوبند واپس جا رہے ہوتے اور دل کے سخت حملے کے بعد ڈاکٹروں نے جن غذاؤں سے سختی سے منع کیا ہوتا مثلاً پراٹھے مکھن وغیرہ استعمال کر رہے ہوتے۔ آپ کی بیماری کے متعلق میڈیکل سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ کا بیان تھا کہ حضرت میاں صاحب Heartfailure کا شکار تھے۔ یعنی آپ کا دل صحیح طور پر اپنا کام سرانجام نہیں دے رہا تھا۔ عارضہ قلب اور ذیابیطس کی وجہ سے حضرت میاں صاحب کے Hartfailure کی کیفیت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا اور یہی آپ کی آخری بیماری اور وفات کا سبب بنا۔

حضرت میاں صاحب کی بیماری 1992ء میں تشویشناک صورت اختیار کر گئی تھی اور ڈاکٹرز کا خیال تھا کہ آپ کی صحت یابی کی بہت کم امید تھی لیکن ڈاکٹروں کے مطابق انتہائی ''خلافِ توقع'' حضرت میاں صاحب صحت یاب ہو گئے اور باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں کے نزدیک حضرت میاں صاحب اب جسمانی محنت کا کام نہیں کر سکیں گے اور کرنا بھی نہیں چاہئے لیکن دونوں باتوں کے برعکس حضرت مرزا منصور احمد صاحب نے اپنے معمولات اس طرح جاری رکھے اور پورے چھ سال بعد میں بھرپور محنت اور خدمت کے گزارے اور ''عمرہ اللّٰہ علی خلافِ التوقع'' کا نظارہ بار بار مشاہدہ کیا گیا۔

جمعرات 4/دسمبر 1997ء کی شب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سانس میں تکلیف کی وجہ سے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں داخل کیا گیا۔ جمعہ 5/دسمبر کو طبیعت بہتر رہی۔ البتہ 6 اور 7/دسمبر کی درمیانی رات طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔

محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب جو معالجین کی ٹیم کے انچارج تھے ان کی طرف سے گاہے گاہے روزنامہ الفضل میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی صحت کے متعلق بلیٹن جاری کئے جاتے۔ اسلام آباد سے محترم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب بھی تشریف لائے لیکن خدائی تقدیر جو کہ ایک ''اجل مسمّی'' کے مطابق گھڑی کی سوئیوں کی مانند چل رہی ہوتی ہے وہ غالب آئی۔ اور 10/دسمبر دن کے گیارہ بجے خدا کا یہ پیارا اپنے آقا و مولا کے حضور حاضر ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

کل من علیھا فان۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

زیارت وتدفین

آپ کا جسد خاکی آپ سے گہری عقیدت اور دلی محبت کرنے والوں کی آخری زیارت کے لئے آپ کی رہائش گاہ دارالصدر میں رکھا گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے چہرے پر نظر ڈالنے سے یوں لگتا تھا کہ جیسے آپ پُرسکون گہری نیند میں ہوں، سکون کیوں نہ ہوتا۔ جنت کی فضاؤں میں بسیرا تھا۔ اور اس کا اظہار اپنی زندگی میں فرما چکے تھے۔

محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

''آخری علالت سے دو تین سال قبل فرمایا کہ اب موت کا خوف نہیں رہا خاکسار نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس علالت کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ اگلے جہان کا سارا نظارہ دیکھا۔ دیکھا کہ مرنے کے بعد انسان کو بالکل تنہا ایک طویل اور

تاریک غار میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں نیک اعمال کی روشنی ساتھ دیتی ہے اور بداعمال والے اسی تاریکی میں اذیت اٹھاتے ہیں۔ تاریک غار کا سفر مکمل ہونے کے بعد آگے روشنی اور جنت کی فضائیں ہیں۔ فرمایا مجھے غار کے سفر میں کوئی دقت یا گھبراہٹ نہ ہوئی اور جنت کے نظارے دیکھ کر پلٹا ہوں اور وفات کے بعد کی ساری فکر اللہ تعالیٰ نے واضح نظارہ دکھا کر دور کر دی ہے''۔

(بحوالہ ماہنامہ انصار اللہ مارچ 2000ء صفحہ 67)

نماز جنازہ کی ادائیگی بیت اقصیٰ میں کرنے کا اہتمام تھا۔ آپ کا جسد مبارک سفید رنگ کے تابوت میں رکھا گیا تھا اور یہ تابوت فضل عمر ہسپتال کی ایمبولینس میں بیت اقصیٰ لایا گیا۔ ایمبولینس کی فرنٹ سیٹ پر آپ کے صاحبزادے محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب تشریف فرما تھے۔ جنازے کا قافلہ دارالصدر سے روانہ ہوا تو آگے پانچ موٹر سائیکل سواروں کا دستہ تھا جس کے بعد نظارت اشاعت سمعی وبصری کی گاڑی اور اس کے بعد امور عامہ کی گاڑی تھی۔ ایمبولینس کے پیچھے صدر عمومی کی گاڑی، جس کے بعد چار گاڑیاں تھیں جن میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے احباب تھے۔ ان میں سے پہلی گاڑی میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب سوار تھے۔ ان کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی گاڑی تھی جس کے بعد قریباً چالیس گاڑیوں کی طویل قطار تھی۔ جنازہ ایک بج کر پچیس منٹ پر بیت اقصیٰ پہنچا۔

12/دسمبر 1997ء بیت اقصیٰ میں نماز جمعہ وعصر (دونوں نمازیں جمع کرنے) کے بعد آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ نے پڑھائی اور تدفین کے بعد دعا بھی آپ نے ہی کرائی۔ لندن سے حضور انور اور جماعت احمدیہ برطانیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے صاحبزادہ مرزا القمان احمد صاحب تشریف لائے۔ 2 بجے نماز جنازہ ادا کی گئی اور 2 بجکر 10 منٹ پر بہشتی مقبرہ کیلئے جنازہ روانہ ہوا۔ بیت

اقصیٰ سے روانگی کے لئے جنازے کو چارپائی پر رکھ کر لمبے لمبے بانسوں کے ذریعہ باندھا گیا تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ احباب کندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ پہلے سے کئے گئے اعلان کے مطابق بہشتی مقبرہ کی اندرونی چاردیواری میں صرف افراد خاندان حضرت اقدس کے علاوہ ناظر صاحبان، وکلاء صاحبان، نائب ناظران، افسرانِ صیغہ، مربیان اور ممبران عاملہ مجلس انصاراللہ وخدام الاحمدیہ پاکستان، امراء وقائدین مجالس کو داخلے کی اجازت تھی۔ ساڑھے تین بجے قبر تیار ہونے پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے دعا کروائی۔

آپ کی قبر بہشتی مقبرہ کی چاردیواری میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پہلو میں تیار کی گئی اور قبر تیار ہونے پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے دعا کرائی۔

اِک مملکت کی جس سے مقدر تھی ابتداء
''وہ بادشاہ آیا'' اور آ کر چلا گیا
وہ جسم جس سے موت نے چھینی ہے زندگی
پیکر سپاہیانہ شجاعت کا تھا کبھی
غمہائے ہجر لے کے دل پُر شکوہ میں
ربوہ میں آ کے سو گیا دامانِ کوہ میں
اے ربوہ قادیاں ہے ترے کس قدر قریں
جس کی امانتوں کی امیں ہے تیری زمیں
وسعت جناں کی اس کی لحد پر نثار ہو
وہ یوں غریقِ رحمت پروردگار ہو

(یہ اشعار اس نظم سے لئے گئے ہیں جو کہ مکرم عبدالمنان ناہید صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی وفات پر کہی تھی)

باب سوم

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ میں

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور ان کے مصداق

☆ **عمرہ اللّٰہ علی خلافِ التوقع**

☆ **امرہ اللّٰہ علی خلافِ التوقع**

☆ پینتالیس بار آپ امیر مقرر ہوئے اور اس ہجرت کے دور میں تقریباً چودہ سال مسلسل امیر مقامی بنے رہے ہیں۔ یہ ہے خلافِ توقع......

☆ خلافت کے عاشق اور فدائی

☆ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی روح ایک پاک روح تھی

☆ بہت دلیر انسان، خلافت کے حق میں ایک سونتی ہوئی تلوار تھے

☆ بے حد بہادر انسان تھے کہ کم دنیا میں اتنے بہادر انسان دیکھنے میں آتے ہیں۔

☆ ہر چیز میں ایک قناعت پائی جاتی تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی تدفین 12 دسمبر 1997ء کو عمل میں آئی۔ اس روز لندن میں سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''اب میں اس مضمون کو جاری رکھنے سے پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے وصال کے متعلق چند امور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی سوانح الفضل میں بھی شائع ہو چکی ہے وہاں بھی مختلف جماعتوں میں غالباً صدر انجمن کے ریزولیوشن کے طور پر پھیلائی گئی ہے ان تفاصیل میں مَیں نہیں جانا چاہتا جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ لیکن آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ الہامات تھے جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر چسپاں کئے گئے اور میں وہ فرد واحد ہوں یا اور بھی شاید ہوں جو شروع ہی سے یہ یقین رکھتا تھا کہ یہ الہامات اصل میں آپ کے صاحبزادہ حضرت مرزا منصور احمد صاحب سے متعلق ہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ بعض پیشگوئیاں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسا ہو چکا ہے ایک شخص کے متعلق کی جاتی ہیں لیکن بیٹا مراد ہوتا ہے۔ وہ الہامات جیسا کہ میں اب آپ کے سامنے کھول کر بیان کروں گا بلاشبہ ایک ذرہ بھی شک نہیں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے بیٹے کی صورت میں پورے ہونے تھے اور آپ ہی پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ بات میں ہمیشہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے بیان کرتا رہا لیکن یہ ہمارا آپس کا ذاتی معاملہ تھا۔ شروع میں تو جیسا کہ ان کو بے حد انکسار کی عادت تھی انہوں نے قبول کرنے میں تردد کیا یعنی خاموشی اختیار کر جاتے تھے۔ بالآخر جب میں نے مسلسل دلائل دیئے اور میں نے کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ مراد نہ ہوں تو پھر ان کو تسلیم کرنا پڑا اور اس بات کی گہری مسرت تھی کہ الہامات میں، مَیں بھی داخل ہوں۔ وہ الہامات سنئے۔

شریف احمد صاحب کی نسبت بیماری کی حالت میں (یہ 1907ء کا واقعہ ہے) الہامات

ہوئے۔

''عمره الله على خلاف التوقع '' اللہ نے اس کو لمبی عمر دی خلاف توقع۔ خلاف توقع سے مراد یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوتے رہے کہ پہلے مرجانا چاہئے تھا مگر خدا تعالیٰ نے بغیر توقع کے بار بار زندگی عطا فرمائی۔

پھر فرمایا اَمَّرَهُ اللّٰه عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّع اللہ نے اسے صاحب امر بنایا یعنی امیر بنایا اور اس کا یہ امیر بننا خلاف توقع تھا۔ یعنی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ شخص اتنے لمبے عرصے تک امیر بنایا جائے گا۔ ان الہامات کے جو ترجمے تذکرہ میں درج ہیں مجھے یقین ہے کہ یہ ترجمے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نہیں ہیں کیونکہ ایسا ایک ترجمہ کر رہے ہیں جو خلاف واقعہ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ ترجمہ یہ تھا جس کو میں خلافِ واقعہ ترجمہ سمجھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ علماء نے اس خواہش میں کہ اس پیشگوئی کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر لگا دیا جائے یہ ترجمہ کیا ہے اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر امیر کرے گا۔ یعنی مال و دولت دے گا۔ ''أمّره اللّٰه'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امیر کرے گا۔ ''امره الله'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے امیر بنایا جائے گا۔ یعنی صاحب امر بنائے گا اور ایک دوسرے الہام سے بعینہٖ یہی بات ثابت ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ بادشاہ آیا اور اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قاضی کے متعلق یہ الہام ہوا ہے وہ قاضی یعنی صاحب امر بنایا جائے گا تو چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تشریحات دوسرے الہامات کی روشنی میں اس ترجمے کو جو تذکرے کے نیچے چھپا ہوا ہے غلط قرار دے رہی ہیں اس لئے میں نے جب علماء سے فوری طور پر تحقیق کر کے رپورٹ کرنے کا کہا۔ مولوی دوست محمد صاحب جو ماشاءاللہ اس مضمون کے ماہر ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ترجمے یقیناً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ترجمے نہیں ہیں۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے 1935ء میں جب تذکرے کی اشاعت پر ایک نوٹ لکھا اس میں یہ وضاحت کی کہ ہم نے تمام ترجمے جو حضرت

اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائے تھے وہ عبارت کے اندر داخل کر لئے ہیں اور حاشیے میں نہیں اتارے گئے۔ حاشیے میں اتارے جانے والے ترجمے بعد میں علماء نے کئے ہیں تو یہ جو میری Suspicion تھی یا مجھے شک تھا بلکہ میرا یقین تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ترجمہ ہو نہیں سکتا یہ میں نے ربوہ سے معلوم کروا لیا ہے۔ واقعۃً یہی درست بات ہے۔ دراصل اگر ان تراجم کو مانا جائے اور جو خیال گزرتا تھا علماء کا اس کو مانا جائے تو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی عمر تو لمبی نہیں تھی۔ اپنے بھائیوں سے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے اور خلاف توقع لمبی عمر کہنا یہ ایک قسم کا خواہش کا اظہار تو ہے لیکن واقعات کا اظہار نہیں اور آپ کے سپرد امارت کبھی نہیں کی گئی۔ مجھے نہیں یاد شاید ہی کبھی آپ کو امیر بنایا گیا ہو ورنہ آپ امیر نہیں بنائے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میں ہمیشہ ان دونوں الہامات کو حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے متعلق سمجھتا تھا اور آپ کی زندگی اس کی گواہ ہے۔ اس کثرت سے آپ کو شدید دل کے حملے ہوئے ہیں کہ ہر حملے پر ڈاکٹر کہتے تھے کہ اب یہ ہاتھ سے گئے اور پھر اللہ تعالیٰ خلاف توقع آپ کو ٹھیک کر دیتا تھا اور سب ڈاکٹر حیرت سے دیکھتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دل کی ایسی بیماریاں لاحق ہوئیں کہ جن سے بچنا محال تھا اور دوسرے دن اُٹھ کر نہ صرف یہ کہ کھانا پینا شروع کر دیا بلکہ ڈاکٹر جو بعض چیزوں کو ان کے لئے حرام سمجھتے تھے یعنی مکھن اور گھی کی غذا، رات کو حملہ ہوا ہے صبح اُٹھ کر کہا کہ مجھے مکھن کے پراٹھے پکا کر کھلاؤ اور واقعۃً پراٹھے کھایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے متعلق یہ الہامات لازماً پورے اُترتے ہیں کہ ''عمره اللّٰه على خلاف التوقع'' کہ لمبی عمر اور بغیر توقع کے بارہا عمر پانا یہ آپ کی ذات میں دونوں باتیں بعینہٖ صادق آتی ہیں۔

''پھر ''اَمَّرَهُ اللّٰه عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ'' یعنی ان کو امارت بھی ایسی دی جائے گی کہ اس کے متعلق توقع نہیں کی جاسکتی میں نے حساب لگایا ان کی امارت کا تو آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے زمانے میں ان کو امیر بنانا شروع کیا گیا ہے اور اس

سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی باون سالہ خلافت میں اتنا عرصہ کبھی کسی کو امیر نہیں بنایا گیا جتنا ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور میرے دور میں امیر بنایا گیا۔ پینتالیس بار آپ امیر مقامی مقرر ہوئے ہیں اور اس ہجرت کے دور میں تقریباً چودہ سال مسلسل امیر مقامی بنے رہے ہیں۔ یہ ہے خلاف توقع۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی شخص اتنا لمبا عرصہ امیر مقامی بنا رہے۔ وہ امارت مقامی جو خود خلیفہ کے اپنے قبضے میں ہوا کرتی ہے اور اس کی وہاں موجودگی میں صدر عمومی ہے جو عمومی انتظام چلاتا ہے۔ مگر خلیفہ کی موجودگی میں امیر مقامی وہی ہوتا ہے۔ پس آپ عملاً میری جگہ بیٹھ گئے یعنی جس کرسی پر مَیں بیٹھا کرتا تھا اس پر میرے کہنے کے مطابق آپ براجمان ہوئے اور آپ نے تمام امور کو نہایت بہادری سے سرانجام دیا۔

پھر ''وہ بادشاہ آیا'' کے الہام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''فرمایا دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ یعنی اس الہام کے ساتھ یہ آواز بھی آئی۔ قاضی حَکم کو کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کردے۔ یہ خوبی بھی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب میں غیر معمولی طور پر پائی جاتی تھی۔ باطل کو رد کرنے کے معاملے میں اتنا بہادر انسان میں نے اور شاذ ہی دیکھا ہو۔ ہونگے مگر جو میں نے دیکھے ہیں ان میں سے ان سے زیادہ جرأت کے ساتھ باطل کو رد کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

خلافت کے عاشق اور فدائی اور میں جو ان کے سامنے ایک چھوٹا بچہ تھا اور بچپن میں ان کی نظام میں ماریں بھی کھائی ہوئی ہیں۔ اس طرح سامنے وفا کے ساتھ ایستادہ ہوئے ہیں جیسے اپنی کوئی حیثیت نہیں رہی اور بھائیوں میں سے یا اپنے دور سے عزیزوں میں سے اگر کسی نے ذرا بھی زبان کھولی ہے میرے متعلق تو اتنی سختی سے اس کا جواب دیا ہے کہ جیسے رد کرنے کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ رد کرنے کے عمل کو اتنی سختی سے استعمال کیا ہے کہ میں حیران رہ گیا سن کر، بارہا میں نے سنا اور میں حیران رہ جاتا تھا۔ نہ بھائی دیکھا نہ عزیز دیکھا۔ اگر وہم گزرا کہ خلافت کے متعلق یہ غلط اشارہ کر رہا ہے تو فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور

بڑی سختی سے اس کو رد کر دیا۔

یہ صورت حال ایک اور الہام کو بھی یاد کرا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا شریف احمد صاحب کو مخاطب کر کے کشف میں کہتے ہیں کہ ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں'' اب ظاہر بات ہے کہ یہ الہام حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق پورا نہیں ہوا۔ یعنی ان لوگوں کی نظر میں پورا نہیں ہوا جو یہ بات ماننے پر تیار نہیں کہ بعض دفعہ باپ کے متعلق الہامات بیٹے کے لئے پورے ہوا کرتے ہیں۔ اب یہ بات بعینہٖ آپ کی ذات پر پوری ہوئی ہے۔ وہ امارت مقامی جس پر میں بیٹھا کرتا تھا اب ظاہر ہے کہ میں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمائندہ ہوں، اس وقت میاں شریف احمد صاحب موجود نہیں ہیں، اگر کوئی شخص موجود ہے تو یہ آپ کا بیٹا ہے۔ جس کے متعلق بعینہٖ یہ الفاظ پورے ہوتے ہیں ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں''۔

پس یہ سارے الہامات اور ان کی واضح تشریحات جو واقعات نے بیان کر دی ہیں ان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً آپ کا ایک مقام تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں سے وہ مقام بنا ہے اور ابھرا ہے اور آئندہ آنے والی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا وجود ایک مبارک وجود تھا جسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی بیٹا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ جو کچھ بھی اپنے بیٹے کے متعلق دیکھا وہ ان کے بیٹے کے متعلق پورا ہوا۔ اب جب کہ میں نے ان کی جگہ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ان کے صاحبزادے (حضرت) مرزا مسرور احمد صاحب کو بنایا ہے تو میرا اس الہام کی طرف بھی دھیان پھرا کہ گویا آپ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ میری جگہ بیٹھ۔ یہ ساری باتیں ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی روح ایک پاک روح تھی بہت دلیر انسان، خلافت کے حق میں ایک سونتی ہوئی تلوار تھے۔

یہاں پچھلے دنوں جب آپ نے سفر کیا ہے تو اس سفر کے دوران اس دفعہ اتنے خوش گئے ہیں کہ مجھے وہم آیا کرتا تھا کہ کوئی بات ہے۔ پہلے کبھی بھی کسی سفر کے دوران نہ اتنا لمبا سفر کیا نہ

اتنی خوشی کا اظہار کیا۔ انگلستان دیکھتے ہوئے کہا مجھے تو اب یوں لگ رہا ہے میں نے پہلی دفعہ انگلستان دیکھا ہے۔ اب جو خوشی اس دفعہ دیکھنے میں ہوئی ہے کبھی ساری عمر نہیں ہوئی۔ جرمنی گئے وہاں بھی اس بات کا اظہار کیا۔ ہالینڈ گئے وہاں بھی اس بات کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت خوش گئے ہیں اس دفعہ یہاں سے کہ جس کی نظیر پہلے ان کے آنے میں کبھی نہیں ملتی۔ اس وقت مجھے شبہ پڑتا تھا جسے میں دوسرا رنگ دے دیا کرتا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ یہ تو شاید جانے کی تیاریاں ہیں۔ پس وہ شبہ درست نکلا اس طرح گئے ہیں کہ پھر واپس نہیں آئے۔ واپس آ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس ملک کو چلے گئے ہیں ملک عدم تو نہیں ہے مگر ہمارے لئے عدم ہی کی طرح ہے یعنی جو ایک دفعہ چلا جائے پھر اس کا کوئی نشان واپس نہیں آیا کرتا۔ مگر وہ شخص جس کے متعلق الہامات دنیا میں باقی رہے ہوں اس کا جانا بھی ایک فرضی جانا ہے۔ وہ لوگ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اسی دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔

میری بیٹی فائزہ نے مجھے بتایا کہ اتنا خوش تھے اس دفعہ بار بار مجھ سے بے حد محبت کا اظہار کرتے تھے اور ایک بات پر میں نے کہا کہ آپ بہت خوش ہیں تو کہتے تھے کہ خوش کیوں نہ ہوں میرا خلیفہ مجھ سے راضی ہے۔ میں اسے بار بار دیکھتا ہوں میں خوش کیوں نہ ہوں؟ وہ بچے نہیں تم نے دیکھے، فائزہ سے کہا جو خلیفہ کے ساتھ پھرتے ہیں، ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں ان کی خوشیاں نہیں دیکھیں وہ کیوں خوش ہیں اس لئے کہ وقت کا خلیفہ ان سے راضی ہے۔ میں بھی اسی لئے خوش ہوں۔ یہاں بھی بہت خطرناک حملے ہوئے بیماری کے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بیماریوں سے نجات ملی۔ واپس جا کر بھی حملہ ہوا اس سے بھی پھر نجات ملی۔

بے حد بہادر انسان تھے کم دنیا میں اتنے بہادر انسان دیکھنے میں آتے ہیں۔ وہم ہوتا تھا تو دوسروں کے متعلق، اپنے متعلق نہیں۔ میری بیماری کا خطرہ، خوف اور بچوں کو کہنا خیال رکھیں۔ اگر کوئی تاخیر ہو جائے کہیں سے آنے میں مثلاً ایک دفعہ یہ پہلے پہنچ گئے اور مجھے آنا

چاہئے تھا مگر دیر میں آیا تو بے انتہا گھبراہٹ تھی۔ ٹہلتے پھرتے تھے کہ کیوں نہیں ابھی تک پہنچے تو اپنے متعلق بالکل بے خوف اور دوسروں کے متعلق بے حد خوف رکھنے والے کہ کہیں کسی خطرناک واقعہ میں مبتلا نہ ہو گیا ہو کسی مہلک حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ ساری زندگی سادہ گزاری ہے۔ بالکل بے لوث انسان اور سادہ زندگی گزارنے والے ناظر اعلیٰ بھی اور اپنے بچے مسرور کو ساتھ لے کر زمینوں کا دورہ بھی کر رہے ہیں۔ وہاں زمینداروں کے ساتھ بیٹھ کر اسی طرح باتیں کر رہے ہیں۔ ذرا بھی ان کے اندر کوئی انانیت نہیں پائی جاتی تھی۔ بالکل سادہ لوح غذا اگر مزے کی ہے تو اچھی لگے گی پر اگر نہیں بھی ہے تو خوشی سے کھاتے تھے اور ہر چیز میں ایک قناعت پائی جاتی تھی۔ پس اس ذکر خیر میں اگرچہ طول ہو گیا ہے لیکن یہ ذکر خیر ہے ہی بہت پیارا۔ اب میں ساری جماعت کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے لئے دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور بعد میں (حضرت) **مرزا مسرور احمد صاحب کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحیح جانشین بنائے۔ تو ہماری جگہ بیٹھ جا کا مضمون پوری طرح ان پر صادق آئے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ خود ان کی حفاظت فرمائے اور ان کی اعانت فرمائے۔**

اس سفر کے دوران یہاں بعض لوگوں نے آپ کی ایسی خدمت کی ہے کہ اگر ان کا ذکر نہ کروں تو یہ ناشکری ہوگی۔ سب سے پہلے تو فضل احمد صاحب ڈوگر ہمارے شکریہ اور دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اصل بات کچھ اور تھی اور میں کچھ اور سمجھا کرتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ فضل احمد صاحب ڈوگر میاں غلام احمد صاحب جو ان کے داماد ہیں ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ خدمت کر رہے ہیں۔ لیکن جب میری علیحدہ ملاقات ہوئی تو اس وقت انہوں نے ایک راز کی بات بتائی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ پر ان کا ایک احسان ہے جو میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ صرف یہ احسان تھا جس کی یاد مجھے مجبور کرتی تھی چنانچہ میں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ دیکھو یہ تمہارے باپ کی بجائے ان سے بڑھ کر ہیں۔ ہماری نسلیں بھی اس احسان کو پورا نہیں کر سکتیں اس وجہ سے تم یہی سمجھو کہ تمہارا باپ تمہارے اندر دوبارہ آ گیا ہے۔ بلکہ اس باپ سے

بڑھ کر ایک وجود تمہارے اندر آ گیا ہے۔ چنانچہ یہ راز اب کھلا ہے مجھ پر کہ کیوں فضل ڈوگر کے بھائی صدیق، بشیر اور غلام احمد اور سارے خاندان نے ان کی ایسی خدمت کی ہے کہ واقعۃً کوئی اپنے باپ کی بھی اس سے بڑھ کر خدمت نہیں کرسکتا۔ سارے سفر میں ساتھ لئے پھرتے رہے۔ ہر جگہ رہائش کا انتظام کیا ہے اور جب بھی خدمت کا موقعہ ملا اسے اپنی عزت افزائی سمجھا اور ظاہر یہی کیا جیسا کہ حق تھا کہ یہ ہمارا احسان نہیں آپ کے احسان کا پورا بدلہ نہیں، ایک معمولی سا اظہار ہے جو ہم آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ پس اللہ کے فضل کے ساتھ ان سب بھائیوں نے بھی آپ کی بہت خدمت کی ہے اور میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** انہوں نے احسان کا بدلہ اُتارا ہے مگر ہمارے ایک محبوب قائد جو سارے پاکستان کے ناظر اعلیٰ بھی تھے امیر مقامی بھی تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے صدر بھی تھے ان کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

یہ تو مضمون ہے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے متعلق آج ان کی نماز جنازہ ربوہ میں پڑھائی جا چکی ہے۔ کثرت کے ساتھ تمام پاکستان کی جماعتیں شریک ہوئی ہیں۔ یہ میرا اندازہ ہے کہ شریک ہوگئی ہیں۔ پہلے جماعتوں کی طرف سے یہ اطلاعیں آ رہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بہت کثرت سے ایسے لوگ آ رہے ہیں لیکن ابھی تک ربوہ کی طرف سے اطلاع نہیں مل سکی۔ مجھے تعجب ہے کہ کیوں ایسا ہوا ہے حالانکہ نماز جنازہ کے بعد فوری طور پر مطلع کرنا ان کا فرض تھا کہ مجھے اطلاع دیتے کہ کیسے نماز جنازہ ہوئی کیا واقعات ہوئے، لوگوں کا کس قدر ہجوم تھا۔ اس سارے ماحول کی تصویر کھینچنی ضروری تھی۔ لیکن مجھے بہت تعجب ہے۔ ہم نے جتنی دفعہ بھی کوشش کی ہے تمام فونوں کو مصروف پایا اور جمعے پر آنے سے پہلے تک ہمارا رابطہ نہیں ہوسکا۔ مگر یہ تو سارے پاکستان سے جہاں سے چاہتے رابطہ کرسکتے تھے۔ اس لئے مرکز گویا ہمارے ہیڈ کوارٹر، مرکز تو یہی ہے جہاں میں ہوں، ہیڈ کوارٹر یعنی ربوہ میں جو نظام جاری ہے ان کو اتنی ہوش کرنی چاہئے کہ بڑے بڑے اہم معاملات ہوتے ہیں اور وہ منہ میں

گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی جو حالات گزرے ہیں بہت عجیب وغریب تھے ان میں بھی بار بار میرے اصرار پر انہوں نے مجھے اطلاعیں بھیجنی شروع کی ہیں۔ اس سے پہلے بالکل چپ بیٹھے تھے جیسے کچھ واقعہ ہی نہیں گزرا اور اب جنازے کے متعلق تفصیلات سے آگاہ نہ کرنا یہ بھی ظلم ہے۔ آئندہ سے یاد رکھیں کہ ہر اہم بات جو پاکستان میں ہو نظام جماعت کا فرض ہے کہ جہاں سے بھی ہوسکے فوری طور پر مجھے اطلاع دے کر آگاہ کریں اور اس سے دعا کی بھی تحریک ہوتی ہے۔

اب جب کہ میں یہ کہہ رہا ہوں منگلا صاحب کی ایک اطلاع اب میرے سامنے آئی ہے۔ آج نماز جمعہ مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے پڑھائی۔ جمعہ کے ساتھ ہی نماز عصر ادا کی گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا تابوت بذریعہ ایمبولینس بیت اقصیٰ لے جایا گیا جہاں نماز جمعہ وعصر کے بعد مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مختلف اضلاع کے امراء اور جماعتوں کے نمائندگان بھی آئے ہوئے تھے جن کی تعداد پانچ ہزار سے زائد تھی۔ یعنی باہر سے آنے والوں کی۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت پیدل کندھوں پر بہشتی مقبرہ لے جائی گئی۔ جنازہ حضرت اماں جان والے چوک کے پاس سے گزر کر بیت مبارک کے سامنے سے ہوتا ہوا بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ حضرت اماں جان والے چوک سے مراد یہ ہے کہ جہاں حضرت اماں جان کی یادگار تعمیر ہے وہ مٹی کا گھر جس میں حضرت اماں جان رہا کرتی تھیں اس مقام پر ایک یادگار تعمیر ہے۔ اس چوک سے ہوتا ہوا یہ جنازہ وہاں پہنچا۔ بہرحال الحمدللہ یہ کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ان کو رخصت کیا مگر جو وہاں پہنچنے والے پانچ ہزار ہیں صرف ان کی بات نہیں۔ میری میز ان خطوں اور تعزیت کے تاروں اور فیکسوں سے بھر جاتی ہے جو ساری دنیا سے موصول ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اس وفات کے صدمے سے ایک لرزہ طاری ہے۔ تمام احمدی دعاؤں میں مصروف ہیں۔ پس صرف وہ پانچ ہزار نہیں بلکہ ساری دنیا کے احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر

پہلے شامل نہیں تھے تو آج نماز عصر کے بعد جب میں نماز جنازہ پڑھاؤں گا تو ان دعاؤں میں شامل ہو جائیں گے۔ پس بہت ہی پیارا انداز ہے رخصت کا کہ ساری دنیا کی دعاؤں کو سمیٹے ہوئے کوئی انسان اس دنیا سے رخصت ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور ہماری عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمائے"۔ (الفضل انٹرنیشنل لندن 30/جنوری 1998ء)



باب چہارم

شجرِ سایہ دار

☆ آپ کی سیرت کے متعلق یادوں پر مبنی مختلف احباب کے مضامین

''اِنَّہٗ کَانَ اٰیةً مِنْ آیاتِ اللّٰہِ''

محترم محمد سعید انصاری صاحب سابق مربی سنگاپور ملائشیا انڈونیشیا جو کہ ایک صاحب کشف والہام بزرگ تھے اور استاذی المحترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ نے بتایا کہ حضرت چھوٹی آپا (حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ) کی وفات پر محترم محمد سعید صاحب انصاری کو یہ القاء ہوا تھا ''عِیْشَةً رَاضِیَةً'' آپ نے حضرت میاں صاحب کی وفات پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے ایک القاء کا بھی ذکر کیا۔ اُس خط کا متعلقہ حصہ پیش ہے۔

''آپ کے والد مرحوم جب اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقی ہوئے تو اس وقت یہ خاکسار آپ اور آپ کے بھائیوں اور دیگر قریبی متعلقین کی خدمت میں تعزیت کیلئے حاضر ہوا تھا اور جب مرحوم کا چہرہ دیکھا تو دفعۃً زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے اِنَّہٗ کَانَ اٰیةً مِنْ آیاتِ اللّٰہِ (وہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھے) اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع (رحمہ اللہ) نے مرحوم کے متعلق جو توصیفی کلمات فرمائے وہ الفاظ مندرجہ بالا کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی آغوش شفقت میں جگہ دے اور ہمیں اُن کی نیکیوں کا وارث بنائے۔ آمین۔ طبعی حجاب کے باعث میں اس امر کو آپ کی خدمت پہلے میں پیش نہ کر سکا۔ اب جماعتی امانت سمجھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں''۔

☆......❁......☆

تاثرات حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ

☆ میرے شوہر محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل مدت سلسلہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ ناظر اعلیٰ کی حیثیت سے قبل آپ نے خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ میں بھی اپنی خدمات پیش کیں۔

☆ آپ مزاج کے سادہ واقع ہوئے تھے۔ جوانی میں کھیل میں آپ کو فٹ بال بہت پسند تھا فٹ بال کی ٹیم کے مینیجر بھی رہے۔ فٹ بال کے میچز بھی شوق سے دیکھتے تھے۔

☆ آپ بہت نڈر اور بہادر انسان تھے۔ اگر کہیں راستے میں کسی موذی جانور مثلاً سانپ یا ریچھ کا سامنا ہو جاتا تو کبھی گھبراتے نہ تھے۔

☆ ایک دفعہ دریائے بیاس کے کنارے پر تھے تو ایک سانپ حملہ آور ہوا۔ آپ کے ساتھ جو آدمی تھا خوف سے بھاگ نکلا۔ سانپ پھنکارتا ہوا آپ کی جانب آگے بڑھا تو آپ نے نشانہ باندھا اور سانپ کو گولی ماردی۔

☆ آپ زمینوں پہ کام کرنے والوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور انہیں بہت ساری چیزیں دے دیا کرتے تھے۔

☆ آپ شکار کے بہت شوقین تھے اور اپنے بچوں اور پوتوں نواسوں کی بھی اس سلسلہ میں تربیت کرتے تھے اور انہیں شکار کرنے کے اصول بتاتے۔

میرا انصاری بھائی......

(مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب مرحوم)

نوٹ: سلسلہ احمدیہ کے دیرینہ خادم اور بزرگ محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب ناظر مال (بعد ازاں صدر۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان) کو ایک لمبے عرصہ تک حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی رفاقت حاصل رہی۔ محترم شیخ صاحب موصوف نے اپنے مشاہدات کچھ تو لکھوائے اور کچھ باتیں پروفیسر مکرم منور شمیم خالد صاحب قائد وقف جدید انصار اللہ پاکستان کی معیت میں ریکارڈ کروائی تھیں جو ہدیہ قارئین کی جارہی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ماشاء اللہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ فرض شناسی میں ہم سب کے لئے نمونہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑے مشکل حالات میں بے حد اہم فرائض آپ کے سپرد کئے۔ آپ ناظر اعلیٰ، صدر صدر انجمن احمدیہ، امیر مقامی، ناظر ضیافت کے عہدوں پر فائز رہے اور تادم آخر یہ فرائض باحسن طریق انجام دیتے رہے۔ دل کے بادشاہ تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا صبح سے اس وقت تک دس دوستوں کی مدد کر چکا ہوں کسی کی نقدی سے کسی کو ہسپتال بھجوا کر۔ آپ بہت نرم دل انسان تھے۔ قوت ارادی کے مضبوط، انتہائی مشکل حالات میں فوری صحیح فیصلہ فرما دیتے۔ ہماری نظر وہاں تک نہیں پہنچتی تھی لیکن صاحبزادہ صاحب موصوف فوری طور پر تمام پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے صحیح راہنمائی فرما دیتے تھے۔ بے حد خوش خلق۔ دوستوں سے بڑی محبت سے ملنے والے تھے۔ آپ نے خلافت کی اطاعت کا ہمیشہ اعلیٰ نمونہ دکھایا۔

صاحبزادہ صاحب خاکسار سے بے حد محبت سے پیش آتے اور اکثر مجھے ہنستے ہوئے بھائی کہہ کر یاد فرماتے اور کبھی بھائی جان کہتے جس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک موقعہ پر جب خاکسار قادیان میں مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے ایک خاص

موقعہ پر حضرت صاحبزادہ کو خاکسار کا انصاری بھائی بنایا تھا۔ حضرت میاں صاحب خاکسار سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔ آپ نے ہمیشہ مجھ سے بھائیوں جیسا سلوک کیا۔ آپ نے بعض انتظامی امور میں اختلاف کے باوجود خاکسار کی مشکلات کے پیش نظر امداد فرمائی۔ کبھی آپ اس امر کا ذکر بھی فرما دیتے کہ میری طبیعت میں نرمی ہے مگر تمہاری مشکلات کو دیکھتے ہوئے میں تمہاری رائے کے مطابق فیصلہ کر رہا ہوں اصل میں ایسا فیصلہ بھی حکمت کے مطابق ہوا کرتا تھا۔ آپ فارغ اوقات میں اکثر دعاؤں میں مصروف رہتے۔ دفتر میں بھی اور گھر پر بھی میں جب کسی اہم امر کے بارہ میں مشورہ کیلئے حاضر ہوتا تو آپ کو دعاؤں میں مصروف پاتا۔ آپ نے باوجود بیماری کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جملہ فرائض بڑی عمدگی سے ادا فرمائے۔ باہر کی جماعتوں سے اکثر دوست راہنمائی کیلئے آتے تو ان کے مسائل سن کر حالات کے مطابق ان کی بھی راہنمائی فرماتے۔ آپ کی بڑی گہری نظر تھی اور عزم پختہ تھا خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں بکثرت پڑھتے۔

آپ طبیعت کے نہایت سادہ اور بے تکلف شخصیت کے مالک تھے اپنے ہاتھ سے کام کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ مشقت سے کبھی نہیں گھبراتے تھے اپنے ساتھیوں کو بھی محنت و مشقت سے کام کرنے کی ہدایت فرماتے۔ آپ کی طبیعت میں نرمی تھی مگر ڈسپلن رکھنے کی خاطر کبھی کبھی سخت فیصلہ بھی فرما دیتے تھے۔ عموماً فیصلہ جلدی فرماتے مگر اس کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھتے آپ میں یہ استعداد غیر معمولی تھی۔ 1984ء کے مشکل ترین حالات میں نہایت مستعدی سے فرائض سرانجام دیتے رہے نہایت زیرک اور صاحب فراست تھے جب بھی امراء صاحبان مشورہ کے لئے آتے تو آپ کی راہنمائی سے ہی استفادہ کرتے۔

آپ بڑے سخی تھے فیاض تھے احباب سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ پرانے دوستوں اور ساتھیوں کو ہمیشہ یاد رکھتے۔ بڑے ہنس مکھ ایثار کے مجسمے فرشتہ سیرت بزرگ تھے۔

☆……☆……☆

آپ کی اعلیٰ صفات اور حسن سلوک نے دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیا

(حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع سرگودھا)

اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کو ایسے امتیازی نشانوں کے ساتھ بھیجتا ہے کہ وہ مخلوق الٰہی سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ ان کی کمال درجہ پاکیزگی قلب۔ ان کی اتھاہ محبت الٰہی، ان کا بے پناہ علم و حکمت اور ان کی قوت تزکیہ مخلوق الٰہی اور ان جیسی اور خصوصیات انہیں باقی دنیا سے ایک عجیب امتیاز بخش دیتی ہیں۔ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا والوں سے نہیں ہوتے۔ ان کی ایک نہایت درجہ امتیازی شان یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کو بھی ان کی پاکیزگی اور دیگر صفات سے حصہ دیا جاتا ہے اور انہیں ان کی جانشینی اور ان کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لائق بنایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو فرمایا تھا "یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ" یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی وہ اسی طرف اشارہ تھا کہ اس کی شادی کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی اور اس کی اولاد بھرپور صلاحیتوں والی ہوگی۔ ورنہ عام شادی اور عام اولاد ہونے کے لئے پیشگوئی کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہوشیار پور میں عبادت الٰہی کے لئے چلّہ کاٹا جس میں آپ نے دنیا سے بالکل منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی تضرع کے ساتھ دعائیں کیں اس کا بھی زیادہ تر یہی مقصد نظر آتا ہے کہ آپ کے کاموں کو جاری رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی اولاد دے۔ چنانچہ چلہ کے اختتام پر جو آپ نے اشتہار شائع فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے الہامات میں آپ کو یہی اطلاع دی گئی تھی کہ اس نے آپ کی تضرعات کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کو خاص الخاص اولاد دی جائے گی جن میں سے ایک حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا اور نہایت غیر معمولی طاقتیں فہم و ذکاء کی

دے کر بھیجا جائے گا اور ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اس کے ساتھ ہی دوسری اولاد کی بھی جن میں بے شمار صلاحیتیں ہونگی اور دینی خدمت کا بیڑا اٹھانے والی ہونگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود...... کے علاوہ بھی بڑی قابلیتیں رکھنے والے صاحبزادے اور دختران کرام آپ کو عطا فرمائے اور اس سلسلہ کو قیامت تک جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا گویا ہر لحاظ سے آپ کی جانشینی اور مقاصد عالیہ کی تکمیل کی ضمانت دے دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر غیر معمولی اور امتیاز رکھنے والا سلوک ہے۔ اس کے لئے ہم جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں وہ ادا نہیں ہوسکتا۔

اس اولاد میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بھی تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا۔ آپ کی نیکی اور تقویٰ آپ کی پاکیزگی آپ کا ادراک وفہم، آپ کی ہمدردی، آپ کی محبت کا سلوک، آپ کی معاملہ فہمی، آپ کی خلافت کے ساتھ بے پناہ وابستگی اور اس کی اطاعت، آپ کی ہمت وغیرت، آپ کا حوصلہ اور بہادری، آپ کی فراخ دلی اور حسن سلوک یہ سب صفات ایسی تھیں جو دوسروں کو آپ کا گرویدہ بناتی تھیں۔ ان سب کے ساتھ آپ کا عجز اور انکسار۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مجالس کے شروع یا اختتام پر دعا کے لئے اس عاجز نابکار اور سخت گنہگار انسان کو دعا کروانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ یہ عجز انسان کا اصل حسن ہوتا ہے۔ آپ صدر انجمن احمدیہ کے اور جماعت کے معاملات بڑی خوش اسلوبی سے طے فرماتے، مشورہ فرماتے اور اس کی قدر کرتے۔

آپ کے خلاف بعض مقدمات بھی مخالفین نے کیئے۔ بعض میں یہ عاجز بھی آپ کے ساتھ ہی ملوث کیا گیا۔ آپ ان مقدمات میں بڑی بشاشت اور حوصلہ سے کام لیتے۔ ذرہ بھر بھی ملال کا اظہار نہ ہوتا گویا وقار کا ایک پہاڑ تھے۔ لوگوں کے دکھ درد اور مالی تکلیف کا بھی آپ خیال رکھتے۔ ایسے لوگ آپ سے مل کر تسلی پاتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکستان میں عدم موجودگی کی وجہ سے حضور

آپ کو مجلس مشاورت کا صدر مقرر فرماتے۔ (سوائے دو مرتبہ کے جب آپ بیمار تھے) آپ مشاورت کی کارروائی کو بہت خوش اسلوبی سے چلاتے رہے۔ مشاورت کے پہلے دن اس عاجز کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی سعادت بخشتے اور ہر امر اس عاجز کے مشورہ سے طے فرماتے۔ تحکم سے کلیۃً پرہیز فرماتے۔ اس طرح بعض اجلاس امرائے اضلاع کے ہوتے ان میں بھی سب کام مشورہ سے کرتے اور بہت عمدہ فیصلہ فرماتے۔

آپ کی آخری بیماری میں یہ عاجز فضل عمر ہسپتال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت سخت بیمار ہونے کے باوجود بہت پُرسکون حالت میں تھے۔ میرے ساتھ آپ کی یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

(بحوالہ ماہنامہ انصار اللہ مارچ 2000ء صفحہ 61-62)



انکساری کا اطاعت کا وہ بحرِ بیکراں

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ واقف زندگی)

بفضل خدا خاکسار قادیان میں 1932ء تا 1934ء بطور طالب علم رہا ہے حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب میرے ہم جماعت تھے۔ نظم خوانی کے باعث یہ تعلق بے تکلف دوستی میں تبدیل ہوگیا۔ ان کے توسط سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر عمر کے افراد سے ملنے کا موقع ملتا تھا۔ بزرگوں سے بھی اور جوانوں اور بچوں سے بھی۔ اس حوالے سے کبھی کبھی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے نیاز بھی حاصل ہو جاتے تھے۔ اس وقت آپ بھرپور جوانی میں تھے۔ سپورٹس مین بھی اعلیٰ درجے کے تھے۔ اس وقت میری عمر ناپختہ تھی اور صاحبزادہ صاحب سے ملاقاتیں بھی سرسری تھیں۔ مگر ان سے متعلق چند باتیں ذہن پر ایسی نقش ہیں گویا آج بھی میں ان کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔ صاف ستھرا لباس، ہنس مکھ چہرہ۔ آپ جب صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب سے اور خاکسار سے گفتگو فرماتے تو شفقت اور محبت کے ساتھ باتوں میں لطیف مزاح کا رنگ بھی ہوا کرتا تھا۔

قادیان میں طالب علمی کے زمانہ کے بعد 1951ء میں جب خاکسار کو وقف زندگی کی منظوری نصیب ہوئی تو ربوہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو دوبارہ قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب کبھی آپ کے دولت خانہ پر جانے کا موقع ملا آپ کی مہمان نوازی اور احترام آدمیت نے بہت متاثر کیا۔ طبیعت میں لطیف مزاح کا عنصر بدستور قائم تھا۔ ایک مرتبہ بندہ اپنی گاڑی پر آپ کے دولت خانہ پر پہنچا تو گیٹ کھولتے ہوئے فرمانے لگے گاڑی بے شک اندر لے آئیں مگر دیکھنا میرا گیٹ نہ توڑ دینا۔

ایک مرتبہ آپ کی قیادت میں سیالکوٹ کا سفر اختیار کیا گیا۔ ایک ویگن میں قریباً چھ سات افراد تھے۔ سیالکوٹ کے مخلصین نے محترم صاحبزادہ صاحب سے عقیدت کے اظہار میں ہماری واپسی کے پروگرام میں خاصی تاخیر کر دی۔ شام کے وقت واپسی ہوئی۔ حافظ آباد

پہنچتے قریباً 9 بج گئے۔ بمشکل چند میل مزید طے کئے ہوں گے کہ گاڑی خراب ہوگئی اور ایسی خراب ہوئی کہ چلنے کا نام نہ لیتی تھی۔ سردیوں کے ایام اور رات کی تاریکی۔ کوئی مدد میسر نہ آئی۔ ایسے پریشان کن حالات میں انسان گھبرا جاتا ہے اور کچھ چڑچڑا ہو جاتا ہے مگر صاحبزادہ صاحب تھے کہ خوش مزاجی میں کوئی فرق نہ آیا اور فیصلہ فرمایا کہ واپس حافظ آباد جا کر مطلوبہ مدد حاصل کی جائے۔ سو ہم سب رات کے وقت پیدل واپس حافظ آباد پہنچے۔ رات خاصی گذر چکی تھی۔ متعدد احمدی گھرانوں کا پتہ کرتے کراتے ایک گھرانہ میں پذیرائی ہوئی۔ میزبان نے اپنی خوش قسمتی سمجھی کہ قافلہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی تھے۔ ہر چند کہ میزبان اس خوشی میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پوتے تشریف لائے ہیں ان سے ترجیحی سلوک کر رہے تھے اور وہ اس اہتمام میں حق بجانب بھی تھے مگر حضرت مرزا صاحب سب سے خوب گھل مل کر رہے ہے اور سب کا آنمحترم نے مساوی خیال رکھا اور کسی کو کمتری کا احساس نہ ہونے دیا۔

ان کے اس حسنِ خلق سے پیدل سفر کی کوفت بھی رفع ہوگئی اور جملہ افراد قافلہ میں بشاشت قائم رہی۔ ویسے بھی ویگن میں دوران سفر خاکسار کو نظم خوانی کی فرمائش ہوتی رہی اور بہت خوشگوار ماحول میں سفر گذرا کہ بھلائے بھولتا نہیں۔ صبح تک گاڑی بھی ٹھیک ہوگئی اور ہم بفضل خدا ربوہ بخیریت پہنچ گئے۔ آپ کو خلافت کا اتنا احترام تھا کہ امام جماعت کے سامنے بڑے مؤدب اور خاموش ہی رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خاکسار کو یاد فرمایا کہ ایک پروجیکٹر اصلاح طلب ہے اس کو آ کر ٹھیک کر جائیں۔ خاکسار ان دنوں ساکن اور متحرک پروجیکٹروں کے ذریعہ تربیتی پروگرام عمل میں لایا کرتا تھا۔ قصر خلافت میں جب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی موجود تھے۔ حسب عادت باادب اور خاموش بیٹھے تھے۔ دوسرے دن آپ سے میں نے پوچھا کہ آپ نے پروجیکٹر کا نقص کیوں نہیں دور کیا۔ فرمانے لگے میں حضرت صاحب کے سامنے از خود نہیں بولتا۔ اگر مجھے حکم ہوتا تو تعمیل ہوتی۔

آپ کو انجمنوں کے مشترکہ اجلاس میں بحیثیت صدر دیکھا۔ ہر معاملہ کو سنجیدگی سے بغور دیکھنا۔ امام جماعت کے منشاء اور عین اس کے مطابق کارروائی کو ڈھالنا آپ کا خصوصی وصف

تھا۔ ہر ایک کی رائے کو تحمل سے سننا اور معاملہ زیرِ غور کو احسن طریق سے نمٹانا آپ کے حسن انتظام پر دال تھا۔ ذاتی طور پر بندہ ایسی مجلس میں یوں محسوس کرتا تھا گویا میں ایک شفیق بزرگ کے زیرِ سایہ بیٹھا ہوا ہوں۔

مجلس مشاورت میں بھی آپ کی بابرکت صدارت میں یونہی محسوس ہوتا تھا گویا ایک شفیق بزرگ کے زیرِ سایہ بیٹھے ہیں۔ امام جماعت کے منشاء کو سمجھنا اور اس کے مطابق کارروائی کو نمٹانا اور آخر میں دردبھری دعاؤں سے حاضرین کو رخصت کرنا نہ صرف خلافت سے بلکہ جماعت سے بھی دلی لگاؤ اور محبت کا مظہر تھا۔

دعوتوں میں شمولیت کے بارہ میں ایک واقعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوستوں کی دلجوئی کے لئے شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دعوت میں انتظار کے عالم میں بندہ ان کے پاس کھڑا تھا۔ کھانا تقسیم ہونے میں خاصی تاخیر ہوگئی۔ مجھ سے اظہار کئے بغیر نہ رہا گیا۔ فرمانے لگے میں اکثر گھر سے کھانا کھا کر آتا ہوں۔

خاکسار کچھ عرصہ قاضی کے فرائض بھی ادا کرتا رہا ہے۔ ایک مقدمہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب بطور گواہ کے تشریف لائے۔ کسی امتیازی سلوک کے مطالبہ کے بغیر عام شہری کی حیثیت سے آپ نے گواہی دی البتہ ایک امر کی طرف خیر خواہی کے جذبہ سے توجہ دلائی۔ فرمایا جس دفتر میں آپ نے گواہوں کو بلایا ہے اس کا گیٹ کھلا رکھوانا چاہئے تھا۔ گواہ کو ہر ممکن سہولت پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ قضاء کے اس پہلو کی طرف آپ نے نہایت احسن طریق سے توجہ دلائی۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی بے شمار میٹھی یادیں دل میں جاگزیں ہیں۔ مگر ان کو احاطہ تحریر میں لانا امر محال ہے۔ الفاظ ساتھ نہیں دیتے بس دعا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 25 فروری 1998ء صفحہ 3)

آئس برگ

ایک صاحبِ عرفان۔ صائب الرائے وجود

(مکرم محمود احمد صاحب شاہد مشنری انچارج آسٹریلیا سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

قادیان دارالامان کے جلسہ سالانہ 1997ء میں شامل ہونے کی وجہ سے میں سفر میں تھا اس لئے حضرت میاں صاحب کی شدید علالت کا علم نہیں تھا کہ اچانک حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کی خبر لنگر خانہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قادیان میں سنی تو بہت صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میری آپ سے آخری ملاقات 1997ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر لندن میں ہوئی تھی۔ چھ سال کے بعد آپ سے ملاقات میں آپ کو پہلے کی نسبت کمزور دیکھا لیکن آپ کی یادداشت بہت اچھی تھی اور گفتگو میں تھکان کا احساس ہرگز نہیں ہوتا تھا۔

قادیان میں ایک شخص نے خاکسار سے پوچھا کہ یہ کونسی اہم شخصیت فوت ہوئی ہے جس کی حضرت خلیفۃ المسیح MTA پر اتنی تعریف فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو کبھی نہ ان کی کوئی تقریر سنی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی مضمون یا کتاب پڑھی ہے۔ میں نے مختصراً عرض کی کہ کیا آپ نے کبھی آئس برگ کے بارے میں سنا ہے؟ کہنے لگے میں سمجھ گیا۔ شخصیات کی پہچان اور کسی کی قدر کو جانچنا آسان نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا آپ بہت صائب الرائے انسان تھے۔ خاکسار کو 1962ء سے جون 1991ء تک آپ کے قریب رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں نے کبھی آپ کو تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا یا سنا۔ مگر بہت سی مجالس میں آپ کا قرب حاصل رہا اور بہت سے اجلاسوں کی صدارت کرتے ہوئے پایا۔ میں خوف خدا سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ شخص ہرگز مقرر نہیں تھا مگر جماعتی معاملات میں ایسا بے قرار اور محافظ تھا کہ بہت ہی مختصر الفاظ میں جب آپ کوئی حکم دیتے تو آپ کی دلی آرزوئیں اور مرادیں

پڑھی جا سکتی تھیں۔ اس وقت آپ کے عزم اور ارادہ کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں ہوتا تھا جس کسی کی رائے کو صحیح سمجھتے چاہے وہ چھوٹے کارکن کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو اس کے مقابل پر کسی ناظر کو بھی خاطر میں نہ لاتے۔ بلکہ اسے سمجھا کر قائل کر لیتے تھے۔ یہ نہیں کہ آپ تقریر نہیں کر سکتے بلکہ آپ میں نہایت عجز تھا اور نمود و نمائش کو آپ پسند نہیں کرتے تھے اس لئے ایسی مجالس سے پرہیز کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں نے آپ سے ایک مجلس میں آنے کے لئے اصرار سے کہا تو کہنے لگے کہ کوئی مجھے جھک کر سلام نہیں کرے گا اور نہ ہی میرا ہاتھ چومے گا۔ میں نے وعدہ کیا کہ ٹھیک ہے مختصر سی مجلس ہے سب کو بتا دوں گا لیکن اگر کوئی احتراماً ایسا کر بھی لے تو ایسی بھی کیا آفت آ جائے گی۔ تو فرمایا ایسا تو صرف حضرت صاحب کے لئے ہی کرنا چاہئے۔ میں خلیفۃ المسیح نہیں ہوں۔ آپ کے دل میں خلافت کا جو ادب اور مقام و احترام تھا اس سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک مجلس میں ایک دفعہ کسی بات پر کافی گفتگو ہوئی اور کوئی اختلاف رائے نہیں ہوا بلکہ سب متفق تھے لیکن آپ نے اسے رد کر دیا اور کہا کہ اس سے افتراق ہوگا اور میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔ حضرت صاحب یہاں نہیں ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ میری وجہ سے جماعت میں کوئی اختلاف و افتراق پیدا نہ ہو۔

مجلس شوریٰ کے اجلاسات میں شرکت کے لئے ایوان محمود میں آتے تو بھی اجلاس سے قبل اور کبھی دوران اجلاس سرائے خدمت میں آتے تو اکثر مجھے بھی ساتھ رہنے کا موقع ملتا تھا۔ کئی مرتبہ آپ کہتے کہ میں تو کمزور ہوں اور بول کر لوگوں کو خوش رکھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ تو خاکسار کہتا کہ میاں صاحب آپ خلیفۃ المسیح کے نمائندہ ہیں اس لئے لوگ صرف آپ کی تقریر یا الفاظ سننے کے لئے نہیں آتے بلکہ جب آپ اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو آپ کے چہرے سے آپ کا عزم ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کے دل میں خلافت کا کس قدر احترام تھا اس کے بارے میں چند ذاتی مشاہدات پر مشتمل واقعات بیان کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہمراہ احمد نگر حضور کی زمین پر گئے۔ قافلہ میں مرحوم عبدالمجید خان صاحب، ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب اور حضرت میاں صاحب تھے۔ حضور رحمہ اللہ پودوں سے مالٹے چنتے اور عبدالمجید خان صاحب مرحوم کو چکھنے کیلئے دیتے اور پوچھتے کہ اس کا کیا ذائقہ ہے۔ مکرم میاں صاحب کہنے لگے ہمارے باغ کے سب مالٹے ایک ہی ذائقہ کے ہیں اور بڑے بڑے ہیں۔ حضور فرمانے لگے کہ پودے لگاتے وقت میں نے ہر پودے پر تکبیر پڑھی ہے۔ کیا تم نے ایسا کیا ہے۔ اس بات کا اثر آپ پر اتنا ہوا کہ علیحدہ ہو کر سوچنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نے پوچھا کہ میاں منصور صاحب کہاں ہیں۔ تو میں نے عرض کی کہ اس وقت سے علیحدہ ہو کر سوچ رہے ہیں اور کچھ پریشان سے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ میں نے تو اتنے سنجیدہ ماحول میں بات نہیں کی تھی۔ خان صاحب سے مذاق بھی ہو رہا تھا۔ میں نے جا کر میاں صاحب سے آنے کے لئے کہا اور حضور کے ارشاد کے متعلق بتایا تو کہنے لگے کہ میں تو اس وجہ سے گھبرا گیا کہ مجھے حضور کے باغ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دوسری بڑی بات تو یہ ہے کہ دعا کا جو طریق حضور نے اپنایا وہ تو مجھے سوجھا نہیں اور پھل اس کے برابر مانگ رہا ہوں۔ جب آپ واپس آئے تو حضور رحمہ اللہ نے دلداری کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے باغ کے بعض مالٹے میرے باغ سے بھی عمدہ ہونگے مجھے کسی وقت چکھا دینا۔

جب بیت الفضل اسلام آباد مکمل ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پہلی دفعہ وہاں تشریف لے گئے تو آپ بھی ساتھ تھے۔ ہیڈ فقیریاں میں حضور تھوڑی دیر ٹھہرے تو میاں صاحب اُترتے ہوئے کہنے لگے مجھے سہارا دو گھٹنا رہ گیا ہے۔ میں نے کہا پھر آئے کیوں؟ کہنے لگے میرے بھی کچھ فرائض ہیں حضرت صاحب نے کہا چلو تو چل پڑا۔ اسلام آباد پہنچے تو

رات کو حضرت منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ دروازے اور کھڑکیوں پر دعائیں کر رہی تھیں۔ میں نے بتایا کہ دروازے اور کھڑکیاں چیک کر چکا ہوں تو مرحومہ نے کوئی بحث نہیں کی اور صرف یہ کہا کہ تم مجھے وہمی سمجھو لیکن اگر میں اس طرح چیک نہ کروں تو مجھے تسلی نہیں ہوتی۔ یہ واقعہ اکثر میں گھر میں دہرایا کرتا ہوں تو میری بیٹی عزیزہ محمودہ روزانہ اسی طرح دروازے کھڑکیاں چیک کرتی ہے۔ ذکر چل رہا تھا حضرت میاں منصور احمد صاحب مرحوم کا۔ حضرت میاں صاحب مجھے کہنے لگے کہ کسی جگہ سے پسا ہوا نمک مرچ لاؤ۔ میں نے پوچھا وہ کیوں کیا ضرورت ہے۔ کہنے لگے یہ کھانا تو نہیں کھایا جاتا نہ نمک نہ مرچ۔ ایوبی صاحب کہنے لگے شیرے (حضور کے باورچی) کو کہتا ہوں۔ تو حضرت میاں صاحب قدرے غصے سے کہنے لگے اسے میں نہیں کہہ سکتا، تمہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے اس طرح حضور کے کھانے کے انتظام میں حرج ہوگا یہ کام نہیں کرنا۔

آپ کس قدر باریکی سے خلیفہ وقت کے احترام کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔

ایک دفعہ نارنگ منڈی (ضلع شیخوپورہ) میں سخت طوفان آیا۔ حافظ آباد جاتے ہوئے سڑک کے دائیں جانب ایک اور گاؤں بھی اس کی زد میں تباہ ہوا۔ نارنگ منڈی میں سخت تباہی ہوئی تھی۔ حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ناظر اعلیٰ کی نگرانی میں خدام الاحمدیہ فوری خدمت خلق کا کام شروع کرے۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے طلب کیا اور کہنے لگے ہم سب تمہارے ساتھ ہیں جو بھی ضرورت پڑے گی پوری ہو جائے گی۔ لیکن خدمت کا حق ادا ہونا چاہئے۔

اس کام میں مکرم چوہدری انور حسین صاحب مرحوم کی ٹیم کے علاوہ مقامی لوگوں میں چوہدری محمد اسلم صاحب اور چوہدری محمد اکرم صاحب، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات اور ربوہ کے خدام اور یہاں کے راج گیر صاحبان نے بھرپور حصہ لیا اور پورا تعاون کیا۔ کھانے پکانے کے لئے رفیع مرحوم اور محمد دین صاحب 15 دیگیں لے کر پہنچ گئے۔ نیز میاں صاحب نے تین آدمیوں کا ایک وفد بھی بھیجا جن میں چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب، محترم سید احمد علی شاہ

صاحب اور چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم تھے۔ جلسہ کا سماں تھا۔ چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب مقامی لوگوں سے ملتے رہے۔ چوہدری بشیر احمد صاحب تعمیراتی کام کی نگرانی کرتے رہے اور شاہ صاحب موصوف وعظ و نصائح کا کام کرتے تھے۔ اس وفد کی تشکیل میں اختلاف تھا لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت میاں صاحب نے جو فیصلہ کیا تھا وہی درست تھا۔ اس دوران بڑے اصرار کے ساتھ بار بار مجھے یاددہانی کراتے تھے کہ خدمت جماعت احمدیہ کی شان کے مطابق ہو۔ حضور کا یہی منشاء ہے۔ ان کے بار بار اصرار اور تاکید پر میں نے کہا کہ حضرت صاحب کو میں خود بتا دوں گا آپ فکر نہ کریں۔ کہنے لگے بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ حضور فکرمند اور پریشان ہوں گے اس کو ہم نے کم کرنا ہے۔

آپ کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کی خلافت سے محبت اور احترام اور خلیفہ وقت کے ارشادات پر نہایت باریکی سے عمل درآمد کرنے کی صفات پر روشنی پڑتی ہے۔

گزشتہ سال لندن میں ایک دفعہ صبح ناشتہ پر کہنے لگے ٹانگوں میں بہت درد ہے کل حضرت صاحب کے پاس اوپر گیا آج نہیں جا سکا۔ جلسہ پر اس لئے آیا تھا کہ حضور سے روزانہ مل سکوں گا۔ جب ملاقات سے ہی رہ گیا تو کیا فائدہ آنے کا؟ جلسہ کے بعد حضور لندن سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے بھی ساتھ جانا تھا مگر آپ نے پہلے جانا تھا کیونکہ آپ آہستہ آہستہ چلتے تھے اور حضور تیز۔ صبح ہی سے تیار ہو کر دروازہ پر بیٹھ گئے کہ فضل نہیں آیا چلنا تھا۔ میں نے کہا آدھ گھنٹہ پہلے چلنا کافی ہے۔ کہا نہیں اس سے حضور کو تکلیف ہوگی۔ میرے لئے حضور آہستہ چلیں گے انہیں تکلیف ہوگی۔

جرمنی کے جلسہ کے لئے جاتے ہوئے بہت خوش تھے مگر کہتے تھے سفر لمبا ہے۔ میں نے کہا نہ جائیں۔ کہنے لگے عجیب بات کرتے ہو۔ حضور نے جانے کے لئے کہا ہے۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں قبر کی طرف سفر کم ہے اگر فوت ہو گیا تو تسلی ہوگی کہ خلیفہ وقت کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے بھی دم نکل سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ جرمنی تشریف لے گئے اور میں واپس آسٹریلیا آ گیا اس کے بعد آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

مجھے یاد ہے ایک عید کے بعد میں آپ سے ملنے آپ کے گھر گیا۔ انجمن کے بعض عہدیدار پہلے سے آپ کے پاس ناشتہ کررہے تھے۔ مجھے بھی کھانے کی دعوت دی۔ تو عرض کیا کہ میں ناشتہ کر کے آرہا ہوں۔ ایک دوست کہنے لگے کھاؤ پیر کے گھر کا کھانا ہے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم نے سخت بُرا منایا اور فرمایا یہ کیا کہہ دیا مجھے ایسی باتوں سے سخت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ پیر تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہنے والے نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے مذاق میں کہہ دیا ہے۔ تو کہا کہ ایسی باتوں میں مذاق بھی ٹھیک نہیں۔

آپ نے بچوں کی بھی بہت اچھی تربیت کی ہے۔ آپ کی اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ہمدردی خلق کے جذبات سے سرشار ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی نیک سیرت کو زندہ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل لندن 6 نومبر 1998ء)



حَیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

حضرت صاحبزادہ صاحب کی حسین یادیں

(مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب)

حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی رحلت پر اب ایک عرصہ ہونے کو ہے۔ لیکن ہر آن یہی احساس ہوتا ہے کہ گویا یہ کل کی بات ہے۔ حضرت میاں صاحب تصور میں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور اس کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ اس مبارک وجود کے لئے دعا کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ حضرت میاں صاحب کی یادیں کثرت سے ذہن وقلب میں محفوظ ہیں آپ کی ذات لاتعداد خوبیوں کی جامع تھی۔ جنہیں ضبط تحریر میں لانا بظاہر ایک امر محال نظر آتا ہے۔

حضرت میاں صاحب کے ساتھ میری شناسائی اور پھر ان کی شفقت کا سلوک تو دیرینہ ہے لیکن زیادہ قرب اور مصاحبت کا شرف اس وقت سے نصیب ہوا جب کہ خاکسار جون 1982ء میں کراچی سے بطور سیکرٹری بہشتی مقبرہ مرکز میں آیا اور پھر بطور ناظر اصلاح وارشاد حضرت میاں صاحب کے ماتحت کام کا دور شروع ہوا۔ خاکسار ہر روز بلا ناغہ دفتر میں ان کے پاس حاضر ہوتا اور جماعتی امور پہ میٹنگ رہتی اور ہر روز ان کی شفقت ان سے راہنمائی اور مشورہ و ہدایات حاصل کرتا اور اس چودہ، پندرہ سالہ عرصہ میں کبھی بھی ایسا موقعہ چھوڑ، ایسا لمحہ تک یاد نہیں کہ ان کے برتاؤ سے سرد مہری نظر آئی ہو۔ جب بھی کسی بات کو درست نہ سمجھا تو کبھی پیار سے کبھی دلیل سے اور کبھی مثالیں دے کر سمجھاتے اور یہ فیض رسانی کا چشمہ میرے لئے ہمیشہ جاری وساری رہا اس ضمن میں کچھ یادیں ہدیہ قارئین کی جارہی ہیں۔

تعلق باللہ اور اطمینان قلب

حضرت میاں صاحب کی ذات مجموعہ صفات تھی۔ بہت سے مثالی پہلو ہیں۔ لیکن اس وقت جس پہلو کو سب سے زیادہ مشاہدہ کیا اور کوئی موقعہ یا لمحہ ہرگز ان کا ایسا نہ تھا کہ جب یہ

وصف نمایاں نہ ہو۔ وہ تعلق باللہ کا وصف ہے حضرت میاں صاحب کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہر لحہ گہرا اور اٹوٹ تعلق تھا اور کئی رنگ میں اس کا اظہار طبعی طور پر بلا کسی تکلف کے ہوتا رہتا تھا۔ جب بھی دفتر میں ان کے پاس حاضر ہونے کا موقعہ آتا تو اولاً دفتری کام میں مصروف ہیں لیکن اگر کام سے وقفہ یا وقتی فرصت ہوتی تو پھر دعا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ بعض اوقات ہاتھ میں ''تسبیح'' ہوتی۔ جس کا کبھی عام اظہار نہ ہونے دیا کیونکہ ایسے تکلف اور نمائش سے آپ کی طبیعت کوسوں دور تھی۔ لیکن اس میں ہرگز کوئی مبالغہ نہیں کہ ذکر الٰہی ان کی روح کی غذا تھی۔ بعض اوقات حمد الٰہی میں درثمین اُردو، فارسی، عربی کے اشعار پڑھتے اور بے حد لذت محسوس کرتے۔ یہ بھی ذکر کا ایک انداز تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو وفا تھی اس کا مشاہدہ کئی طرح سے روز مرہ ہوتا تھا۔ کبھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور حساب کتاب کا ذکر ہے تو بے انتہا اطمینان بھی ہوتا۔ مگر خشیت الٰہی والا پلڑا ابھی غالب رہتا۔ آخری علالت سے دو تین سال قبل فرمایا کہ اب موت کا خوف نہیں رہا خاکسار نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس علالت کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ اگلے جہان کا سارا نظارہ دیکھا۔ دیکھا کہ مرنے کے بعد انسان کو بالکل تنہا ایک طویل اور تاریک غار میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں نیک اعمال کی روشنی ساتھ دیتی ہے اور بداعمال والے اسی تاریکی میں اذیت اٹھاتے ہیں۔ تاریک غار کا سفر مکمل ہونے کے بعد آگے روشنی اور جنت کی فضائیں ہیں۔ فرمایا مجھے غار کے سفر میں کوئی دقت یا گھبراہٹ نہ ہوئی اور جنت کے نظارے دیکھ کر پلٹا ہوں اور وفات کے بعد کی ساری فکر اللہ تعالیٰ نے واضح نظارہ دکھا کر دور کر دی ہے۔ اس پر حضرت میاں صاحب بہت مطمئن اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حمد و شکر سے ہر آن شاداں رہتے تھے۔

تعلق باللہ کا ایک شاندار پہلو آپ کا یہ تھا کہ ہر معاملہ میں اولاً دعا ضرور کرتے اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا۔ خوف نام کی کوئی چیز زندگی بھر قریب نہیں آنے دی۔ انتہائی جرأت اور بہادری آپ کا شیوہ تھا۔ مگر اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت اور حفاظت کا قطعی

یقین تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ حالات ظاہری طور پر پریشان کن سمجھے گئے اور موجود احباب میں سے کسی نے غیر معمولی گھبراہٹ ظاہر کی تو فرماتے کہ کیوں پریشان ہو رہے۔ کیا مکھی انسان کے چہرے پر آئے اور تنگ کرے تو کبھی لاٹھی کلہاڑی سے اس کو مارتے بھگاتے ہو؟ مکھی کو بھگانے کے لئے ایک ہاتھ کا ہلکا سا اشارہ ہو تو اڑ کر دوسری جانب چلی جاتی ہے اور پھر آئے تو ہاتھ کا ایک اور اشارہ ہو تو ڈر کر ادھر ادھر ہٹ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر نگاہ رکھو۔ مکھیوں سے گھبرایا نہ کرو اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بعض نہایت پریشانی کے مواقع پر حضرت میاں صاحب کی جرأت، بیمثال عزم اور ہمت ہم سب کے لئے مضبوط سہارا ثابت ہوتی رہی۔ یہ درحقیقت حضرت میاں صاحب کی فطری جرأت و بہادری کے وصف پر دعا اور تعلق باللہ کا غلبہ تھا جو ہر موقعہ پر ناقابل شکست رہا۔

تعلق باللہ کے متعلق جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ ہر معاملہ میں دعاؤں سے کام لیتے۔ اہم معاملات میں جلد اور فوری فیصلہ بالعموم نہ کرتے بلکہ دعاؤں کے بعد نتیجہ پر پہنچتے۔ بعض اوقات درپیش معاملہ میں خاکسار کو بھی دعا میں شریک کرتے۔ لیکن دعاؤں کے ساتھ ساتھ اس کے عام اظہار کو مناسب نہ سمجھتے بہت سے لوگ آپ سے دعا کی درخواست کرتے تو انہیں نصیحت فرماتے کہ خود بھی دعا کرو۔ پھر دوسروں کی دعائیں بھی تمہارے حق میں قبولیت پائیں گی۔

بے نفسی اور قناعت

دعا اور تعلق باللہ کا ایک یہ نتیجہ بھی آپ کی ذات میں نمایاں تھا کہ دنیا کے حصول کے لئے ہرگز کوئی رغبت نہ تھی بلکہ اس کے برعکس طبیعت میں سیری اور قناعت کا رنگ غالب تھا۔ یہاں تک کہ سوائے خاص تعلق کے عام لوگوں سے تحفے تحائف قبول کرنے میں بھی سخت انقباض تھا اور بعض کو نصیحت کرتے کہ تحفہ حضور کی خدمت میں بھجواؤ۔ میرا یہ مقام نہیں کہ تحفے وصول کروں بعض اوقات یہ انداز ایسے احباب پر گراں گذرتا لیکن حقیقت وہی تھی جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ تعلق باللہ کا ہی ایک نہایت نمایاں یکتا اور بیمثال پہلو یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نظامِ

خلافت کے ساتھ انتہاء درجہ کا عقیدت، وفا اور اطاعت کا تعلق تھا۔

مخلوق خدا سے انتہائی ہمدردی

تعلق باللہ کے ضمن میں حضرت میاں صاحب کا ایک اور نمایاں اور غالب وصف خدا تعالیٰ کی مخلوق سے انتہائی ہمدردی کا ہے۔ اس حوالہ سے خاکسار کو سب سے زیادہ حضرت میاں صاحب کے فیض کا علم اور مشاہدہ ہے۔ جب بھی کسی مستحق کے لئے امداد کے مطالبہ کو پیش کیا جاتا تو بلاتردد منظور فرما لیتے کسی بھی مستحق کی امداد سے انکار کبھی نہیں کیا۔ البتہ جہاں مطالبہ میں بعض پہلوؤں سے اطمینان محسوس نہ کرتے تو مطالبہ کی مزید تحقیق اور تفصیل کے لئے نظام کے مختلف مرحلوں سے اس معاملہ کو گذارتے تاکہ اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور سلسلہ کا مال غیر مناسب یا غیر مستحق کو نہ پہنچے۔ بالعموم خاکسار کا معمول یہ رہا کہ احتیاط سے کسی کا مطالبہ پیش کرتا اور حضرت میاں صاحب مستحق شخص کے حالات وضرورت کا احساس کر کے خاکسار کی سفارش میں اضافہ کر کے امداد منظور فرماتے۔ بعض معاملات میں ہدایات بھی دیتے کہ کن کن پہلوؤں پر تحقیق اور سفارش معین رنگ میں پیش ہو اس سے آپ کی منشا یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی محتاج مخلوق کی مناسب اور موزوں امداد ہونی چاہئے تاکہ پیش آمدہ ضرورت یا تکلیف کا مناسب تدارک ہو سکے۔

حضرت میاں صاحب کو مستحقین کی امداد کرتے وقت مالی تنگی یا بجٹ کی کمی کی کبھی فکر لاحق نہ ہوتی کیونکہ آپ مضبوطی سے اس یقین پر قائم تھے کہ سلسلہ کی ذمہ داریوں کی بجا آوری میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل حال رہتی ہے۔ یہ یقین اس حد تک مستحکم تھا کہ ایک عرصہ سے الفضل میں چندوں کی یاددہانیوں کو آپ اہمیت نہیں دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود دلوں میں مالی قربانی کا جذبہ اور لگن پیدا کرے گا اور فی الواقعہ ایسا ہی مشاہدہ میں آیا۔ ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی کی اہلیت بڑھتی رہی اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں سے ہی ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ الحمد للہ

بارہا ایسا ہوا کہ کوئی شخص امداد کی درخواست لے کر حاضر ہوا۔ وہ دفتر میں ملاقات کر کے

درخواست پیش کرنا چاہتا ہے لیکن حضرت میاں صاحب نے یہ فرما دیا کہ دفتر کے سٹاف کو درخواست دے دیں یا اسے خاکسار کی طرف بھجوا دیتے۔ لیکن خود ملاقات سے گریز اسی لئے کرتے کہ بعض طبائع ذاتی ملاقات میں بیجا انداز سے خوشامد اور منت سماجت سے اپنی ضرورت پیش کرنے کی عادی ہوتی ہیں جسے آپ پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن سائل کو خالی کبھی نہیں لوٹایا اور اگر کوئی اپنا مطالبہ پورا ہونے پر شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا تو اسے تاکیداً فرماتے کہ میرا کیوں شکریہ ادا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو یا سلسلہ کا میری ذات کا اس میں کیا حق ہے۔ پس آپ نے جب بھی کسی سے ملاقات سے گریز یا تامل کیا تو اس کی وجہ آپ کی یہ فطرتی کیفیت تھی کہ خوشامد سے آپ کو سخت نفرت تھی لیکن سائل کو محروم کبھی نہیں چھوڑا اور اس بارے میں آپ کو اکثر یہ احساس غالب رہتا کہ خدا کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کا تعلق مجبور کرتا ہے کہ اس کی ہمدردی اور غمخواری ہو۔ بعض اوقات دیہاتی پرانے واقف لوگوں میں سے کوئی آ گیا کبھی کوئی پیشہ ور سائل عادتاً مانگنے آ گیا تو آپ سے انکار بہت مشکل تھا کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور ایسے لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ اکثر جاری رہتا۔

کارکنان کی ضروریات کا خیال

سلسلہ کے کارکنوں کی ضروریات کا خصوصیت سے بڑی توجہ کے ساتھ خیال رکھتے اور ایسے کارکن جن کے بزرگوں کی خدمات معروف ہیں ان کی لازماً اور خاص دلداری فرماتے۔ کارکنوں کے بچوں کی تعلیم، علاج، شادی بیاہ وغیرہ امور پر اعانت اپنا فرض سمجھتے تھے اور اعانت کا کبھی کسی بھی شکل میں تذکرہ یا اظہار نہ فرماتے۔ ایک طرف ان کی عزت نفس کا پاس تھا تو دوسری طرف اخفا سے مقصود خالصتاً للٰہی نیکی تھی۔

آپ کی فراست اور قوت حافظہ

حضرت میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے لمبی فعال زندگی عطا فرمائی۔ آخر وقت تک آپ کی صحت قابل رشک تھی اور جب کبھی علاج معالجہ کی ضرورت محسوس ہوتی تو جہاں ڈاکٹروں کی

تجویز کردہ ادویہ باقاعدگی سے استعمال کرتے وہاں اللہ تعالیٰ جو شافی مطلق ہے اس سے تعلق کے تقاضوں کو ہمیشہ مقدم رکھا اور ادویہ کی بجائے دعاؤں پر زیادہ انحصار تھا۔ دل کا عارضہ ایک عرصہ سے تھا آپ ضروری ادویہ بھی استعمال کرتے لیکن اپنی معمول کی خوراک بھی جاری رکھی جس میں حد درجہ کا اعتدال تھا اور ساتھ ہی یقین بھی کہ فطری تقاضوں کو اپنانا مشیت ایزدی سے موافقت ٹھہرتی ہے۔ جس میں نقصان کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ یہ آپ کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ ایمان اور یقین کا ہی اظہار تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی غیر معمولی عطا کر رکھا تھا چونکہ جماعتی امور کے سوا ذہن میں کوئی دنیاداری کی بات ہی نہ تھی۔ اس لئے جماعتی معاملات اکثر مستحضر رہتے۔ خاص طور پر آپ کا ذہن اعداد و شمار یاد رکھنے میں بلاشبہ کمپیوٹر کی طرح کام کرتا تھا۔ جماعت کا بجٹ، کسی جماعت کی گرانٹ، مختلف مدّوں میں رقوم اور ان کا فاصلہ بقایا، جو ایک دفعہ اپنے ذہن میں ریکارڈ کر لیا تو اکثر صحیح صحیح اعداد و شمار زبانی بتا دیتے تھے اور ریکارڈ چیک کرنے پر آپ کی یادداشت درست ثابت ہوتی۔ روزمرہ کا دفتری کام روزانہ مکمل کرتے۔ کام کی تاخیر پر سخت کوفت محسوس کرتے۔ کام صدر انجمن کے لیول پر ہوتا یا کسی نظارت نے کارروائی کرنی ہو یا کسی کارکن کے سپرد ہو، یہ تاکید اور نگرانی فرماتے کہ بروقت کام ہو کر رپورٹ مرتب ہو۔ اگر حضور کی خدمت میں رپورٹ پیش ہونی ہوتی تو بہت محتاط انداز تھا کہ حقائق لازماً سامنے آئیں لیکن غیر ضروری طوالت ہرگز نہ ہو۔ کئی کئی مرتبہ رپورٹ تیار ہوتی۔ درستی و ترمیم ہوتی لیکن غرض یہی ہوتی تھی کہ جامع اور مکمل رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اس طرح امام کی محبت و احترام کا ایک تقاضا اپنا رکھا تھا جسے ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔

مصروف الاوقات وجود

صدر انجمن کی کارروائی کے بعد وصیت کی فائلیں اکٹھی جمع ہو کر آ جاتیں کہ آخری دستخط آپ نے کرنے ہیں۔ کارکن کو تاکید تھی کہ درجنوں فائلوں پر دستخط بلا تاخیر ہوں۔ ایک اونچے

سائز کا ڈائس نما ٹیبل صرف اس غرض سے بنوا کر زیر استعمال رہا کہ کھڑے ہو کر فائلوں پر دستخط کرنے آسان رہیں گے اور کام جلد نپٹایا جاسکے گا۔ چنانچہ فائل یکے بعد دیگرے اس ڈائس پر آپ کے سامنے آرہی ہے اور آپ بعد ملاحظہ دستخط ثبت فرما رہے ہیں۔ یہ بھی کام کو باحسن اور جلد انجام دینے کا انداز تھا۔

دفتر کے سٹاف کے ساتھ غیر معمولی شفقت کا سلوک بھی تھا اور کام لینے کا انداز اور ڈھب بھی ایسا تھا کہ کسی کو کام گراں نہ گذرتا۔ بعض دفاتر سے کسی نہ کسی کارکن کے خلاف غیر ذمہ دارانہ روش کی شکایت آتی تو بالعموم فرماتے کہ جو کارکن کام پر پورا نہیں اُترتا اس کا میرے دفتر میں تبادلہ کر دیں۔ میں کام لے لوں گا۔ یہ آپ کا ایک خاص اسلوب تھا۔ کارکن سے ہمدردی کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہتا اور کام پر دلجوئی بھی فرماتے لیکن جہاں گرفت یا مواخذہ ضروری ٹھہرتا وہاں سلسلہ کے مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔

بلاشبہ آپ نے با اقبال عمر طبعی پائی اور خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں اپنا لمحہ لمحہ گذارا۔ خطرات کے وقت حفاظت الٰہی بڑا انعام ہے۔ لیکن آپ دشمن کے خطرات سے لمحہ بھر کے لئے خائف یا پریشان نہ ہوتے بلکہ اصل خطرہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان کہیں بے خیالی یا بے توجہی میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو اور امام کی منشا اور توقع سے غیر ارادی طور پر بھی بے وفائی اور بے اعتنائی کا مرتکب ہو یا خدا کی مخلوق سے برتاؤ میں کہیں انانیت، نفسانیت کا شائبہ ظاہر ہو۔

آپ نے کبھی کسی رنگ میں خدا تعالیٰ سے ادنیٰ سی دوری کو بھی روا نہیں رکھا اور یہ درحقیقت انسان کی مبارک زندگی ٹھہرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہر آن انسان حاضر رہے اور یہی فانی فی اللہ وجود کی خصوصیت ہے کہ وہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے عشق میں سرشار رہے۔ اس طرح آپ نے دائمی زندگی پائی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

یادوں کے دریچے

(تاثرات مکرمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم)

بزرگان کی یادیں بھی گھٹا بن کر آتی ہیں اور پرنم ہوا کی طرح چلتی ہیں۔ حضرت والد محترم کی شخصیت کے کئی روشن پہلو ہیں۔ تاہم خاکسار چند باتیں عرض کرنے پر ہی اکتفاء کرتی ہے۔ ابا جان کی تربیت کرنے کے انداز میں سختی بھی ہوتی اور نرمی بھی تھی۔ دونوں چیزیں شامل تھیں۔ شروع میں غصہ جلدی آجاتا تھا۔ آخری عمر میں تو آہستہ آہستہ قدرے کم ہو گیا تھا اور اتنا نہیں رہا تھا جتنا ابتدائی عمر میں ہوتا تھا تاہم غصہ جلدی آنے کا یہ مطلب ہے کہ غصہ آنے والی بات پر ہی غصہ آتا تھا۔ بسا اوقات مجھے بھی اس بات کا احساس ہوتا کہ ابا کو کیوں غصہ آتا ہے۔ لیکن بعض باتیں ایسی ہوتیں کہ غصہ میں ذرا جلدی آجاتے لیکن غصہ کے باوجود یہ قطعاً طبیعت میں نہیں تھا کہ وہ رنجش دیر تک چلے۔ بات ہوتی اور ختم بھی ہو جاتی۔ دل میں کبھی کسی کے بارہ میں کینہ نہیں، بغض نہیں کسی کی بُری بات بھی دل میں نہیں رکھتے تھے۔ بچوں سے بہت شفقت کرتے تھے۔ میرے ساتھ تو خاص شفقت کا سلوک فرماتے۔ مجھے شروع سے پیار بھی بہت زیادہ دیا۔ اور میرے ساتھ تو ابا جان کا دوستی کا رنگ تھا کچھ میں بھی بے تکلف تھی۔ بچوں کی اپنی بے تکلفانہ طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایک بچہ اپنی بے تکلفی میں بات کرتا ہے۔ بعض بچے جھجک اور تکلف کی وجہ سے بات کرنے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ میری طبیعت آگے بڑھ کر اور بے تکلف انداز میں بات کرنے والی تھی۔ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے۔ نمازوں پہ بھی نظر ہے خطبات سننے پر نظر ہے۔ بڑے ہو کر بھی یہی حال۔ مثلاً میری شادی بھی ہو گئی بچے بھی بڑے ہو گئے۔ تاہم آپ پھر بھی تربیتی امور پر نظر رکھتے۔

جب ابا جان کا اسلام آباد میں آنکھ کا آپریشن ہوا۔ بیت الفضل میں ہم سارے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ سن رہے تھے۔ ابا کمرے میں اندر لیٹے ہوئے تھے۔

بعض اور لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ خطبہ کے بعد فرمانے لگے کہ بعض لوگ خطبہ کیوں نہیں سنتے؟ تو میں نے عرض کیا کہ اباجی آپ کی آنکھیں تو بند تھیں آپ اندر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو کیسے پتہ ہے کہ لوگ خطبہ نہیں سنتے؟ خلافت کے ساتھ وابستگی آپ کے مزاج کا حصہ تھا۔ آپ خلافت احمدیہ کے عاشق صادق تھے۔ خلافت کے بارہ میں کبھی کوئی بات نہیں سنتے تھے۔

آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے قریباً ہم عمر تھے۔ حضور کی ولادت 1909ء جبکہ ابا جان 1911ء میں پیدا ہوئے۔ ہم عمری کا اور دوستی کا بھی تعلق تھا اور آپ کی شادی میں بھی شریک ہوئے جب 14/اگست 1934ء میں حضور کی بارات قادیان سے مالیر کوٹلہ گئی۔ جس میں حضرت اماں جان، حضرت ام ناصر، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد بھی شامل ہوئے۔ لیکن خلافت کے بعد آپ کوہِ اطاعت ثابت ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب بچے تھے جیسا کہ حضور نے خطبہ میں فرمایا تھا کہ مَیں نے بچپن میں ان سے مار بھی کھائی ہے۔ لیکن جب حضور خلیفہ ہو گئے تو ابا جان اطاعت میں بے مثال ہو گئے۔

آپ بڑے مضبوط کردار کے مالک تھے۔ جرات مندی اور ہمت بہت تھی اپنی بیماری اور بعض مواقع پر کٹھن اور نامساعد حالات کو بھی اپنے اوپر نہ کبھی طاری کیا اور نہ حاوی ہونے دیا۔ ہمیشہ پُرسکون چہرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے میری امی بھی اور ابا بھی دونوں نے کبھی حالات کے آگے پریشانی یا بے بسی اور گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔

دفتری امور کے بارہ میں بسا اوقات آدھی رات کو بھی فائلیں وغیرہ آجاتیں تو آپ دیکھ لیتے۔ عموماً دفتری کام گھر میں کم ہی آتا تھا ماسوائے بیماری کے۔ ایک بات میں نے آپ میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ تادم زیست دفتر کے لئے گھر سے باقاعدہ تیار ہو کر جاتے تھے اور دفتری تیاری کا پورا اہتمام کرتے۔

جس طرح ہمارے دادا حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد بہت باہمت، نڈر، بہادر اور

صائب الرائے تھے ابا بھی ویسے ہی تھے۔ایک دفعہ ابا نے بتایا کہ میں نے تیرنا اس طرح سیکھا کہ جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے غالباً حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب یا حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے کہا کہ مَیں تمہیں اتنے پیسے دوں گا۔اگر تم کشمیر کی اس جھیل میں چھلانگ لگا دو۔تو کہنے لگے کہ میں نے ابا جان (حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب) کی طرف دیکھا تو ابا جان نے اشارہ کیا کہ ہاں لگا دو۔اور مَیں نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔پھر مَیں نے تیرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے۔پھر میں نے مشاہدہ کیا کہ ہاں میں تیر سکتا ہوں۔ماشاء اللہ آپ بہت توانا اور طاقت ور بھی تھے۔ابا بڑے بہادر اور نڈر قسم کے انسان تھے۔ہم جب ربوہ میں ابتداء میں پڑھا کرتے تھے تو آپ رات کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ذرا سا بھی کھٹکا ہوتا تو پستول لے کر سارے گھر کا چکر لگا لیتے۔

آپ نے باقاعدہ طور پر تو نثر یا نظم نگاری نہیں کی۔البتہ درثمین اور کلام محمود کی نظمیں زبانی یاد تھیں۔آواز بھی اچھی تھی تذکرہ (مجموعہ کشوف و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کثرت سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات اعداد پر مشتمل ہیں۔خصوصاً کتاب ''نشانِ آسمانی'' میں درج اعداد جو ''تذکرہ'' میں بھی شامل ہیں تو وہ ہندسوں والا الہام حل کرنے کی کوشش کرتے۔

مجھے یاد ہے مہینوں یا سالوں ''تذکرہ'' کو لئے بیٹھے رہتے تھے۔اور اسے حل کرنے کی کوشش کرتے۔اور تذکرہ تو اس طرح انہیں یاد تھا کہ صفحے کے صفحے ازبر تھے۔فلاں صفحہ نکالو وہاں پہ یہ الہام مذکور ہے۔فلاں صفحہ پر یہ الہام ہے۔جہاں تک درثمین کا تعلق ہے مکمل یاد تھی اور آواز بھی اچھی تھی۔پڑھتے اس طرح تھے کہ نہ تو تحت اللفظ تھا اور نہ ترنم۔ویسے میرا انہیں خیال کہ باقاعدہ آپ نے شاعری کی ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا بہت مطالعہ کرتے تھے۔ملفوظات بھی زیر مطالعہ رہیں۔مجھے تو لگتا ہے کہ تادم زیست مطالعہ کرتے رہے ہیں۔جب زیادہ کمزوری ہو جاتی تو اس میں مطالعہ نہیں کرتے تھے۔

گھریلو زندگی میں ملازمین کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے۔بسا اوقات زمینوں سے آدمی جب آتے تو مجھے ہی بلا کر کہتے کہ فلاں آدمی آیا ہوا ہے اسی اچھی طرح کھانا دے دو۔ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔لیکن اس بارہ میں مجھے زیادہ علم نہیں ہے۔یہ ان کا معاملہ تھا کیونکہ وہ ستاری اور رازداری سے مستحقین کی ضروریات پوری کرتے تھے۔

آپ ہاکی اور فٹ بال کے کھلاڑی رہے ہیں۔فٹ بال کی وجہ سے گھٹنے میں تکلیف بھی ہوگئی اور بتاتے تھے کہ یہ تکلیف فٹ بال کھیلنے کی وجہ سے ہوئی۔فٹ بال آپ نے زیادہ کھیلی ہے۔زمانہ طالب علمی اور کھیل کے میدان کی ابا کی تصاویر بھی موجود ہیں۔

وقفِ زندگی

وقف کے حوالہ سے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ پارٹیشن کے بعد شکار پور سندھ میں ہمارا بندوقوں کا کارخانہ تھا پھر بعد میں ربوہ میں آکر بھی بنایا تھا۔

ابا بتایا کرتے تھے ایک دفعہ مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے خط لکھا کہ بہت دنیا کا کام کر لیا ہے۔اب یہاں آجاؤ۔بس پھر مَیں چھوڑ کر آگیا اور یہاں تک کہ یہ بھی نہ کیا کہ اس کارخانہ کو بیچا ہو۔یا اس کا کوئی سودا کیا ہو۔جو لوگ بھی ابا کے ساتھ کام کرتے تھے۔ان کے سپرد کیا اور خود ربوہ تشریف لے آئے۔

چنانچہ 16/جون 1962ء ربوہ بطور نائب ناظر امور عامہ آپ کی تقرری ہوئی۔

قیام پاکستان سے قبل حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا بندوقوں کا کارخانہ تھا جس میں ابا جان بھی ساتھ کام کرتے تھے۔اسی لئے پاکستان بننے کے بعد انہیں اس سلسلہ میں لائسنس بھی مل گیا تھا۔ربوہ میں آکر پھر ابا نے بندوقیں بنائیں۔آپ کو بہت شوق تھا۔

گھر میں Hobby کے طور پر باقاعدہ آپ نے ایک ورکشاپ بنائی ہوئی تھی۔اور فارغ وقت میں گھر میں کام کرتے اور اپنی مشینوں کے پاس وقت گزارتے۔بعض خوبصورت

اشیاء بناتے، چڑیاں بھی بناتے جو میرے پاس موجود ہیں۔ پنکھے بھی بناتے رہے۔ غرض کہ آپ نے کئی چیزیں بنائیں۔

آپ اپنی خوابیں بہت کمؔ بتایا کرتے تھے۔ جب آپ پر دل کا حملہ ہوا تو مجھے بتانے لگے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور ایک جگہ نشان لگا کر جہاں آپ نے تین دفعہ اپنی چھڑی ماری کہ یہ تمہاری قبر کی جگہ ہے۔

آپ بتایا کرتے تھے قادیان میں (غالباً 1991ء کے سفر قادیان کی بات ہے۔ ناقل) جب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر بہشتی مقبرہ میں دعا کے لئے جایا کرتا تھا تو مجھے یوں لگتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پہلے تو چھوڑ کر چلے جاتے تھے اب کیا کرنے آئے ہو! ویسے باقاعدہ طور پر آپ اپنی خوابیں نہیں سنایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا۔ میرے خیال میں آپ اپنی ڈائری نہیں لکھتے تھے۔

آپ کے کئی دلچسپ مشاغل بھی تھے۔ آپ کا ایک یہ بھی مشغلہ تھا کہ تصاویر وغیرہ کھینچتے اور اپنے کیمرے سے گھر والوں کی تصاویر لیتے۔ پھر زمینوں پہ وقت گزارنا بھی آپ کا مشغلہ تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب جب بڑھے ہوئے تو آپ انہیں بھی اپنی زمینوں پہ لے جاتے۔

آپ کا تصاویر کھینچنا اور مووِیز بنانا بہت پرانا مشغلہ تھا۔ کیونکہ ہمارے پاس جو مووی تصاویر ہیں ان میں حضرت اماں جان، حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور کئی گھریلو تصاویر ہیں۔ پھر جب انگلینڈ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے مشہور اور تاریخی مقامات کی، کھیتوں کی اور رہائش گاہ کی مووِیز رکھی ہوئی تھیں۔ اس طرح کا شوق عموماً کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ بہر حال ہمارے ہاں وہ پرانی تصاویر ہیں۔

آپ بہت معاملہ فہم تھے اور جماعتی امور پر گہری نظر تھی اور یہ بات آپ کو وِرثہ میں بھی حاصل ہوئی آپ کو سر درد کے بہت دورے ہوتے تھے۔ لیکن ہمیشہ مسکراتے چہرے سے ملتے

اور تکلیف کے آثار کبھی چہرے پر نہیں آنے دیتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا بھی یہی انداز تھا۔ ابا جان کی تعلیم بی۔اے تک تھی۔ 19/اپریل 1946ء کو آپ ٹیکنیکل ٹریننگ اور مشینری کے سلسلہ میں انگلینڈ تشریف لے گئے اور 28/اکتوبر 1946ء واپس قادیان تشریف لا آئے۔ آپ کی طبیعت میں شگفتہ مزاح بہت زیادہ تھا۔ اور چہرہ پر غیر معمولی شگفتگی ہوتی۔

مسکراہٹ سے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ کے چہرے پر جم گئی ہے۔ آپ انفاق فی سبیل اللہ کرتے ضرور تھے لیکن نہ کبھی ہم نے پوچھا اور نہ کبھی اُنہوں نے بتایا۔

بہرحال اپنے کارکنان کا اور زمینوں پر کام کرنے والوں کا خیال رکھتے تھے۔ زمین تک دے دیتے تھے۔

اپنی زندگی میں آپ نے نہ ماضی کی طرف زیادہ جھانکا اور نہ مستقبل کی فکر کی۔ جو گزر رہا ہے وہ بڑا اچھا گزر رہا ہے، آپ کے مزاج کا یہ بھی ایک نمایاں پہلو تھا۔ آپ کا مزاج درویشانہ تھا۔ ایک دفعہ کوئی صاحب گھر پر ملنے کے لئے آئے۔ کہ جی ناظر اعلیٰ صاحب سے ملنا ہے ابا نے کہا جی فرمایئے۔ وہ کہنے لگے کہ جی میں نے ناظر اعلیٰ صاحب سے ملنا ہے۔ انہوں نے کہا جی فرمائیں۔ تو وہ بندہ پھر کہنے لگا کہ جی ناظر اعلیٰ صاحب سے ملنا ہے۔ جب تیسری دفعہ اس نے پوچھا تو ابا نے کہا کہ مَیں ہی ناظر اعلیٰ ہوں۔ آپ فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ تو وہ آدمی حیران ہوا کہ یہ اتنے سادہ افسر ہیں اور سادہ لباس میں ہی گھر سے اسے ملنے آ گئے۔ دراصل آپ کے میں مزاج سادگی تھی۔ ابا جان نے ہنس کر بتایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت سادہ طبیعت تھی۔ سادگی میں لباس کا بھی خیال نہیں رکھتے تھے اور آپ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ لو یہ آدمی کپڑے ٹھیک نہیں پہنتا۔ تاہم جب گھر سے باہر نکلتے تو ہمیشہ تیار ہو کر نکلتے۔ دفتر بھی بغیر تیاری کے کبھی نہیں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

جانثار خلافت

(مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب)

ع جو بادہ کش تھے پرانے اُٹھتے جاتے ہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے اس عاجز کا میرے بچپن سے لے کر ان کی وفات تک جو تعلق رہا وہ انتہائی قریبی تھا۔ بڑے پھوپھا کی حیثیت سے میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔ خلافتِ ثالثہ میں بھی اور خلافت رابعہ میں بھی۔ بہت سارے معاملات جو ہمیں پیش آتے رہے ہم نے انہیں دل وجان سے خلافت پر قربان ہونے والا پایا۔ بعض معاملات میری ذات سے ایسا بھی تعلق رکھتے تھے کہ ان کے بارہ میں جب خاکسار نے راہنمائی چاہی تو ایک ہی بات سامنے آتی کہ جذبۂ اطاعت کے ساتھ خلیفہ وقت کا حکم مدنظر رکھتے ہوئے تم نے سارے کام کرنے ہیں۔ خلافت سے تعلقِ وفا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا جو اظہار ہوتا رہا وہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دم میں نے انہیں خلافت احمدیہ پر دل وجان سے نثار ہی پایا۔

عشق ووفا کے کھیت

خلافت ثالثہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہم عمری کے باعث بہت عرصہ تک میں نے انہیں ایک ساتھ دیکھا۔ نگاہیں جھکی ہوئی، کبھی آنکھ اٹھا کے بات نہ کرنا آپ کا شیوہ تھا اور خلافت رابعہ میں بھی عمر کے تفاوت کے باوجود میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے آنکھ اٹھا کے بات کی ہو۔ ہمیشہ نظریں جھکا کے ہی خلیفۃ المسیح سے ملتے۔ اپنی ذاتی اور بے تکلفانہ گفتگو میں بھی وہی انداز رکھا۔ جس میں اطاعت اور حیا کا پہلو آنکھوں میں نمایاں رہتا۔

حضرت میاں صاحب خلافت رابعہ میں بعض مواقع پر لندن تشریف لے گئے۔

دو بار ایسا بھی ہوا کہ یہ عاجز بھی ان دنوں لندن میں ہی مقیم تھا۔ ربوہ روانگی سے پہلے مجھے کہنے لگے کہ حکم ہے کہ مَیں آؤں۔ مجھے علم ہے کہ مَیں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتا۔ لیکن مَیں جاؤں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ میں بھی وہیں تھا۔ اور وہاں ہر کام اور عمل میں اپنے آپ کو خلافت کے تابع ہی رکھا۔ کوئی ایسی بات یا ایسی گفتگو جو موقع و محل کے لحاظ سے اس قسم کا موڑ لے لے کہ جس کے بارہ میں خلافت سے راہنمائی ضروری ہو ہمیشہ یہی کہتے کہ اس سلسلہ میں خلیفہ وقت کی جو ہدایت ہے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ باوجودیکہ آپ کیلئے زیادہ لمبے عرصہ تک سیر کرنا مشکل تھا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں قریباً روزانہ حاضر ہوتے رہے۔ آخری دفعہ قیام لندن کے دوران کسی دوست سے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ذکر کر رہے تھے کہ کس طرح واقفین زندگی پر خدا تعالیٰ کے فضل نازل ہوتے ہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ عجیب وقت تھا کہ مَیں اپنے بزنس میں مصروف ہوا کرتا تھا اور ساتھ یہ سوچتا تھا کہ کس طرح خدمت کروں۔ ہر جگہ ہاتھ پاؤں مارے لیکن کہیں کچھ سمجھ نہ آیا، ایک دن مَیں کسی کام میں مصروف تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے کہ کیا کر رہے ہو؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ میرے پاس آؤ۔ اس پر میں پریشان ہوا، تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ نہیں چلو اور چل کر اپنے آپ کو پیش کرو۔ خیر کہنے لگے کہ میں کھڑا ہوا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو حضور نے جو خدمت میرے سپرد کی، میں اس بات کا گواہ ہوں کہ کبھی بھی خدا تعالیٰ نے مجھے اکیلا اور تنہا نہیں چھوڑا اور یہ صرف اور صرف میرے وقف زندگی ہونے اور اطاعتِ خلافت کا نتیجہ تھا۔ تو یہ آپ کا انداز تربیت تھا، دوست کو سمجھانے کا ایک طریق تھا جو آپ نے اختیار کیا۔

محبّ اور شفیق انسان

حضرت میاں صاحب کا کارکنان اور اپنے ماتحتوں سے پیار محبت اور شفقت کا غیر معمولی سلوک رہا ہے۔ میں بھی سلسلہ احمدیہ کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں۔ اسی حیثیت سے میں بتاؤں گا۔ بہت سارے مواقع ایسے آئے کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے بعض کارکنان کی طبی سہولیات کے بارہ میں فرمایا کہ ان کے بارہ میں کیا خیال ہے۔ ان کی کس طرح مدد ہوسکتی ہے؟ جتنی کر سکتے ہو کردو اور یہاں تک کہ اخراجات کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ یہ ضرورت مند ہیں اور وہ سلسلہ کے کارکن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کا جو ہر کارکن سے پیار محبت کا تعلق تھا۔ اس کی ایک یہ وجہ بھی تھی کہ آپ ہر وقت approachable تھے۔ کسی وقت چلے جاؤ تو کہتے آ جاؤ مسئلہ طے کرو اور معاملہ فہمی اس قسم کی تھی کہ فوری طور پر فیصلہ کرنا جو انتہائی سیدھا اور صاف ہوتا۔ مشورہ ایسا ہوتا کہ آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی کہ ایسی بات تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور آپ نے یونہی آسانی سے مسئلہ حل کر دیا۔

دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنا

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ناظر اعلیٰ کی حیثیت سے آپ نے مجھے بلایا اور فرمانے لگے کہ میں نے اس لئے بلایا تھا کہ ہمارے ایک بزرگ بیمار ہیں۔ مَیں کہوں یا نہ کہوں آپ نے اِن کا خیال رکھنا ہے۔ یہ خود نہیں کہیں گے ان کا میری طرف سے آپ خود خیال رکھیں۔ تو یہ اس قلبی تعلق کا اظہار تھا جو انہیں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ تھا۔ بہت سارے واقعات ایسے ہیں جو کارکنان نے خود بیان کئے کہ ہمیں حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے میں، ان سے مشورہ لینے سے یا ملاقات کرنے میں کبھی یہ نہیں محسوس ہوا کہ کوئی رکاوٹ حائل ہے۔ یہ تو میں نے کارکن کی حیثیت سے بعض باتوں کا ذکر کیا ہے۔

ایک طبیب کی حیثیت سے میرے ذہن میں اتنے واقعات ہیں کہ ان کی تعداد بتانی بھی

شائد مشکل ہو۔ اس لئے کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے بار بار بسا اوقات خطوط کے ذریعہ اور بعض دفعہ براہ راست بھی بعض مریضوں کے بارہ میں ہدایت دی جو کارکن نہ ہوتے۔ ان میں احمدی بھی ہوتے اور غیر از جماعت لوگ بھی ہوتے جن کے بارہ میں نہایت عمدہ اور پیار بھرے انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اس کی حیثیت نہ دیکھو۔ غریب آدمی ہے، ہمارے پاس آیا ہے، اس کی مدد ہم سب کا فرض ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی مدد کی گئی اور علاج بھی کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک غیر از جماعت تھے جن کے بارہ میں یہ تاثر بھی تھا کہ شاید وہ جماعت کے خلاف مذہبی گفتگو کرتے ہیں تو وہ مریض تھا اور میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ کو علم ہے کہ میرے بارہ میں لوگ کیا باتیں کرتے ہیں۔ کیا میری مدد ہوسکتی ہے؟ تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس کی درخواست پر فوراً ہدایت دے دی کہ اس کی مدد کی جائے اور مجھے کہنے لگے کہ دیکھو بات یہ ہے کہ جو ضرورت مند ہو اس کی ضرورت پوری کرنی چاہئے اور اس بات کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ بہر حال وہ ایک خدا کو ماننے والا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کیا ہے اور کون ہے، اس کا کیا عقیدہ ہے، ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا تعلق ایسے لوگوں سے بھی تھا جو کارکنان سے ہٹ کر ہوتے تھے جن میں جماعت کے لوگ بھی تھے اور غیر از جماعت لوگ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ میرا ان سے میرے بچپن سے لے کر ان کی وفات تک قریبی تعلق رہا ہے۔ میں نے ایسا شفیق، محسن اور انتہائی خاموشی سے پیار کرنے والا شخص نہیں دیکھا۔

بعض ایسے واقعات ہیں جس میں چھوٹوں کے ساتھ شفقت، پیار اور محبت کا نمایاں عنصر شامل تھا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عام آدمی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں غالباً میں دسویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ہمارے خاندان میں بندوقوں اور شکار کا شوق چلا آرہا ہے تو آپ نے اپنے ایک صاحبزادہ کے لئے ایئر گن خریدی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے شام کا وقت تھا تو میرے والد محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب سے کہنے لگے کہ آؤ ذرا اس کو

چل کے دیکھتے ہیں۔ہم چلے گئے اور وہ ایئر گن دیکھتے رہے وہ سادہ سی ایک ایئر گن تھی۔اور
ہمیں بتاتے رہے کہ میں نے اس کے لئے خریدی ہے۔مجھے بھی دیکھتے رہے اور تھوڑی دیر بعد
مجھ سے پوچھنے لگے کہ تمہیں پسند ہے؟ میں نے عرض کیا بہت اچھی ہے۔میں نے کوئی تاثر نہیں
دیا خاموشی سے بیٹھا رہا۔دو دن کے بعد ویسی ہی ایک ایئر گن ایک بند ڈبہ میں والد صاحب کو
بھجوائی اور کہا کہ یہ مبشر کے لئے ہے اس کو دے دینا۔میں ابھی تک سمجھتا ہوں کہ ان کا پیار
شفقت اور ایک بچے کے جذبات کا خیال رکھنا یہ ان کی خاص بات تھی۔والد صاحب کی وفات
سے پہلے بھی اور بعد میں بھی میں نے انہیں ایک والد کی حیثیت سے دیکھا۔بچپن کے واقعات
انسان سے بھلائے نہیں جا سکتے کیونکہ ان کا اثر دیرپا ہوتا ہے۔آپ نے اپنی وجہ سے کبھی کسی کو
کوئی تکلیف نہیں دی۔

دوسروں کی دلجوئی

مجھے اچھی طرح یاد ہے 1992ء میں جب آپ کو پہلی دفعہ حضرت آپا آصفہ بیگم صاحبہ
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد دل کی تکلیف ہوئی۔اس وقت
میں لندن میں تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ کچھ ادویات دیکھو
میں دوائی دیتا ہوں۔تم مجھے دکھا کر میاں صاحب کے لئے لکھوا کر فیکس کر دو۔اور میں نے
انہیں کہہ دیا ہے کہ انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر
کی بشارت دی ہوئی ہے۔جب 1992ء میں خاکسار ربوہ آیا تو آپ بیمار تھے۔بیماری چلتی
رہی۔مختلف اوقات آتے رہے اور میں ہمہ تن قریباً روز ہی ان کی تیمارداری کے لئے حاضر ہوتا
ہے۔میں نے ایسی بے نیاز شخصیت نہیں دیکھی۔

خاکسار کا دستور تھا کہ ربوہ چھوڑنے سے قبل حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوتا اور پوچھتا کہ اگر طبیعت اجازت دیتی ہو تو میں چلا جاؤں مجھے آج تک نہیں یاد کہ آپ نے

بیماری کی حالت میں بھی کہا ہو کہ ''نہیں''۔ہمیشہ یہی کہتے کہ کوئی بات نہیں اللہ مالک ہے۔
''چلے جاؤ''۔یہاں تک کہ میں بعض دفعہ خود اپنا فیصلہ بدل دیتا تھا۔مگر آپ مجھے یہی کہتے کہ
نہیں تم نے اپنا فیصلہ کیوں بدلا ہے؟ مجھے یاد ہے کہ آپ کی آخری بیماری کی کیفیت میں آپ کی
وفات سے چند دن قبل جب میں سندھ جا رہا تھا، میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ مجھے آپ
کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔چلا جاؤں؟ تو فرمانے لگے ''ہاں تم چلے جاؤ۔تمہیں ضروری کام ہے
کر آؤ''۔میں نے عرض کیا نہیں مَیں نے نہیں جانا تو مجھے خود بھیج دیا کہ جانا ہے۔اس وقت
حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)
بھی ساتھ ہی تشریف لے گئے اور بیماری کا سن کر ہم واپسی پر اکٹھے ہی آئے۔آپ اس قسم کے
بے نیاز انسان تھے کہ اپنی بیماری میں بھی جو تکلیف کے مواقع تھے دوسروں کو تکلیف نہیں دینا
چاہتے تھے۔یہی میں سمجھتا ہوں ان کی ذات کا ایک ایسا نمایاں پہلو ہے کہ جو ایک دائمی اثر چھوڑ
جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ بعض دنوں میں رات کو اگر طبیعت خراب ہوتی اور میں حاضر ہوتا تو مجھے حکم
دیتے کہ تم اب چلے جاؤ۔طبیعت خراب ہوگی تو میں بلا لوں گا۔تو میں چپکے سے باہر نکل کے صبح
تک ان کے برآمدے میں لیٹ جایا کرتا تھا۔صبح اُٹھتے ہی مجھے آپ نے کہنا کہ میں نے تو
تمہیں کہا تھا کہ چلے جاؤ۔میں نے عرض کیا کہ نہیں کوئی بات نہیں،تو فرمانے لگے کہ میں نے تو
کہا تھا چلے جاؤ تمہیں تکلیف ہوگی۔میں نے عرض کرنا کہ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ آپ
کو تکلیف ہے۔اس قسم کے بے نفس قسم انسان تھے باوجودیکہ خود بیمار ہیں مگر دوسروں کی تکلیف
بھی گوارا نہیں۔

آپ کے پیار کی ایک لمبی داستان ہے جو میں نے بچپن سے لے کر ان کی وفات تک
دیکھی۔اور اسے دل سے محسوس کیا ایسی داستان ہے جسے الفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جا سکتا۔
میں اُس وقت سندھ میں تھا جب حضرت میاں صاحب کو دسمبر 1997ء میں دل کا شدید

اک عجب چھاؤں میں ہم بیٹھے رہے یار کے پاس



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ،
حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب



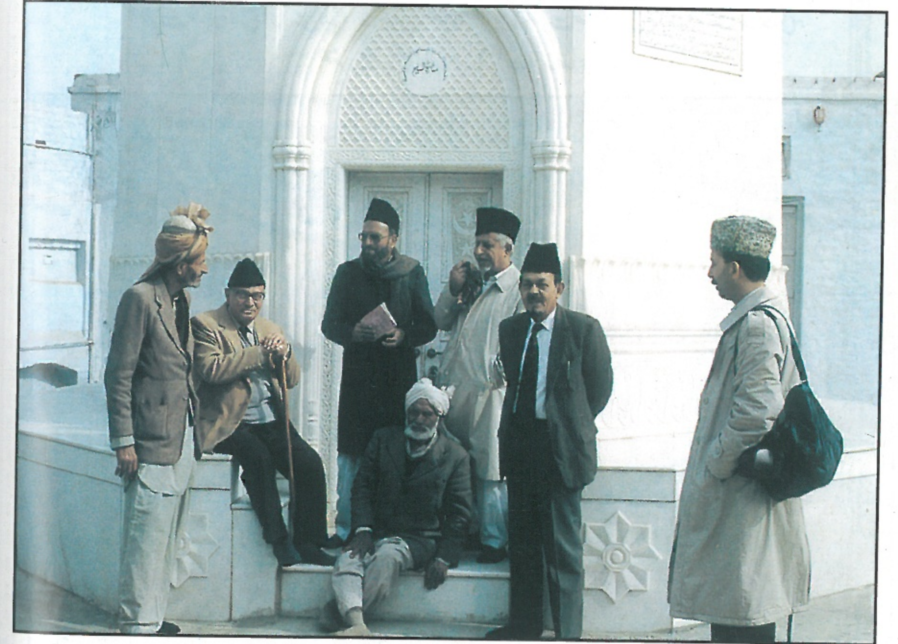
جلسہ سالانہ قادیان 1991ء کے موقع پر

حملہ ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ جب مجھے اطلاع ہوئی تو فوراً وہاں سے کراچی اور کراچی سے ربوہ پہنچا۔ آپ کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم آ گئے۔ چلو اچھا ہو گیا۔ تمہاری وجہ سے اچھا علاج ہو گا۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرے پر قطعاً ایسے تاثرات نہیں تھے کہ آپ شدید علیل ہوں اور یہی کہتے رہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا ہے۔ بیماری بھی انسان کے ساتھ ایک لازمی حصہ ہے میں انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤں گا۔ جس وقت آپ ہسپتال میں داخل تھے آپ کو دل کا شدید حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ میں موجود تھا اس طرح خاموشی سے اپنی جان مولیٰ کے حضور پیش کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔





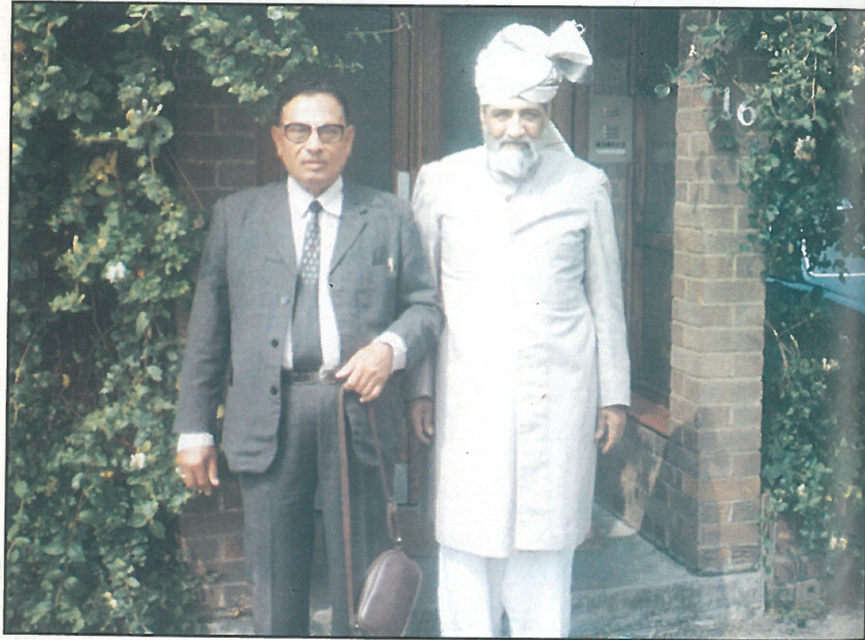
گروپ فوٹو: ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان (1989ء۔ صد سالہ جوبلی کے موقع پر)



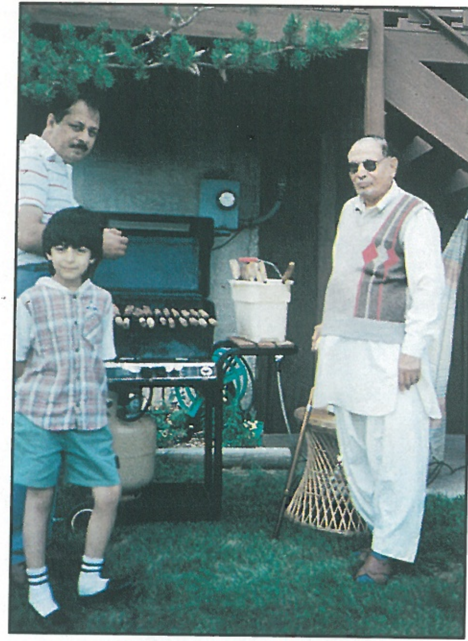
100ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر منارۃ المسیح کے پاس



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور مکرم ومحترم میر محمود احمد ناصر صاحب



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور مکرم ومحترم شیخ مبارک احمد صاحب



باربی کیو کی تقریب میں



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ایک تقریب میں

بچوں سے محبت اور شفقت

(مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب)

1965ء کے لگ بھگ 10-11 سال کی عمر میں مجھے ایئر گن حاصل کرنے کا شوق چرایا۔ اس زمانہ میں ربوہ میں یہ نظارہ اکثر نظر آتا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں ایئر گن لئے دبے پاؤں چڑیاں۔ ممولے اور کوے مارتے پھرتے۔ ان دنوں فیکٹری ایریا میں حضرت میاں منصور احمد صاحب کا ایک کارخانہ ہوتا تھا جس میں میاں صاحب کبھی بیٹری سیل، کبھی پنکھے اور کبھی اپنے شوق کے مطابق کوئی اور چیز تیار کروایا کرتے تھے۔ انہی دنوں میاں صاحب نے ایئر گنز تیار کرنے کا منصوبہ بنایا اور مجھ سے وعدہ کرلیا کہ اس کارخانے کی سب سے پہلی ایئر گن وہ مجھے تحفہ کے طور پر دیں گے۔ چنانچہ مجھے میاں صاحب کے اس کارخانہ کی پہلی ایئر گن حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔

میاں صاحب ایک ایسے انسان تھے جو تصنع سے بالکل پاک تھے۔ چھوٹی چھوٹی شفقتیں بس یونہی بکھیرتے رہتے۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ایک دفعہ مجھے ٹائیفائڈ ہوا اور حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے بستر سے اٹھنے پر پابندی لگادی تو میاں منصور احمد صاحب تقریباً روزانہ صبح کے وقت ہمارے یہاں تشریف لے آتے اور مجھ سے (جس کی عمر تقریباً 9 سال تھی) گفتگو فرماتے رہتے۔ ان دنوں آپ نے مجھے چیس Chess کھیلنا بھی سکھایا اور بہت سا وقت چیس کھیل کر گزار دیتے۔ ایک بیمار بچے کے دل بہلاوے کے لئے میں نے اتنا وقت کسی اور کو دیتے نہیں دیکھا۔

اسی طرح ایک زمانہ میں انہوں نے ایک واکس ویگن کی مائیکرو بس خریدی۔ لوگ اپنی کاروں کو بہت سنبھال کر رکھتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ اپنے بچوں کو کار چلانا سکھا دیتے ہیں لیکن حضرت میاں صاحب نے اپنی فطری محبت کے زیر اثر جو انہیں بچوں سے تھی مجھے کار چلانی

سکھانی شروع کر دی۔ سیکھنا تو خیر کیا تھا میرے تو پاؤں بھی کلچ، بریک وغیرہ تک نہیں پہنچتے تھے۔ بس سٹیئرنگ پکڑ کر اور اسے اِدھر اُدھر گھما کر خوش ہو جاتا تھا۔ کار سکھانا تو بس ایک بچے کو خوش کرنے کا بہانہ تھا اور وہ مقصد میاں صاحب کا بخوبی پورا ہوتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میاں صاحب کی وفات پر ان کے ذکر خیر میں ان کی مار کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ سعادت میرے حصہ میں بھی آئی۔ ان دنوں جمعہ بیت المبارک میں ہوتا تھا اور چونکہ جگہ تنگ پڑ جاتی تھی اس لئے بعض اوقات بیت مبارک کے شمالی جانب بنے ہوئے مکرم محمد حسین صاحب خادم بیت کے کمرہ میں بھی صف بن جاتی تھی۔ ایک دفعہ خطبہ اور نماز کے دوران ہم چند بچے باتیں کرتے اور ہنستے رہے۔ نماز ختم ہوئی تو میاں صاحب نے ایک تھپڑ نرم ہاتھ سے مجھے رسید کیا اور ایک آدھ میرے کسی اور ساتھی کو۔ لیکن اس کے بعد آپ کی شفقتوں میں اضافہ ہو گیا اور ایک دن میاں لقمان احمد صاحب مجھے کہنے لگے کہ پھوپھا جان (حضرت میاں منصور احمد صاحب) تمہیں مارنے کے بعد زیادہ پیار کرنے لگ گئے ہیں۔

جیسا میں نے عرض کی میاں صاحب خاموش خیال رکھنے والے تھے۔ کوئی اظہار نہیں جو کام کرنا ہوتا چپ چاپ کر دیتے اور زیادہ شکریہ ادا کروانا پسند نہیں تھا بلکہ شرمندہ ہو جاتے۔ چند سال قبل کی بات ہے کسی کی شادی کے موقع پر خاکسار نے بیوی بچوں کے ساتھ لاہور جانا تھا۔ خیال تھا کہ سرگودھا ایکسپریس پر چلا جاؤں گا۔ میاں صاحب کو علم ہوا تو ازخود فرمایا کہ مجھے دفتر میں کل یاد کروانا میں گاڑی کا انتظام کر دوں گا۔ ان دنوں اتفاق سے تقریباً تمام گاڑیاں ربوہ سے باہر تھیں۔ میاں صاحب کے اپنے استعمال کے لئے ایک ویگن موجود تھی جو انہوں نے اصرار کر کے مجھے عنایت فرما دی۔

حضرت میاں صاحب کی زندگی میں ان کے بڑے بڑے فیصلے اور مشکل اقدام کے بارہ میں تو لوگ تحریر کرتے ہی رہیں گے لیکن ان کی شفقتوں کے ایسے چھوٹے چھوٹے بے شمار واقعات ہیں جن کی ایک جھلک میں نے اپنی زندگی میں دیکھی اور محسوس کی اور بہت سے ایسے

لوگ ہوں گے (خصوصاً جن کا بچپن حضرت میاں صاحب کے گھر میں گذرا ہے) جن کی زندگیوں میں یہ سادہ طبع، خاموش اور بے نیاز وجود اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی شفقتوں کے تحفے بانٹتا ہوا رخصت ہو گیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 7 فروری 1998ء صفحہ 4)



باصفا، باوفا و باتدبیر

دُرِّ یکتا و لاجواب گیا

(مکرم حافظ مظفر احمد صاحب)

ہر چند کہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے شرفِ نیاز حاصل کرنے والے سعادت مندوں کی صف میں ہم بہت بعد میں شامل ہوئے مگر پھر بھی حضرت میاں صاحب کے جلو میں موجود دیگر خدام کی طرح آپ کی شفقتوں اور احسانات کے مورد ضرور رہے۔ بلاشبہ آپ اللہ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھے اس لئے آپ کا ذکرِ خیر بھی موجبِ برکت و سعادت ہے اور یوں بھی آپ ایک مردِ باوفا تھے آپ کے ساتھ وفا کا ایک ادنیٰ تقاضا بھی ہے کہ آپ کی خوبصورت یادیں زندہ رکھی جائیں اور تازہ بھی کی جائیں تا آپ کے لئے دعا کی تحریک ہو اور ہم نسلاً بعد نسل اپنے بزرگ اسلاف کے پاکیزہ اخلاق اور شاندار اقدار کے امین بنتے چلے جائیں کہ یہی ہمارا دینی ورثہ اور قومی اثاثہ ہے۔

آپ کے حسنِ وفا کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے خوب ہوتا ہے جو آپ نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ قادیان میں بچپن کے زمانہ میں سب سے پہلے جس بزرگ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ پہلے دایاں جوتا پہننا چاہئے اور بایاں جوتا پہلے اُتارنا چاہئے آج بھی جوتا پہنتے ہوئے اس بزرگ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ 85 سال بعد بھی ایک چھوٹی سی نیکی کو یاد رکھ کر اپنے محسن کے لئے دعا کرنا جہاں آپ کی گہری وفا کو ظاہر کرتا ہے وہاں آپ کے حافظہ کی بھی داد دینی پڑتی ہے۔ حافظے کی یہ غیر معمولی استعداد آخر عمر تک رہی خاص طور پر اعداد و شمار اور حسابی چیزیں آپ خوب یاد رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے انجمن کے بجٹ آمد و خرچ خزانہ اور دیگر اہم مدات کے اعداد و شمار اکثر برنوک زبان ہوتے تھے خود فرماتے تھے کہ جو اعداد و شمار ایک دفعہ میرے سامنے سے گزر جائیں پھر بھولتے نہیں اسی طرح لوگوں کی شکلیں خوب یاد رہتی ہیں مگر

نام بھول جاتا ہے خاکسار خیال کرتا ہے کہ یہ آپ کے حافظے کی کمزوری نہ تھی بلکہ آپ ایسے بے نفس اور بے طمع تھے کہ کسی کا نام یاد رکھنے کے لئے دماغ پر زور ہی نہیں دیتے ہوں گے اور ضرورت کی جس بات پر زور دیتے تھے اسے یاد رکھنے کا خوب ملکہ تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب نے قادیان کے نہایت پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں حضرت اماں جان کی تربیت اور رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میسر آئی جس کی گہری چھاپ آپ کے کردار و سیرت میں جھلکتی ہے۔

حضرت میاں صاحب نہایت بے نفس اور منکسر المزاج انسان تھے بہت کم گو تھے آپ اس دنیا میں آئے اور ایک خاموش درویشانہ اور بے ریاء مگر بامقصد زندگی گزار کر چلے گئے۔ کبھی نام و نمود کی خواہش نہیں ہوئی مجھے یاد ہے بطور صدر خدام الاحمدیہ جب بھی آپ کو بحیثیت امیر مقامی مجلس کی کسی تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کے لئے عرض کیا تو اپنی اسی طبیعت اور مزاج کے باعث اکثر معذرت فرما دیتے اور اگر کبھی اصرار کرنے پر ازراہ شفقت درخواست قبول فرما ہی لیتے تو یہ وعدہ ضرور لیتے کہ تقریر نہیں کروں گا البتہ جہاں اپنے امام کا حکم ہوتا وہاں تقریر بھی فرماتے مگر اسی طبعی حجاب کے ساتھ۔ چنانچہ جماعت کی سالانہ شوریٰ کے موقع پر آپ کے مختصر خطاب خوب یاد ہیں اب خیال آتا ہے کہ وہ باتوں کے نہیں کام کے دھنی تھے، عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل کے قائل تھے طبعاً مشقت پسند تھے اور ذاتی طور پر محنت کے عادی تھے قادیان کے زمانے میں اپنے مختلف النوع کے کارخانوں سے منسلک رہے شاید اسی لئے تکنیکی کاموں سے خاص شغف تھا اور آخر وقت تک صحت کی حالت میں اپنے تکنیکی آلات میں کچھ وقت گزارتے تھے اور چھوٹی موٹی خرابیاں خود درست فرما لیتے تھے۔ احمدی نوجوانوں کے لئے بھی یہی پسند فرماتے تھے کہ محنتی اور جفاکش ہوں۔ ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ ”موجودہ دور میں تو بالعموم نوجوانوں کی عادتیں بگڑ رہی ہیں اور انہیں محنت اور قناعت کی عادت نہیں رہی میں نے تو اپنے بچوں کو ہائی سکول کے زمانے تک عمداً بائیسکل اس لئے خرید کر نہیں دی تھی تا کہ

جفاکشی کی عادت قائم رہے"۔

محنت ومشقت کی یہ تربیت دراصل آپ نے خدام الاحمدیہ کے زمانے سے حاصل کی تھی خود بیان فرماتے تھے کہ قادیان کے زمانے میں ہم نے خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور نظام کی عظمت ووقار قائم کرنے کے لئے عزت نفس کی بھی قربانی دی ہے چنانچہ اس وقت کے صدر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی قیادت میں ہم افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور خاص رضا کارانہ طور پر بعض سزائیں خود قبول کرتے تھے مثلاً بوجھ اُٹھا کر چلنے کی سزا وغیرہ اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ تنظیم کا ایک رعب اور احترام قائم ہو اور عام نوجوانوں میں بھی اطاعت کی روح پیدا ہو۔ فرماتے تھے میں نے خود بعض دفعہ رضا کارانہ طور پر بوجھ اٹھا کر چلنے کی سزا قبول کی ہے۔

حضرت میاں صاحب کے اس مزاج اور طبیعت کا اندازہ آپ کے ساتھ پہلی ملاقات میں ہی خوب ہو گیا تھا۔ یہ غالباً دسمبر 1976ء کی بات ہے خاکسار جامعہ احمدیہ کے درجہ خامسہ میں طالب علم تھا اور جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی کے سلسلہ میں بیرونی مہمانوں کی خدمت پر متعین تھا جلسہ سالانہ کے بعد بیرونی مہمانوں کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تشریف آوری سے پہلے حضرت میاں صاحب سرائے فضل عمر میں تشریف لائے آپ اس وقت ناظر اعلیٰ تھے دیگر موجود احباب کے ساتھ خاکسار نے بھی آگے بڑھ کر آپ کے استقبال اور مصافحے کی سعادت پائی اور اپنے خیال میں از راہ ادب نہایت نرمی اور ملاطفت سے ہاتھ ملائے مگر آپ نے مضبوط آہنی ہاتھوں کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پتہ نہیں آج کل کے نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے۔ اس طرح ڈھیلے ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں جیسے جان ہی نہیں۔ سو اس پہلی ملاقات میں آپ کی مضبوط گرفت ایک پختہ یاد بن گئی اور آئندہ ہمیشہ آپ سے گرمجوشی سے ملا کئے۔ بعد میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تو کھلا کہ ان آہنی ہاتھوں کے پیچھے ایک مرد آہن کا آہنی عزم تھا ایک ایسا مرد قلندر جسے کوئی خوف یا طاقت اپنے موقف سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔ ہمت وحوصلہ اور یقین محکم میں بھی آپ

یگانہ روزگار تھے آپ کی صحبت کے چند لمحے بھی ہمیشہ ایمان کی تازگی کا موجب ہوا کرتے تھے نظارت علیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ربوہ سے عدم موجودگی میں امارت مقامی کا اہم منصب اس نازک دور میں آپ کے سپرد رہے جس میں 1974ء اور 1984ء کے بعد کا طویل دور ابتلاء شامل ہے مگر ائمہ جماعت کی قیادت اور نمائندگی میں کمال جرأت، بہادری اور فرض شناسی اور پوری حزم واحتیاط سے آپ نے اپنی ذمہ داریاں ادا کیں اور ائمہ جماعت کا منشاء سمجھتے ہوئے ان کے احکام پوری قوت سے نافذ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

آپ کے راضی برضا رہنے اور توکل علی اللہ کی یہ شان تھی کہ کوئی دلخراش سانحہ ہو کسی احمدی کی راہ خدا میں جان قربان ہو یا کوئی اور جماعتی نقصان آپ ہمیشہ ایک بلند ہمت قائد کی طرح عزم واستقامت کے ساتھ ایستادہ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہی نظر آئے ایسے موقع پر کبھی اظہار افسوس کیا جاتا تو ہمیں تسلی دیتے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر فرماتے اور مثال دے کر سمجھاتے کہ دیکھو آئے دن دنیا میں کتنے لوگ حادثات میں ہلاک ہو رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بطور خاص حفاظت فرماتا ہے باقاعدہ حساب لگا کر بیان فرماتے کہ اپنی تعداد کے لحاظ سے عام حالات میں حادثات کی جو نسبت جماعت میں ہونی چاہئے اس سے جماعت خدا کے فضل سے محفوظ ہے باقی مرنا تو ایک دن ہے ہی لیکن خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کا جو اجر ہے کوئی دوسری چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ الغرض آپ سے ملاقات کے بعد ہمارے حوصلے بھی بلند ہو جاتے۔ اپنے ذاتی معاملات میں بھی یہی توکل آپ کا شیوہ تھا۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ اپنے زمیندارے کے معاملات میں بھی پوری دلچسپی لیتے اور کاشتہ فصل کے بارے میں اندازے معلوم کرتے رہتے تھے لیکن اگر کسی وجہ سے اوسط پیداوار یا آمد میں کمی آ جاتی تو کبھی ذرہ برابر بھی اس کا ملال نہیں ہوا۔ یہی فرماتے کہ جو مل گیا ہے اسی پر خدا کا شکر کرو۔

الغرض آپ ایک ایسے کامل موحد انسان تھے جسے "حنیف" کہا جا سکے۔ خدا کے سواہر

دوسری چیز سے بے خوف ونڈر۔ جس بات کو حق جانتے بلاخوف لومۃ لائم اس کا برملا اظہار فرما دیتے جیسا کہ ہمارے پیارے امام نے بھی آپ کی وفات پر ذکر فرمایا تھا واقعی آپ باطل کے خلاف ایک شمشیر برہنہ تھے جب کسی بات کو علیٰ وجہ البصیرت ناحق جانتے تو پیش کرنے والا خواہ ادنیٰ اہلکار ہو یا اعلیٰ افسر یا کوئی قریبی عزیز اس کی کوئی رو رعایت نہ فرماتے تھے اور دوٹوک لفظوں میں غلط بات رد فرما دیتے تھے۔ آپ کی اس صفت کی وجہ سے آپ کو ایک خداداد رعب عطا ہوا تھا جس سے آپ کے تمام مصاحب اور صدر انجمن کے جملہ ممبران خوب واقف ہیں۔ خود فرماتے تھے کہ اپنی اس عادت کی وجہ سے بعض دفعہ مشکل میں بھی گرفتار ہوا اور بزرگوں کی وقتی ناراضگی بھی مول لی۔ ایک واقعہ تقسیم ملک کے بعد کا سناتے تھے کہ جب ربوہ میں کچے گھروں میں آکر آباد ہوئے تو ان دنوں قادیان جلد واپسی کے تذکرے زبان زد عام تھے کہ اگلی فصلوں کی کٹائی سے پہلے قادیان واپسی ہو جائے گی میں نے اپنے خیال کے مطابق برملا یہ اظہار کیا کہ قادیان واپسی اتنی جلدی کا معاملہ نظر نہیں آتا اس پر حضرت اماں جان کی جھڑکیاں بھی کھائیں۔

ایک اور واقعہ یہ سنایا کہ قادیان میں ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر لنگر میں ڈیوٹی تھی کھانے کی تقسیم کے موقع پر ایک شخص نے بے ضابطگی کرتے ہوئے نظام میں رخنہ ڈالنا چاہا میں نے اس شخص کو روکنا چاہا اور اس کے انکار پر اس سے سختی کی۔ یہ واقعہ دیکھنے والے جماعت کے ایک معتبر شخص نے (جو اس وقت سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں شکایت کر دی۔ حضرت صاحب نے تحقیق کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی سربراہی میں کمیشن مقرر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ جلسہ سالانہ میں میری تقریر سے پہلے مجھے اس کی رپورٹ ملنی چاہئے کہ غلطی کس کی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ سے غلطی سرزد ہوگئی ہے تو معافی مانگ لیں۔ میں نے عرض کیا کہ میری غلطی ہو تو ضرور معافی مانگوں گا لیکن میرا تو اب بھی یہ موقف ہے کہ نظام شکنی کی جس قسم کی حرکت اس شخص نے

کی ہے اگر وہ دوبارہ ایسی حرکت کرے تو میں پھر اس کے ساتھ یہی سلوک کروں گا کیونکہ نظام کو درست رکھنا میری ذمہ داری تھی۔ کمیشن کی رپورٹ پیش ہوئی اور آپ بری ٹھہرے۔

الغرض اصول کی بات ہو تو آپ فولاد کی طرح سخت تھے ورنہ ریشم کی طرح نرم۔ آپ کی خداترسی اور مخلوق خدا سے محبت کا وہ بے ساختہ اظہار مجھے کبھی نہیں بھولتا جو مخالفین احمدیت کے حق میں ایک موقع پر ظاہر ہوا۔ جب ربوہ کے نواح میں منعقد ہونے والی مخالفین کی ایک کانفرنس کے بارہ میں اچانک یہ غیر مصدقہ اطلاع ملی کہ ایک سازش کے تحت جلسہ گاہ میں کوئی بم دھما کہ کر کے ہمارے سر ڈالنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ طبعاً فکر دامن گیر ہوئی۔ خاکسار نے بطور صدر خدام الاحمدیہ یہ اطلاع مکرم ناظر صاحب امور عامہ مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ ہم دونوں کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر یہ سازش کامیاب ہوگئی تو اس کا ردعمل جماعت کے حق میں بہت مضر ہوگا۔ مکرم ناظر صاحب امور عامہ فرمانے لگے کہ معاملہ نازک ہے امیر مقامی صاحب سے مشورہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گھر میں حاضر ہوئے آپ فوراً تشریف لائے معاملہ پیش ہوا اور ہم نے اپنی فکرمندی کا اظہار کیا آپ نے کمال صبر اور حوصلہ سے فرمایا آئندہ ظاہر ہونے والے ردعمل کو چھوڑو پہلے یہ سوچو کہ اگر خدانخواستہ یہ حادثہ ہو گیا تو بے گناہ انسانی جانوں کا کیا بنے گا؟ اور ہم اس صورت میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ یہ ہے احمدی قیادت کی امتیازی شان کہ انسانیت کے حوالہ سے دشمن کے حق میں بھی دل ایسا کشادہ جس کی نظیر بایدوشاید ہی ملے۔

حضرت میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فیاضی اور قلبی غنا کی صفت سے بھی خوب نوازا تھا جس حد تک ممکن ہوتا کسی کی حاجت روائی میں کمی نہ کرتے بس ان تک پہنچنا شرط ہوتی تھی اور یہ بھی چنداں مشکل نہ تھا کیونکہ آپ کے دروازے ہر کس و ناکس کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے جو چاہتا اور جب چاہتا آپ کی چِک اُٹھا کر آپ کے دفتر میں داخل ہو سکتا تھا اس کے لئے البتہ تھوڑی سی ہمت جمع کرنی پڑتی تھی۔ ایک دفعہ خود بھی یہ اظہار فرمایا کہ میں ملاقات کے لئے

پہلے وقت طے کرنے کے تکلف میں نہیں پڑتا ہر وقت دروازے کھلے ہیں جو چاہے آئے اور یہ صرف دفتر کا ہی معاملہ نہ تھا گھر میں بھی یہی حال تھا۔ جب اور جس وقت بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے آپ نے شرف ملاقات بخشا بلکہ آپ کے ان مکارم اخلاق نے ہمیں کچھ زیادہ ہی دلیر کر دیا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دفتر سے گھر تشریف لے جا چکے تھے ایک مربی سلسلہ کی کوئی غرض تھی جو ایسی فوری بھی نہ تھی مگر ان کے اصرار بغرض سفارش پر خاکسار مربی صاحب کے ہمراہ ہو لیا اور حضرت میاں صاحب کے گھر جا کر دستک دی۔ آپ فوراً ملاقات والی گیلری میں تشریف لے آئے صرف اتنا فرمایا کہ ابھی دفتر سے آ رہا ہوں وہاں کیوں نہ مل لیا اور پھر کام بھی تو ایسا فوری نوعیت کا نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ صرف وہ کام کرنے کا وعدہ کیا بلکہ ایفاء بھی فرمایا۔

ایک واقف زندگی ہونے کے ناطے آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ جماعتی خدمات کے لئے وقف جانا کبھی دورے پر جانے کی اطلاع واجازت کی خاطر یا گاہے کسی اور ضرورت کے لئے مجبوراً گھر میں آپ کو فون کرنے کی نوبت آتی تو آپ کی بزرگی اور دیگر عوارض کے پیش نظر یہی خیال ہوتا کہ آپ کو فون پر زحمت نہ دی جائے اور بات پیام رسانی سے ہی طے ہو جائے مگر آپ کے انکسار احساس ذمہ داری اور مستعدی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ خود فون پر تشریف لا کر بات کرتے تھے اور یہی طریق آپ کو پسند تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی ترقی اور غلبہ کے بارہ میں پیشگوئیوں پر گہرا غیر متزلزل ایمان تھا مختلف ملکی انقلابات یا سیاسی تبدیلیوں کے موقع پر کبھی گفتگو ہوتی تو بڑے کامل یقین کے ساتھ فرماتے کہ یہ ساری تبدیلیاں دراصل ہماری خاطر ہی ہیں بالآخر اللہ تعالیٰ انہی انقلابات کی کوکھ سے ہمارے لئے خیر کے سامان پیدا فرما دے گا اگرچہ آپ خود تو تقریر نہیں فرماتے تھے مگر بسا اوقات آپ کی کوئی ایک مجلس یا صحبت ہمیں کئی تقاریر کا مواد مہیا کر دیتی تھی۔ ہر چند کہ آپ کم گو اور خاموش طبع تھے مگر جب بولتے تو ایک دبدبہ کے ساتھ اور پھر اس پر

طرہ آپ کی بارعب شخصیت اور وجاہت بھی اس لئے شروع شروع میں آپ سے ملاقات میں جھجک ہوتی تھی مگر آپ کے قریب ہوئے تو حقیقت کھلی کہ دل کے نہ صرف بے حد حلیم ہیں بلکہ بے ضرر درویش اور در مولیٰ کے فقیر ہیں۔ کہتے ہیں کسی کے اخلاق کی جانچ کے لئے مسافرت شرط ہے۔ ہمیں حضرت میاں صاحب جیسی بزرگ ہستی کی معیت میں محض خدا کے فضل سے سفر کی سعادت بھی میسر آئی یہ 1991ء کی بات ہے جب ہمارے پیارے امام حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ قادیان کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کیلئے تشریف لا رہے تھے 16 دسمبر کو لندن سے دہلی پہنچے۔ حضرت صاحب کے استقبال کے لئے ربوہ سے بھی ایک مرکزی وفد تیار ہوا جس میں اس عاجز کو بطور صدر خدام الاحمدیہ پاکستان نمائندگی کی سعادت عطا ہوئی آخری وقت میں یہ فیصلہ ہوا کہ وقت بہت تنگ تھا۔ 13 دسمبر کو اس وفد کی لاہور سے روانگی تھی اور پاسپورٹ وغیرہ ویزا کے لئے اسلام آباد بھجوائے ہوئے تھے انہی دنوں خاکسار کو گلے میں شدید سوزش کے باعث بخار بھی آیا ہوا تھا اور یہ دعا بھی تھی کہ اس تاریخی موقع سے محرومی بھی نہ ہو اور 13 دسمبر کو سفر مشکل بھی نظر آتا تھا خدا معلوم یہ حسن اتفاق تھا یا خدا تعالیٰ کی کوئی تقدیر خاص کہ سب پاسپورٹ ویزا لگ کر آ گئے سوائے حضرت میاں صاحب اور خاکسار کے پاسپورٹ کے۔ مگر یہ وقتی پریشانی جلد مسرت میں بدل گئی جب ایک دو روز بعد نہ صرف پاسپورٹ مل گئے بلکہ 15 دسمبر کو دلی جانے والی پرواز میں جگہ بھی مل گئی اور یوں ہم حضرت میاں صاحب کی معیت میں اسی روز علی الصبح پہلے ربوہ سے لاہور پہنچے اور لاہور سے دلی تک اکٹھے سفر کیا۔ سوچا تھا کہ سفر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت کی سعادت میسر آئے گی مگر اوّل تو آپ کو نہایت سادہ منش اور بہت قناعت شعار وجود پایا۔ آپ بہت مختصر ضروریات رکھتے تھے۔ دوسرے خودداری اتنی کہ اپنا کام حتی الوسع خود کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور اپنے مصاحب سے کوئی تقاضا کرنا یا اس پر کوئی بوجھ ڈالنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ لہذا سوائے چند معمولی ناگزیر خدمات کے بہت کم خدمت کا موقع دیا۔ البتہ قدم قدم پر حزم واحتیاط کا دامن خود بھی

تھامے رکھا اور مجھے بھی اس کی تلقین فرمائی۔ سفر کا اکثر حصہ آپ نے دعاؤں میں ہی گزارا اور دوران سفر جو تھوڑی بہت گفتگو ہوتی رہی اس میں آپ کو حضرت صاحب کی تشریف آوری اور جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت میں بہت مسرور پایا۔ سفر سے واپسی پر ایک موقع پر بیان فرمایا کہ جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر گیا تو دعا کرتے ہوئے یہ واضح اور صاف نظارہ دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہہ سامنے کھڑی ہے۔

ان دنوں کو بشدت یاد کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ خوشگوار دن تو خواب کی طرح آئے اور گزر گئے۔ آپ میں خودداری اور قوت ارادی بلا کی تھی۔ ایک دفعہ اپنے دفتر میں کرسی سے اُٹھ کر غسل خانے جانے لگے میں نے سہارے کے لئے آپ کا عصا اُٹھا کر دینا چاہا فرمایا بالکل نہیں، میں خود لوں گا میں نے عرض کیا اس میں حرج کیا ہے فرمایا کہ جس وقت تم یا کوئی اور پاس نہ ہوگا تب کیا کروں گا۔ پہلی دفعہ 1992ء میں آپ پر دل کا تشویشناک حملہ ہوا تو سب کو سخت فکر دامن گیر ہوئی آپ کئی روز فضل عمر ہسپتال میں انتہائی نگہداشت میں رہے اس وقت بھی خدا کی توفیق سے آپ سے کمال قوت ارادی ظاہر ہوئی جو بہت جلد صحت کو معمول پر لانے میں اتنی مدد ہوئی کہ آپکے معالج حیران تھے اور بہت جلد آپ نے معمول کی خوراک لینی اور چلنا شروع کر دیا۔ خاکسار فضل عمر ہسپتال میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تو حضرت میاں صاحب سے اس امر کا ذکر کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس غیر معمولی قوت ارادی سے اس شدید بیماری کا مقابلہ کر کے اس پہ قابو پانے کی جو طاقت دی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی آپ نے معمول کی دفتر مصروفیات بھی شروع کر دیں فرمایا کرتے تھے کہ اس شدید علالت میں گویا دوسرے جہان سے واپس آیا ہوں بس ایک گہرا تاریک راستہ Dark Passage طے کرنا پڑتا ہے اور اُس کے بعد خیر ہی خیر ہے۔ ظاہر ہے یہ آپ کی اس ذاتی کیفیت کا اظہار ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو موت کے کنارے سے بچا کر واپس لایا اور یوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلاف توقع عمر عطا فرمانے کا الہام

آپ کی ذات میں پوری شان کے ساتھ دہرایا گیا۔ گزشتہ برس 1997ء میں جب جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کے لئے آپ کو حضرت صاحب کا ارشاد موصول ہوا تو آغاز میں کچھ متذبذب تھے فرماتے تھے کہ اوّل تو ویسے ہی سفر سے میری طبیعت گھبراتی ہے پھر عوارض بھی لاحق ہیں اس لئے فی الحال دس فیصد ارادہ ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ تذکرہ میں جہاں آپ کے بارہ میں خلاف توقع عمر اور امارت دیئے جانے کے الہام ہیں انہیں کے تسلسل میں ایک یہ الہام خدائی حفاظت کا بھی ہے۔ (تذکرہ صفحہ 720) یعنی اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں میں سے بڑھ کر رحیم ہے۔ یہ سن کر آنکھوں میں مسرت کی ایک چمک پیدا ہوئی فرمانے لگے تذکرہ لاؤ میں نے تذکرہ منگوایا اس میں انڈکس نہ تھا اس لئے الہام تلاش کرنے لگا تو فرمانے لگے قادیان میں تو اس کثرت سے میں نے تذکرہ کا مطالعہ کیا تھا کہ قریباً حفظ ہو چکا تھا کہ کون سا الہام کس صفحہ پر ہے بہرحال یہ الہام پڑھ کر آپ کو ایک گونہ تسلی ہوئی اور بعد میں حضرت صاحب کے منشاء کی تعمیل میں آپ لندن جانے کے لئے تیار ہو گئے اب معلوم ہوتا ہے یہ بھی الٰہی منشاء تھی کہ سفر آخرت سے قبل حضرت صاحب سے اس کے وفا شعار نائب کی ملاقات بھی ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی ذات پر آپ کے محکم ایمان اور مقام توکل علی اللہ کا کچھ ذکر ہوا ہے۔ احمدیت کی سچائی اور اس کی برکات پر بھی آپ کا بہت گہرا اور پختہ ایمان تھا 1994ء میں جب جلسہ سالانہ لندن سے واپس تشریف لائے تو بتایا کہ ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب کی خواہش تھی کہ امریکہ بھی جاؤں اور اپنا طبی معائنہ بھی وہاں کے ترقی یافتہ اعلیٰ معالجوں سے کروا لوں لیکن میری صلاح نہیں بنی۔ اور میرا تو ایمان ہے کہ احمدی ڈاکٹروں کے ہاتھ میں اللہ نے زیادہ شفاء رکھی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت پر ایمان کی برکت سے ایک ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے جو دوسروں کو میسر نہیں پتہ نہیں کیوں لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ دراصل یہ آپ کی گہری بصیرت تھی جو ان لطیف باتوں کا بھی کمال ادراک اور اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ آپ

کا نافع الناس وجود ابتلاء کی تیز دھوپ میں بلاشبہ پاکستان کی احمدی جماعتوں کے لئے ایک گھنا ٹھنڈا سایہ تھا۔ اس دفعہ بھی جب آپ علیل ہوئے تو دلی تمنائیں یہی تھی کہ خلاف توقع عمر والا الہام پھر دہرایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی جس پر ہم راضی برضا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت میاں صاحب کی نیک اقدار اور اعلیٰ کردار کا واقعی امین بنادے۔ آمین

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 16رفروری 1998ء صفحہ 7-4-3)



''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں''

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب......مولود مسعود

(مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری)

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت 13رمارچ 1911ء کو ہوئی اور آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوسرا پوتا ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے والدین کے زیر سایہ احسن رنگ میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپ بے حد ذہین، فہیم، محنتی اور فراخ حوصلہ کے مالک تھے۔ آپ کو عنفوان شباب میں فٹ بال اور کلائی پکڑنے میں کافی مہارت حاصل تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے انجینئرنگ کا ملکہ عطا فرمایا تھا چنانچہ تقسیم ملک سے قبل اور پاکستان بننے کے بعد بھی آپ مختلف صورتوں میں اپنی قابلیت اور مہارت کا اظہار فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ بجلی کے پنکھے، ائیر گن وغیرہ تیار کرنے شروع کئے۔ آپ نے سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی علاوہ دیگر امور کے جوانی میں بھی سوشل کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کے وقت خدام الاحمدیہ کی مرکزی مجلس میں مہتمم کے طور پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فرائض ادا کرتے رہے۔ مرکز سلسلہ ربوہ میں آپ کو تادم آخر صدر انجمن احمدیہ میں مختلف عہدوں پر باحسن طور پر خدمات کا موقعہ ملا۔ حتی کہ آخر دم تک صدر انجمن احمدیہ میں بطور ناظر اعلیٰ و صدر، صدر انجمن احمدیہ اور امیر مقامی فرائض بجالاتے رہے۔

آپ دل کے حلیم ہونے کے باوجود حق بات پر مضبوطی سے قائم رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ قادیان پر پاکستان کے احباب کی شمولیت کے لئے تعداد پر مشورہ ہوا۔ آپ نے نہایت موثر لہجہ میں فرمایا اگر آپ قادیان جانے کے سلسلہ میں لوگوں کو اجازت دینے میں سستی کریں گے تو نئی نسل تو قادیان کو بھول جائے گی۔ چنانچہ ایک معقول تعداد کو اجازت دئے

جانے کا فیصلہ ہوا اگرچہ ویزا وغیرہ کی مشکلات کے باعث پوری تعداد میں احباب قادیان کے جلسہ میں شمولیت کے لئے نہ جا سکے۔

آپ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے۔ غرباء اور حاجتمندوں کی حاجت روائی احسن طور پر فرماتے۔ خصوصاً اپنے ذاتی کام کرنے والوں کا بے حد خیال رکھتے اور ان کے ساتھ گھریلو افراد کی طرح سلوک فرماتے۔ حسن سلوک کے باعث یہ لوگ نہ صرف سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے بلکہ آج تک آپ کے گن گاتے اور دعائیں دیتے ہیں۔ الغرض آپ ہمدردی کے بے پناہ جذبہ کے حامل تھے۔ آپ کے حسن سلوک کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔

1936ء میں قادیان میں کبڈی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ خاکسار بھی ایک ٹیم میں شامل تھا۔ میرے مدمقابل کبڈی کے مشہور اور بھاری بھرکم کھلاڑی عطاء الرحمٰن صاحب سارچوری بھی تھے انہوں نے مجھے پکڑنے کے لئے "قینچی" ڈالنے کی کوشش کی جس سے میری بائیں ٹانگ کی ہڈی زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی میں اسی حالت میں نکلنے کی کوشش کرتا رہا جس سے ہڈی باہر نکل آئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بھی وہاں موجود تھے انہوں نے فوراً میری ٹانگ کی ہڈی درست کر کے باندھ دی اور نور ہسپتال میں پہنچایا۔ زہے قسمت! کہ ان دنوں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سرجن قادیان تشریف لائے ہوئے تھے۔ اطلاع ملنے پر فوراً تشریف لائے اور ٹانگ کا اچھی طرح معائنہ فرمایا اور مناسب تدابیر بتائیں چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہڈی صحیح طور پر جڑ گئی۔ اس طرح حضرت میاں صاحب کا وجود باجود میرے لئے سایہ رحمت بنا۔

صدر انجمن احمدیہ میں فرائض ادا کرنے کے دوران بھی جب کہ آپ ناظر امور عامہ تھے اور خاکسار لوکل انجمن کا صدر عمومی تھا۔ آپ کا بے حد تعاون اور راہنمائی میرے شامل حال رہی۔ اسی طرح لائبریری کے کام کے سلسلہ میں بھی ہمیشہ صائب مشورہ سے سرفراز فرماتے رہے۔

دلآویز شخصیت

(مسعود احمد دہلوی صاحب۔ سابق ایڈیٹر الفضل ربوہ)

حضرت مرزا منصور احمد صاحب حسب وعدہ الٰہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کبھی نہ منقطع ہونے والی اور آخری دنوں تک سرسبز رہنے والی ذریت کے ایک درخشندہ گوہر تھے۔ اس درخشندہ گوہر کے لئے خدائے قادر وقدوس نے ترقی کی راہیں ہموار کرنے والے ابتلاؤں کے بعض نازک ادوار میں خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ربوہ میں مقرر کردہ امیر مقامی کی حیثیت سے اہم اور عظیم الشان خدمات سرانجام دینا مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ وقت آنے پر اس گوہر آبدار کے وجود میں خدا تعالیٰ کی یہ تقدیر بڑی شان سے پوری ہوئی اور اس منتخب ومقبول وجود کو خدا تعالیٰ اور اس کے بنائے ہوئے خلفائے سلسلہ کی نگاہ میں سرخرو کرنے کا موجب بنی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سے حضور کے تیسرے فرزند حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ اس لحاظ سے آپ کو حضرت اقدس کی تیسری نسل کے ان نامور بندگان خدا میں شمولیت کا شرف حاصل تھا جنہوں نے اپنے جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کئے رکھیں اور جماعت کے مختلف کلیدی عہدوں پر فائز رہ کر اپنے اپنے رنگ میں اہم اور عظیم الشان خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی اور اس طرح انہوں نے بھی آنے والی نسلوں کے لئے خدمت وفدائیت کی ایک قابلِ تقلید مثال قائم کر دکھائی۔

آپ کی غیر معمولی ظاہری وباطنی صلاحیتوں کا راز

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے خلفائے سلسلہ عالیہ کے زیر ہدایت وراہنمائی اہم اور عظیم الشان کام لینا تھے اسی لئے اس جلیل الذات قادر وقدوس ہستی

نے آپ کو بھی غیر معمولی ظاہری و باطنی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جوں جوں آپ جماعت میں درجہ بدرجہ اہم اور پھر کلیدی عہدوں پر فائز ہوتے چلے گئے اور آپ کی ذمہ داریوں میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا آپ کی صلاحیتیں نمایاں سے نمایاں ہو کر اپنا اثر دکھاتی اور احباب جماعت کو اپنا گرویدہ بناتی چلی گئیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے عالی مرتبت و صاحب منزلت والد بزرگوار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی ولادت کے موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عالم کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا جس پر لکھا تھا ''مُعَمَّرُ اللّٰہِ'' (تذکرہ طبع سوم: صفحہ 27) اس کے معنی ہیں خدا کی طرف سے عمر پانے والا۔ یہ کشف بھی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے وجود میں بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا۔ کیونکہ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے تقریباً 87 سال کی عمر پائی۔ لیکن اس کشف میں آپ کے دوسروں کو فیض پہنچانے والے اوصاف حمیدہ اور اعلیٰ صلاحیتوں کی طرف بھی اشارہ موجود تھا۔ کیونکہ مُعَمَّرُ اللّٰہِ کے الفاظ حضور علیہ السلام کو روشنی دینے والے ستارہ پر لکھے ہوئے دکھائے گئے تھے۔ ستارہ اس امر پر دال تھا کہ طویل عمر پانے والا یہ وجود من جانب اللہ نور سے منور کیا جائے گا۔ یعنی وہ دوسروں کو فیض پہنچانے والی صفات اور صلاحیتوں سے مزین ہوگا۔ جہاں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو کشف میں آسمان پر ایک ستارہ میں مُعَمَّرُ اللّٰہِ کے الفاظ لکھے ہوئے دکھائے گئے وہاں آپ کو اسی مفہوم کا ایک اور الہام بھی درج ذیل الفاظ میں ہوا۔ مُعَمَّرُ اللّٰہِ۔ نُوْرٌ۔ مُنَوَّرُ اللّٰہ۔ (تذکرہ طبع سوم صفحہ 804)

اللہ کی طرف سے عمر دیا ہوا۔ نور۔ اللہ کا روشن کیا ہوا۔

صاف ظاہر ہے مندرجہ بالا کشف میں یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ کی طرف سے عمر پانے والا یہ وجود اللہ کی طرف سے روشن کئے ہوئے ایک نور کی مانند ہوگا۔ چنانچہ یہ نور اللہ کی طرف سے عمر پانے والے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے وجود میں مادی، روحانی اور

ظاہری و باطنی اوصاف، بلند اخلاق اور غیر معمولی صلاحیتوں کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس شان سے ظاہر ہوا کہ آپ کے کندھوں پر مختلف ادوار میں خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے جو عظیم ذمہ داریاں ڈالی گئیں آپ ان ذمہ داریوں کو کمال خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کرنے میں ایک کامیابی کے بعد دوسری کامیابی سے ہمکنار ہوتے چلے گئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منور کئے ہوئے ایسے وجود خاص کے اوصاف حمیدہ میں سے چند اوصاف کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

چند اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

1- الہام کے جزو منور اللہ کی رو سے عبادات اور دعاؤں میں شغف اور دیگر روحانی مشاغل سے لگاؤ واضح ہے۔ اسی کے زیر اثر آپ کو خلافت احمدیہ کی عظمت واہمیت اور اس کے ساتھ گہری وابستگی اور اطاعت کی روح سے مملوء خادمانہ تعلق کی اہمیت کا خاص عرفان بخشا گیا تھا۔ اسی لئے آپ نے اپنی طویل زندگی میں خلیفہ وقت کی اطاعت میں محویت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور دربار خلافت سے ملنے والے ہر حکم کو کامل تابعداری سے بجالا کر اہم اور عظیم ذمہ داریاں کمال حسن وخوبی سے انجام دینے کی توفیق پائی۔

2- مزید برآں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اسی تعلق میں ایک اور الہام ''وہ بادشاہ آیا'' کے رو سے بحمد اللہ ایک بارعب شخصیت عطا کی گئی تھی۔ آپ کی شخصیت کا یہ خدا داد رعب دنیوی اور ظاہری شان وشوکت والا رعب نہ تھا بلکہ روحانیت کے پرتو اور عکس کے نتیجہ میں یہ آپ کو عطا کیا گیا تھا کیوں نہ ایسا ہوتا جب کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے اور اپنے حقیقی پیروؤں کے متعلق فرمایا تھا:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں

آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

اسی لئے آپ کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اسی تعلق میں ہونے والے ایک اور الہام ”اَمْـرُهُ اللّٰـه“ کی رو سے خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بار بار امیر مقامی مقرر کیا گیا اور اس طرح جماعت کی تاریخ میں طویل ترین عرصہ کے لئے امیر مقامی ہونے کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔

3- ”وہ بادشاہ آیا“ کے الہام کی رو سے آپ فطری طور پر بہت بے خوف ونڈر اور شجاع و دلیر ہونے کی وجہ سے مشکل سے مشکل حالات میں کبھی نہ گھبرانے والے اور خدائی تائید و نصرت پر پختہ یقین رکھنے والے تھے اور توکل علی اللہ کے وصف سے بھی پوری طرح متصف تھے۔ پھر آپ کو حل طلب معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی خاص فراست عطا کی گئی تھی۔ ایسے معاملات کو بطریق احسن سلجھانے اور ان سے متعلق احکامات کو پُرحکمت طریق پر نافذ کرنے کی صلاحیت بھی آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

میرے حصہ میں آنے والی شفقتیں

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی خدمت میں حاضری اور ملاقات کے ذریعہ ہدایت یابی میرے لئے ہمیشہ ہی بہت مسرت کا باعث ہوا کرتی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی جب کہ آپ پیش آتے ہی بہت شفقت سے تھے۔ ہدایات دینے کے بعد آپ دو تین منٹ اور باتیں بھی ضرور کرتے۔ کبھی عام ملکی حالات کے متعلق کبھی موسم کی ادلتی بدلتی کیفیت کے متعلق اور کبھی کسی جماعتی امر کے متعلق۔ ایسے مواقع پر آپ کے چہرہ پر ہلکی سے مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی تھی جو ماحول کو خوشگوار بنائے رکھتی تھی۔ میرا جی یہی چاہتا تھا کہ باتوں کا سلسلہ جاری رہے لیکن آپ کا وقت بہت قیمتی ہوتا تھا اور مصروفیات آپ کو گھیرے رکھتی تھیں۔ میں یہ جرأت کر ہی نہیں سکتا تھا کہ آپ کی اہم مصروفیات میں مخل ہوں۔ اس لئے میں بات کو جلد سے جلد

سمیٹ کر رخصت کی اجازت حاصل کر کے واپس چلا آتا تھا۔

ایک دفعہ مجھے شدید سردی کے موسم میں رات کے وقت آپ کی کوٹھی ”دارالامان“ جا کر وہاں حاضر خدمت ہونا پڑا۔ آپ ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہونے والے کمرے سے ملحق ایک بڑے کمرے میں پلنگ پر استراحت فرما رہے تھے۔ آپ نے مجھے وہیں بلوالیا۔ پلنگ کے قریب پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ بیٹھنے کے بعد میں نے آنے کا مقصد مختصراً عرض کیا۔ آپ نے ضروری ہدایات سے نوازنے کے بعد حسب معمول اور باتیں شروع کر دیں۔ اس وقت اسی کمرہ کے ایک حصہ میں آپ کے دونو جوان عزیز اپنے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک عزیز کی جیب میں کچھ خشک میوہ رکھا تھا۔ وہ تینوں اس میوہ سے شغل فرما رہے تھے اور ساتھ ہی باہم کھسر پھسر بھی کرتے جاتے تھے۔ آپ نے اس عاجز سے باتیں کرتے ہوئے یکدم مڑ کر اپنے ان عزیزوں کی طرف بیک نظر فہمائش کے رنگ میں دیکھا اور ان سے فرمایا خشک میوہ ٹرے میں رکھ کر دہلوی صاحب کے لئے بھی لائیں۔ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے خشک میوہ جات کھانے کا بہ اصرار ارشاد فرمایا اور باتوں کو ذرا طول دیا تا کہ میں طشتری میں سے کچھ میوہ کھاسکوں۔ اس روز مجھے خاصی دیر آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کی پُرمسرت صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔

میری قریباً 43 سالہ صحافتی خدمات کے اختتام کے بعد آپ کی خدمت میں بار بار حاضر ہونے اور آپ کی ترقیاتی صحبت سے فیضاب ہونے کا نہایت خوشکن سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن سلسلہ ملاقات کے انقطاع کے برسوں بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ایک فرزند کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ایسی عظیم الشان شفقت کا مورد بننا مقدر کر رکھا تھا کہ جس کا میرے وہم و گمان میں بھی آنا ممکن نہ تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جولائی 1997ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو جلسہ سالانہ انگلستان کے بابرکت موقع پر انگلستان بلوایا۔ آپ کی پیرانہ سالی اور

علالت کی وجہ سے آپ کے فرزند رشید (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب بھی آپ کے ہمراہ انگلستان تشریف لائے۔ جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے اور حضور رحمہ اللہ کے ساتھ ملاقاتوں کی سعادت سے بہرہ یاب ہونے کے بعد حضور ہی کی زیر ہدایت جرمنی کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے فرینکفرٹ بھی تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کی دعوت پر محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ جلسہ سالانہ سے خطاب فرمانے کے لئے پہلے ہی پاکستان سے جرمنی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مزید برآں حضرت ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب مرحوم کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب مع اپنی بیگم صاحبہ محترمہ جلسہ سالانہ انگلستان میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ آپ کی بیگم صاحبہ تو باقاعدہ لجنہ اماء اللہ پاکستان کی نمائندہ کی حیثیت سے تشریف لائی تھیں۔ وہ دونوں بھی جرمنی کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے فرینکفرٹ تشریف لے آئے۔ اس طرح خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیک وقت پانچ افراد اور ان میں سے بھی خاص طور پر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی تشریف آوری جماعت احمدیہ جرمنی کے لئے بہت باعث برکت وسعادت تھی۔

محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی اور منتظمین جلسہ سالانہ کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ان بزرگ حضرات کی سہولت و آرام کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہی جگہ ان سب کے قیام کا کہاں بندوبست کیا جائے۔ ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ رحمت خداوندی ہم عاجزوں پر سایہ فگن ہوا چاہتی ہے۔ ہمیں اچانک اطلاع ملی کہ ایسی بزرگ ہستیوں (جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر بھی شامل ہیں) کے قیام کے لئے تصرف الٰہی کے تحت قرعہ فال میرے بیٹے عرفان احمد خان کے محض چار کمروں پر مشتمل فلیٹ کے نام نکلا ہے۔ اس اطلاع سے ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ان ایام میں عزیز عرفان کے اہل و عیال پاکستان گئے ہوئے تھے۔ میں مع عرفان احمد اپنے دوسرے بیٹے عزیز ابراہیم عثمان کے

گھر منتقل ہو گیا۔ وہاں جانے سے قبل عرفان احمد نے بصد شوق پورے فلیٹ کی صفائی ستھرائی اور نفاست و نظافت کا اہتمام کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ معزز مہمانان کرام کے تشریف لانے پر عزیز عرفان احمد نے فلیٹ کی چابیاں (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے حوالہ کر دیں اور خود وہاں سے روانہ ہونے سے قبل صاحبزادہ موصوف کو تفصیل سے آگاہ کیا کہ عام ضرورت کی اشیاء کہاں کہاں رکھی ہیں تا کہ دقت پیش نہ آئے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کی مہمان ان پانچ معزز ہستیوں کے قیام کے دوران عزیز عرفان نے فلیٹ کی روزمرہ صفائی کا چارج خود سنبھالے رکھا اور اس ڈیوٹی کو دن کے ان اوقات میں جب معزز مہمان کرام جلسہ میں شمولیت کے لئے یا کسی اور مصروفیت کی وجہ سے باہر تشریف لے جاتے پوری ذمہ داری سے ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

جلسہ سالانہ کے ایام گزرنے کے بعد ایک روز میں نے (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کی وساطت سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ مقررہ وقت پر حاضر خدمت ہو کر میں نے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ حسب معمول بہت محبت وشفقت سے پیش آئے اور مجھے صوفہ پر اپنے ساتھ بٹھانے کا شرف بخشا۔ خیر خیریت اور جرمنی میں رہائش کا حال احوال دریافت فرمانے کے بعد آخر میں آپ نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی کہ جسے سن کر میں حمد وشکر کے جذبات سے لبریز ہو گیا اور میری روح آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہوئے بغیر نہ رہی۔ وہ بات فی الاصل آپ کے اخلاق عالیہ اور شرف و بزرگی کی آئینہ دار تھی۔ آپ نے ازراہ تلطف فرمایا کہ ”ہم نے آپ کے گھر میں بہت آرام پایا ہے“ میں نے عرض کیا یہ بھی آپ ہی کا گھر ہے اور آپ کا اپنے اس گھر میں قیام پذیر ہونے کو از راہ شفقت منظور فرمانا ہمارے لئے غایت درجہ سعادت اور اعزاز کا موجب ہے۔ اس وقت حمد وشکر سے میرا دل اس قدر بھر گیا کہ پردیس آخر پردیس ہی ہوتا ہے وہاں اپنے گھر کا سا آرام کیسے میسر آ سکتا ہے۔ پرائے دیس میں کوئی گھر بھی آپ کے لئے ہر پہلو

کے اعتبار سے آرام دہ نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ نے تکلیف کے پہلو کو نظر انداز فرمایا اور بحمد للہ جو تھوڑی بہت سہولت آپ کو محسوس ہوئی اسے فوقیت دے کر ایک عاجز خادم کی دلجوئی فرمانا ضروری سمجھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جو ربوہ سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود میرے اور میری اولاد کے شامل حال رہا۔ **فالحمدللہ علی ذلک**

ایک اور بڑی شفقت آپ نے یہ فرمائی کہ آپ نے عزیز عرفان احمد کی اس درخواست کو شرف قبول سے نوازا کہ آپ فرینکفرٹ سے چند میل پر اس قصبہ میں تشریف لے جا کر جہاں اس کا کاروباری دفتر اور گودام واقع ہے دفتر کا معائنہ فرمائیں اور کاروبار میں برکت کے لئے دعا کرائیں۔ آپ علالت طبع اور لمبے سفروں کی تکان کے باوجود از راہ شفقت ایک رات بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے۔ خاکسار اور خاکسار کے دونوں بیٹوں عرفان احمد اور ابراہیم عثمان نے آپ کا استقبال کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے کمپنی کے کمیٹی روم میں تشریف فرما ہو کر دعا کرائی۔ یہ اپنے خادموں پر آپ کی شفقت کا ایک درخشندہ نمونہ ہے اور اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ کا وجود ایک سراپا شفقت وجود تھا۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل لندن 29 رمئی تا 5 رجون 1998ء)



بکھری ہوئی چند یادیں

(مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب ۔ نائب ناظر دار الضیافت)

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب میں بہت سی نمایاں صفات جمیلہ تھیں اس موقعہ پر بعض واقعات کو بیان کیا جا رہا ہے جو ہماری روزمرہ زندگی میں قابل تقلید بھی ہیں اور اہم ہدایات بھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح سے بے پناہ محبت

ہر احمدی اپنے امام سے والہانہ محبت رکھتا ہے اور اپنے اپنے انداز میں اپنے پیار اور محبت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کو بھی اپنے امام سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت اور پیار کی جھلک آپ کی ساری زندگی میں دیکھنے والوں کو نظر آتی رہی ہے۔ اس امر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی سفر پر جانا ہوتا اور اس کی اطلاع آپ کو ہو جاتی یا حضور خطبہ میں اس کا ذکر کر دیتے تو فوری طور پر آپ کی طرف سے ٹیلیفون موصول ہوتا کہ تین بکرے صدقہ کر دیئے جائیں۔ جب بھی خطبہ میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سفر کا ذکر کرتے تو مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ ابھی میاں صاحب کی طرف سے صدقہ کرنے کا ارشاد مل جائے گا اور ایسا ہی ہوتا۔ ادھر خطبہ مکمل ہوتا اُدھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی اور حضرت میاں صاحب فرما رہے ہوتے ”ملک صاحب حضور انور کی طرف سے تین بکرے صدقہ کر دیں“۔

ماتحتوں کی حوصلہ افزائی

آپ کے ساتھ کام کے دوران یہ بات دیکھنے میں آئی کہ اچھی بات اور اچھا کام دیکھ کر ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے۔ بعض اوقات بات چھوٹی سی نظر آتی لیکن اس کا تذکرہ آپ ایسے رنگ میں فرماتے کہ ”مبارک ہو آج یہ خوشی کی خبر دار الضیافت کے متعلق مجھے بتائی گئی ہے“

دارالضیافت میں اندرون پاکستان سے بھی اور بیرون پاکستان سے بھی مہمان کثرت سے آتے رہتے ہیں جب کوئی مہمان آپ کے سامنے انتظامات کے متعلق خوشی کا اظہار کرتا تو حضرت میاں صاحب مبارک باد دیتے، خوش ہوتے اور مزید اعلیٰ کارکردگی کے لئے دعائیں دیتے۔ ایک دفعہ بیرون پاکستان سے آئے ہوئے مہمانوں نے حضرت میاں صاحب کے سامنے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ ہمیں دارالضیافت میں جس رنگ میں صفائی کا اعلیٰ انتظام نظر آیا ہے اس کی تو قطعاً ہمیں توقع نہ تھی اور معیار اتنا اعلیٰ ہے کہ ہمارے تصور میں بھی ایسا نہ تھا کہ پاکستان میں ایسے معیار کو قائم رکھا جا سکتا ہے اور مبارک دی۔ حضرت میاں صاحب نے یہ بات سن کر فوری طور پر خوشی سے مجھے مبارک دی۔ بہت خوش ہوئے اور بہت بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب میں یہ خوبی نمایاں نظر آتی تھی کہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں میں کام کرنے کی ہمت اور جذبہ پیدا کرنے کی خواہش موجزن تھی۔

حضرت میاں صاحب مہمانوں کی کثرت سے بہت خوش ہوتے اور آنے والوں کے متعلق فرماتے کہ یہ آنے والے وہ لوگ ہیں جو انتہائی نازک حالات میں تکالیف اُٹھا کر اپنے اپنے علاقہ میں نہایت پامردی سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو بہت ہمت اور کوشش سے حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ان کا بہت خیال رکھو۔ یہ بہت قیمتی جانیں ہیں اور یہ سب مخالفت کے طوفانوں میں اپنے ایمان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

مسکراتے ہوئے ملنا

آپ کی روزمرہ زندگی میں یہ بات نظر آتی کہ جب بھی ملنے کا موقعہ ملا آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ ہشاش بشاش رہنے والے بزرگ تھے اور آپ سے مل کر دل خوش ہو جاتا۔ آپ دفتر میں تشریف رکھے ہوئے ہوتے یا گھر میں، جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملتا آپ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ خوش آمدید کہتے اور فرماتے ”آؤ جی ملک

صاحب کدھر آئے ہیں“ آپ کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا۔

حضرت میاں صاحب کے ساتھ نائب ناظر ضیافت کے طور پر مسلسل تیرہ سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔ بعض اوقات کسی لغزش کی وجہ سے آپ ناراض ہوئے اور ٹیلیفون بھی بند کر دیا۔ دو دن بعد کسی کام کے سلسلہ میں حاضر ہوا اور معذرت کی کہ مجھ سے غفلت ہوئی اور آپ کو تکلیف اُٹھانا پڑی۔ فرمایا بھول جاؤ اس بات کو۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ پھر معذرت کی تو آپ نے پھر فرمایا کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بھول جاؤ اس غصہ کو۔ پھر بڑے پیار سے فرمایا ملک صاحب سرزنش اسی کو کی جاتی ہے جو کام کرتا ہے بھلا کام نہ کرنے والے کو ڈانٹنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں صاحب کو فوری فیصلہ کرنے کی بہترین صلاحیت سے نوازا تھا۔ دارالضیافت میں کچن زیر تعمیر تھا اور چونکہ منظوری نصف کام کے لئے تھی اس لئے کام زیر تکمیل رہا۔ ایک دن آپ تشریف لائے اور جب آپ نے دیکھا کہ کام مکمل ہونے سے پہلے بند ہو گیا ہے تو فرمایا کہ اس کو بھی جلدی مکمل کرو۔ جب خاکسار نے عرض کیا کہ پہلے منظوری لے لی جائے۔ فرمایا وہ ہوتی رہے گی لیکن آپ کام کو جاری رکھیں اور مکمل کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام بہت جلد مکمل ہو گیا۔

غرباء پروری

ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا کہ اس کے ذمے پندرہ ہزار روپیہ قرض ہے خاکسار نے کوشش کر کے پانچ ہزار روپیہ کا بندوبست کر دیا اور باقی کے لئے سوچا کہ پانچ ہزار کا مزید بندوبست میاں صاحب سے عرض کر کے کر لوں گا۔ مشکل یہ تھی کہ جس کو رقم کی ضرورت تھی وہ نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے خود ہی درخواست لکھ دی اور صورت حال میاں صاحب کے سامنے رکھی۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ ہزار کا اگر بندوبست کر دوں تو مزید پانچ ہزار

کی پریشانی موجود رہے گی اور معلوم نہیں سب کے لئے کتنی پریشانی کا موجب ہوگی یہ کہہ کر آپ نے ساری ہی رقم کا بندوبست کر دیا۔ غرض اس طرح کی غریب پروری کی تو ہزاروں مثالیں ہونگی کیونکہ آپ کا مزاج ہی غریب پرور تھا۔

علاقوں کے رسم ورواج سے واقفیت

ہر علاقہ اور ہر قبیلہ میں رسم و رواج ہیں جو دوسروں سے مختلف ہیں۔ حضرت میاں صاحب ان کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اور بتاتے تھے کہ فلاں علاقہ میں فلاں قسم کا رواج ہے اور روایت ہے۔ مہمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں ان کے علاقہ اور قبیلہ کے روایات کو مدنظر رکھتے۔ ان کا انداز گفتگو دوسروں کے لئے خوشی کا باعث ہوتا حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب کا یہ بات مدنظر رکھنا ایک نیا خوشگوار ماحول پیدا کر دیتا تھا اور مجھے بھی اس امر کی بہت تلقین کرتے۔

حالات سے سمجھوتہ کرنے کی عادت

مہنگائی کا سلسلہ ہر وقت جاری ہے۔ ہر آنے والے وقت کو گذشتہ ایام کے مقابلہ میں ہم مہنگا قرار دیتے ہیں اور گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہیں نیز ہر انسان کو ضرورت کے وقت مدد درکار ہوتی ہے ایک دفعہ دارالضیافت کی کسی مد میں اضافہ کا کیس تھا۔ اس غرض کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے کام دریافت کیا جب میں نے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ مہنگائی کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اس لئے اضافہ کیس بھی جاری رہیں گے۔ ایک وقت میں جب کہ ایک پیسے کے دو انڈے آتے تھے اور جب ایک پیسہ کا ایک انڈا ہو گیا تو اس وقت بھی یہ کہا گیا کہ مہنگائی ہو گئی ہے۔ آج اس کے مقابل میں بہت مہنگائی ہے۔ مہنگائی کے ساتھ اضافہ کی ضرورت کا ہمیشہ کا ساتھ ہے اس لئے مہنگائی پر شور ڈالنا ٹھیک نہیں ہوتا۔

ماتحتوں کی خواہشوں کا احترام

میری بیٹی کی شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اور میری خواہش تھی کہ حضرت میاں صاحب اس میں شرکت کریں لیکن مجھے معلوم ہوا کہ عین شادی کے دن آپ اسلام آباد تشریف لے جا رہے ہیں خاکسار نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی بات کی کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ شادی میں شرکت کریں فرمایا کوئی فکر نہ کریں۔ اسلام آباد کسی اور وقت چلا جاؤں گا لیکن اپنی بچی کی شادی میں ضرور شرکت کروں گا۔ یہ آپ کی دلجوئی اور پیار تھا جو اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے اپنے دل میں رکھتے تھے۔ آپ نے شادی میں شرکت کی اور بچی کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

اس بزم سے کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے



بچپن کی دوستی

(مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب)

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب خاکسار کے ہم عمر بھی تھے اور ہم مکتب بھی۔ میں نے اپنے آبائی وطن سمبڑیال ضلع سیالکوٹ سے قادیان آکر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی پانچویں جماعت میں داخلہ لیا تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب بھی اسی کلاس میں زیرِ تعلیم تھے۔ آپ کا ڈیسک میرے قریب ہی تھا۔ چند دن تو اجنبیت میں گزرے ازاں بعد آہستہ آہستہ واقفیت پیدا ہوئی اور پھر یہ واقفیت دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب بہت سنجیدہ اور کم گو تھے۔

ہماری دوستی روز بروز بڑھتی گئی ان دنوں ہمارے انگریزی کے استاد حضرت ماسٹر چراغ محمد صاحب تھے جو قادیان سے ملحقہ گاؤں کھارا کے رہنے والے تھے۔ ہماری کلاس کے ناظم بھی تھے۔ ہم نے ان سے درخواست کر کے اپنی سیٹیں ایک ہی ڈیسک پر کرلیں۔ میری رہائش قادیان شہر میں کشمیری محلّہ گلی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی میں تھی۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول سے کافی فاصلہ تھا اور صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی رہائش حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیرکوٹلہ کی کوٹھی میں تھی جو سکول کے جانب شمال بالکل قریب تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے والد ماجد حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی شادی اس خاندان میں ہوئی تھی ان کی اپنی کوٹھی ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی لہذا وہ حضرت نواب صاحب کی کوٹھی ہی میں رہائش پذیر تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے ایک دن مجھے کہا کہ گرمی کے موسم میں تمہیں اندرون شہر کافی فاصلہ سے سکول آنا پڑتا ہے سکول سے چھٹی ہونے کے بعد تم میرے ساتھ میری رہائش گاہ پر چلا کرو وہیں کھانا کھا کر سکول کا کام بھی کرلیا کریں گے پھر عصر کی نماز کے بعد جب گرمی کم ہو جائے تو تم شہر میں اپنے مکان پر چلے جایا کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارہ میں مجھے اپنے محترم والد صاحب سے اجازت لینا ہوگی۔ چنانچہ میں نے گھر آکر اپنے والد حضرت ملک حسن محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا تو انہوں نے اس بات کی

اجازت عطا فرمادی اور اپنے طور پر اس امر کی تحقیق بھی کر لی کہ میں سکول کے بعد کا یہ وقت صاحبزادہ صاحب کی معیت میں گزارتا ہوں۔ یہ سلسلہ کوئی ایک ماہ تک جاری رہا بعد ازاں موسمی تعطیلات ہوگئیں تو یہ رفاقت ختم ہوگئی۔ موسمی تعطیلات کے بعد حضرت والد صاحب نے مجھے مدرسہ احمدیہ میں داخل کرا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس درسگاہ میں داخلہ کے متعلق خاص تحریک فرمائی تھی۔ آنے جانے کی بھی سہولت ہوگئی کیونکہ مدرسہ احمدیہ کا ہمارے مکان سے پیدل چند منٹ کا فاصلہ تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور جماعت کے بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہو کر بڑی کامیابی سے اُسے سرانجام دیتے رہے۔

اس عرصہ میں خاکسار سے کبھی سرِراہے ملاقات ہو جاتی تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے لیکن اپنی سنجیدگی اور کم گوئی کی عادت کی وجہ سے صرف چند فقرات کا تبادلہ ہوتا۔ ایک دفعہ جب آپ ناظر امور عامہ تھے۔ بیت مبارک کے بڑے گیٹ پر ملاقات ہوئی آپ اپنے دفتر تشریف لے جا رہے تھے۔ فرمایا ملک عبداللہ کہاں رہتے ہو۔ کوئی کام ہو تو بتلاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ایک کام تو ہے تو کہا کہ کل دفتر آجاؤ وہاں تفصیلی بات ہوگی۔ دوسرے دن میں دفتر امور عامہ میں حاضر ہوا۔ میں نے بتلایا کہ یہ دارالصدر کے آخر میں دو کنال پلاٹ ہے وہ میرے قرابت دار ہی ہیں ایک عزیز نے کچھ رقم مجھ سے قرض لی تھی تین ماہ کا وعدہ تھا اب دو سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔ میرے وہ عزیز کراچی میں رہتے تھے ایک دفعہ میں کراچی گیا تو محترم چوہدری احمد مختار صاحب مرحوم جو میرے دیرینہ کرم فرما تھے اور ان دنوں جماعت احمدیہ کراچی کے سیکرٹری امور عامہ تھے ان کی کوشش سے اس عزیز نے اپنی ایک کنال اراضی جو محلّہ دارالصدر ربوہ کے آخر میں تھی میرے نام بیع کر دی اس تحریر پر وہاں کے دو عہدیداران جماعت کی گواہی بھی ثبت کرا دی مگر اس میں مشکل یہ پیش آئی یہ سکنی اراضی کا قطعہ دو کنال تھا دوسرا رقبہ ان کے بھائی کے نام تھا لیکن وہ قطعہ کی تعیین کرنے میں لیت و لعل کر رہے تھے۔

سیکرٹری صاحب امور عامہ نے یہ ساری کارروائی ایک فائل کی شکل میں نظارت امور عامہ میں بھجوادی تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ فائل نکلوا کر دیکھی تو فرمایا کہ کارروائی تو مکمل ہے دوسرے فریق کو رکاوٹ ڈالنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی آپ نے اس وقت فریق ثانی کو یہ خط لکھوایا کہ محلّہ دارالصدر کے آخر میں دو کنال کا جو قطعہ آپ کا اور آپ کے بھائی کا مشترکہ ہے اس میں آپ اپنے حصہ کو معین کریں۔ آپ کو اس میں اختیار دیا جاتا ہے کہ اس قطعہ کا شرقی حصہ جو آبادی کی جانب ہے یا غربی حصہ جو کھیتوں کی جانب ہے جو چاہیں اپنے لئے پسند کر لیں۔ ایک ماہ کے اندر اس کا جواب دیں ورنہ دفتر اپنے اختیار سے اس کا فیصلہ کر دے گا۔

ان صاحب نے دس دن کے اندر ہی اس کا جواب لکھ دیا کہ اسے شہر کی جانب کا حصہ منظور ہے اور اس طرح یہ فیصلہ چند دنوں میں طے ہو گیا ان کی تحریر کے مطابق دفتر آبادی میں یہ معاملہ بھیج دیا گیا جہاں اس پر عملدرآمد ہو گیا۔

ایک دفعہ بٹالہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر قادیان جانے والی ریل گاڑی کا انتظار کر رہے تھے ان انتظار کرنے والوں میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی تھے میں بھی ایک جانب کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب آہستہ آہستہ چل کر میری جانب تشریف لائے اور قریب آ کر فرمایا ملک عبداللہ آپ کو یاد ہے بچپن میں ہم ایک دوسرے کے کتنے گہرے دوست تھے۔ اب آپ کبھی ملتے ہی نہیں میں نے بے تکلفی سے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب بچپن کا زمانہ اور طرح کا ہوتا ہے اس میں مساوات پائی جاتی ہے اور حفظ مراتب کا خیال کم ہوتا ہے لیکن بڑے ہو کر حفظ مراتب کا احساس اُجاگر ہوتا ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اب آپ اس فرق کو دیکھیں۔ آپ عرش پر اور میں فرش پر ہوں۔ میرے اس جواب پر آپ بہت مسکرائے اور فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں بہرحال آپ بڑے بااخلاق ہمدرد اور خاموش دوست تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل 20 رجنوری 1998ء صفحہ 3-7)

عجز وانکسار

(مکرم نسیم سیفی صاحب)

تاریخ تو مدون کی جاتی ہے۔ سوچا جاتا ہے پرکھا جاتا ہے اور واقعات کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے لیکن جہاں تک یادوں کا تعلق ہے ان کا مزاج بالکل مختلف ہے۔ یادیں آنے لگتی ہیں تو نہ تسلسل کو پیش نظر رکھتی ہیں اور نہ واقعات کی اہمیت کا خیال رکھتی ہیں جو بات یاد آ گئی آ گئی۔ اور اسی وقت پیش کر دی گئی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بات آج سے ستر سال پہلے کی ہو اور اس کے بعد جو بات کی جائے وہ گذشتہ دو چار سالوں کی ہو۔ یہی یادوں کا مزاج ہے اور اسی مزاج کے مطابق میں اپنی کچھ یادیں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے متعلق پیش کرنی چاہتا ہوں۔

مجھے اس بات نے خاص طور پر متاثر کیا کہ مجلس شوریٰ کے ایک سیشن کے دوران کسی نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے حضور کا لفظ استعمال کیا۔ عام حالات میں تو یہ بات معمولی سی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو حضرت کہہ ہی دیتے ہیں۔ لیکن جس کرسی پر آپ بیٹھے تھے اس کا احترام کرتے ہوئے آپ نے فوراً اس شخص کو ٹوکا اور کہا کہ یہ لفظ صرف اور صرف حضرت صاحب کے لئے استعمال کیا جائے میرے لئے یہ لفظ نہ استعمال کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں ایسی بات صرف ایک بڑی شخصیت کے منہ سے ہی نکل سکتی ہے۔ کوئی عام سا آدمی ہوتا تو خوش ہوتا کہ میں آج اس کرسی پر بیٹھا ہوں اور مجھے حضور کہا جا رہا ہے لیکن حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب عام آدمی سے بہت مختلف تھے۔

ایک اور یاد لیجئے۔ میں کیمرہ ہاتھ میں لئے ناظر اعلیٰ کے دفتر میں چلا گیا اور میں نے گزارش کی کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کی تصویر لوں۔ حضرت میاں صاحب فرمانے لگے۔ لے لیں۔ میں نے کہا یہاں نہیں باہر تشریف لائیں میں درختوں میں آپ کی تصویر لوں

گا۔ چنانچہ آپ اُٹھ کر باہر تشریف لے آئے اور درختوں کے نیچے کھڑا کر کے جس طرح کا پوز میں نے بنانا چاہا تھا بنا کر آپ کی تصویر لے لی۔ جب یہ واقعہ مجھے یاد آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کتنے افسر ہیں جن کی وہ پوزیشن ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی تھی اور وہ اس طرح دفتر سے اُٹھ کر باہر آجائیں اور کہیں لو۔ میری تصویر لینی چاہتے ہو تو لے لو۔ میں تو اسے بہت بڑی بات سمجھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی میری قدردانی تھی اور میرے ساتھ حسن سلوک تھا۔ جو ایک عام افسر سے متوقع نہیں۔ یہ تو تازہ یاد ہے۔

اس کے بعد صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو خدام الاحمدیہ کے لئے نہایت گرم جوشی کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے چونکہ ایک لمبا عرصہ باہر گزارا ہے اس لئے آخری دفعہ میں نے خدام الاحمدیہ کی ریلی جو 1944ء میں دارالانوار میں منعقد کی گئی تھی وہاں آپ کو دیکھا اور وہاں میں نے یہ محسوس کیا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مرزا منصور احمد صاحب یہ دونوں خدام الاحمدیہ کے روح رواں ہیں۔ تمام کام بڑی تندہی کے ساتھ آپ سرانجام دیتے تھے۔

اگرچہ کام کے سلسلے میں میرا اور ان کا زیادہ قرب تو نہیں رہا لیکن جب میں تحریک جدید میں تھا تو صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے مشترکہ اجلاسوں میں ان کو صدارت کرتے دیکھتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ میں نے بہت سے بزرگوں کو اجلاسوں کی صدارت کرتے دیکھا ہے اس لئے میں اپنے دل میں مقابلہ کر کے یہ سمجھتا تھا کہ جس طرح حضرت مرزا منصور احمد صاحب اجلاس کو کنڈکٹ کرتے رہے ہیں بہت کم لوگ ہیں جو ایسا کر سکتے ہیں۔ عام طور پر اپنے مزاج کے مطابق آپ ایک خاص سسٹم کو چلاتے ہوئے ہر شخص کو اپنے اپنے وقت پر بولنے کی اجازت دیتے تھے اور یہ ہر شخص کو محسوس کرواتے تھے کہ وہ اس مجلس میں اہم شخصیت ہے۔ آپ کا انداز صدارت مجھے ہمیشہ پسند رہا۔

اسی طرح جب آپ مجلس شوریٰ میں تشریف لاتے تھے تو حقیقت یہ ہے کہ جونہی ان پر

نظر پڑتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ ایک نہایت باوقار کوہ گراں شخصیت تشریف لا رہی ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ مجھے ان کے اعلیٰ کردار پر دلالت کرتی نظر آئی۔

ساٹھ کے دہاکے میں عام طور پر شادیاں اپنے اپنے گھروں میں گلی میں قناتیں وغیرہ لگا کر ہی منعقد کی جاتی تھیں چنانچہ خاکسار کی بیٹی جمیلہ بشریٰ سیفی کی شادی بھی اسی طرح اپنے گھر کے سامنے قناتیں لگا کر ہوئی۔ رخصتی کے لئے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب تشریف لائے اور میں اس بات پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے کہ وہ مجھ جیسے ایک ناچیز شخص کے لئے میری بیٹی کی رخصتی پر دعا کے لئے میرے گھر تشریف لائے۔

دوسرا موقعہ میرے گھر پر آنے کا وہ تھا جب میری ہمشیرہ امۃ الحفیظ شوکت کراچی میں فوت ہوئیں۔ ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی اور تدفین سے ایک دن چھوڑ کے اس سے اگلے دن محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب تعزیت کے لئے خاکسار کے گھر تشریف لائے۔ (الفضل 26 فروری 1998ء)



یادوں کے چراغ

(مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی)

میں جب 1939ء میں قادیان آیا (تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور سینئر انگلش ٹیچر) محترم میاں منصور احمد صاحب میٹرک پاس کر کے کالج میں جا چکے تھے لیکن چونکہ سپورٹس مین تھے اور میں مارننگ کلب (جسے میں نے ہی تاسیس کیا تھا) کا پریذیڈنٹ تھا۔ باہمی دلچسپی اور اپنائیت روز افزوں رہی۔ آپ کو فٹ بال کا کھیل بہت پسند تھا۔ آپ یونین کلب کے کپتان تھے لیکن کھیل کی مشترک اقدار اور مشاغل کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے۔ پھر حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی خواہش پر جب میں نے موسمی رخصتوں کے دوران میاں منصور احمد صاحب کو کچھ وقت انگریزی بھی پڑھائی۔ ہم ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب ہو گئے۔ ان دنوں کسی وجہ سے سپورٹس کلب سے ناراض ہو کر میں چند روز کھیل کے میدان میں نہ گیا تو محترم میاں منصور احمد صاحب اپنے چند کھلاڑی ساتھیوں کے ہمراہ بعد از دوپہر خاکسار کے مکان پر (دارالرحمت) میں تشریف لائے۔ موسم سرما جوبن پر تھا۔ میں مکان کی چھت پر دھوپ سینک رہا تھا۔ دیوار کے قریب سے بلند آواز سے مجھے کہا کہ فوراً نیچے آ جائیں اور کھیل کی حسب معمول نگرانی کرنا شروع کر دیں۔ ورنہ میں اوپر آ کر آپ کو اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ اس باہمی الفت کے اظہار نے میرے لئے سوائے حسب سابق کھیل میں شامل رہنے کے اور کوئی راستہ نہ چھوڑا اور ہمارے تعلقات محبت و عقیدت کی تجدید ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد محترم میاں منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ لگ گئے اور سکول کا ایک جھگڑا ان کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت میاں صاحب اس سلسلہ میں سکول میں تشریف لائے اور خداداد ذہانت سے فوراً اس کی تہہ تک پہنچ گئے اور یکجہتی اور یگانگت میں جو لوگ رخنہ ڈال رہے تھے ان کو طبعی جوش اور جلال سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ فوراً اپنی اصلاح کر لیں اور اپنی قابل اعتراض روش کو ترک

کریں اور سلسلہ کی روایات کو برقرار رکھیں ورنہ میں اس طرز کو جو سلسلہ کی تعلیم کے خلاف ہے اس پر آپ کے خلاف سخت ایکشن لوں گا جب فتنہ برپا کرنے والوں نے دیکھا کہ ان کی دال نہیں گلے گی تو مخاصمت کا انداز بدل کر حقیقت پسندی اور مصالحت کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور سٹاف میں سلسلہ کی تعلیم کے مطابق محبت اور یگانگت کا رنگ عود کر آیا۔ حضرت میاں صاحب کو معاملے کی تہہ تک پہنچنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوت فیصلہ کا ملکہ بھی ودیعت کر رکھا تھا۔ سلسلہ کے درد سے سرشار تھے اور خاندانی وجاہت اور جرأت ایمانی نے آپ کو خاص بلند مقام پر کھڑا کر رکھا تھا۔ اپنے اساتذہ اور سلسلہ کے خدمت گزاروں کا خاص لحاظ کرتے تھے اور میرے ساتھ تو آپ کا سلوک بہت ہی محبت اور پاسداری کا تھا۔ ان کے زمانہ اقتدار میں میں نے ان سے جب بھی کوئی فرمائش کی آپ نے نہایت محبت اور پیار سے اُسے پورا کیا۔ میں امریکہ سے واپس آیا تو مجھے اپنی ایک بیٹی عزیزہ امۃ الرشید اہلیہ عزیزم میجر شاہد احمد سعدی سے ملنے مردان جانا تھا۔ میں نے اس کا حضرت میاں صاحب موصوف سے ذکر کیا تو آپ نے شام کو اپنے طور پر گاڑی کے ڈرائیور عبدالرزاق صاحب کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ وہ صبح صبح دارالسلام پہنچ کر مجھے گاڑی میں بٹھا کر مردان لے جائے۔ (گاڑی میں آنے جانے کا پٹرول موجود ہو) اور ایک دو دن کے بعد میں جب چاہوں مجھے واپس ربوہ لے آئے اور اسی طرح ہوا۔ الحمدللہ

دوسری ایسی ہی قابل ذکر بات میرے لئے میری ضرورت پر ایک بہت بڑی رقم کا انتظام کرنا تھا۔ حضرت میاں صاحب کا میرے ساتھ خاص محبت اور نوازش کا سلوک تھا۔ میں نے اس کا ذکر اپنے ایک خیر خواہ دوست سے کیا۔ جن کے حضرت میاں صاحب کے ساتھ بے تکلفی کے تعلقات تھے۔ انہوں نے ایک طرح سفارش کے رنگ میں میری خواہش حضرت میاں صاحب تک پہنچا دی۔ لیکن اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے حضرت میاں صاحب نے ان سے کہا کہ آپ میرے اور میرے ماسٹر صاحب کے درمیان کیوں آتے ہیں۔ میرے اور ان

کے تعلقات کسی تیسرے شخص کی سفارش کے محتاج نہیں۔تو یہ تھے ہمارے میاں صاحب......
آپ نے اپنے بچوں کی نہایت عمدہ تربیت کی۔خاندانی اعلیٰ روایات کی وجہ سے بچوں نے بھی اس تعلق کو دوام بخشا اور ہم میں باہمی اپنائیت نے مجھے خاندان کے بہت ہی قریب کر دیا۔ حضرت بیگم صاحبہ (بیگم حضرت میاں منصور احمد صاحب) کو مجھے پڑھانے کا شرف حاصل ہے۔اس معمولی سی خدمت کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ یاد رکھا ہے اور سالہا سال سے میں نوازشات کا مورد بن چکا ہوں۔آپ کے بچوں نے بھی اس تعلق کو ہمیشہ میرے لئے باعث عزوشرف بنالیا ہے۔محترم میاں مغفور احمد صاحب نشتر کالج سے ڈگری پاس کر کے امریکہ پہنچے تو سب سے پہلے خاکسار کے ہاں ڈیٹن میں ہی قیام فرمایا۔مجھے نیویارک سے فون کیا کہ میں فلاں بس پر اتنے بجے ڈیٹن پہنچ رہا ہوں۔آپ مجھے بس کے اڈہ سے اُتار لیں۔مسرت اور حیرانگی کے عالم میں میں نے ان کا استقبال کیا۔صبح ہوئی تو فرمایا کہ مجھے ڈاک کے ٹکٹ خریدنا ہیں۔ ڈاؤن ٹاؤن (شہر کے مرکز میں جا کر) اور اپنے طور پر کچھ وقت ریستوران میں ہی بیٹھ کر خط وکتابت کی۔شام کو تشریف لائے تو رات کا کھانا کھا کر آئے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ نجی طور پر کسی پر بوجھ بننے کی بجائے آپ تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ سلسلہ پر بھی کسی قسم کا بوجھ بنیں۔رات مجھے سوء اتفاق سے بخار ہو گیا۔درد شدید تھی آگے لکھتے مجھے شرم آتی ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نونہال نے وہ رات میری چارپائی پر بیٹھے گزاری اور میرے جسم کو دباتے رہے۔جب ایک دفعہ بعد میں میں نے اپنی محسنہ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ مغفور نے ایسا کر کے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔آپ تو ہمارے استاد ہیں۔آپ کا حق ہے کہ ہم آپ کی عزت واحترام کریں۔تو یہ تھے حضرت میاں منصور احمد صاحب، بہت وجاہت اور احترام پر فائز، لیکن اپنے اساتذہ کا لحاظ رکھنے والے محسن، ایک خاص صفت خاندان مبارکہ کی یہ ہے کہ وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز اور ذرہ نواز ہیں۔(حضرت) صاحبزادہ میاں مسرور احمد صاحب کا پہلی مرتبہ نظارت تعلیم

میں تقرر ہوا۔ایک چھوٹی عمر کے صاحبزادہ کی خدائی وجاہت اور علو مرتبت کا خوش کن اثر میری طبیعت پر پڑا۔وہ سنئے۔میں مبارک باد دینے دفتر حاضر ہوا میری حاضری اور مبارک باد پیش کرنے کے جذبہ کو میاں صاحب موصوف نے اس قدر قدردانی سے نوازا کہ مجھے اس واقعہ کی کیفیت کبھی نہیں بھولتی۔ہم میز پر آمنے سامنے بیٹھے ہی تھے کہ (حضرت) میاں مسرور احمد صاحب موصوف نے اس میز پر اس قدر انواع واقسام کی نعماء اکٹھی کر لیں کہ میں حیران رہ گیا۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا رہے کے متعلق آسمانی خبر ہے کہ ''بادشاہ آیا'' حقیقۃً بادشاہت کی صفت فیاض طبیعت اور ذرہ نوازی یہ آپ پر ختم تھی اور یہی اقدار واوصاف آگے حضرت مرزا منصور احمد صاحب اور ان کی نیک وصالح اولاد میں نظر آتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے (امیر اوّل لاہوری جماعت) جن دنوں قادیان میں ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے۔جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری فرمایا آپ کی اس وقت صرف انیس سال کی عمر تھی۔آپ نے 14 صفحات کا انٹروڈکشن لکھا اور دنیا کے سامنے اس حقیقت کو پیش کیا کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک صادق کے اردگرد نیک وپاک بندے موجود نہ ہوں۔میاں محمود احمد صاحب کو دیکھو عنفوان شباب میں ہی کس قدر نیک اور صالح ہیں۔ان کے مشاغل محض دینی اور روحانی ہیں۔انہیں اگر کوئی تڑپ اور خواہش ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اللہ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی خدمت میں گزرے۔محترم مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے اس زمانہ میں لکھا۔اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) دین کے سچے خادم نہیں ہیں تو ان کی اولاد میں دین کے متعلق اس قدر تڑپ اور جذبہ کہاں سے آ گیا ہے۔اور وہی بات موجودہ دور میں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودہ نسل کے متعلق کہہ سکتا ہوں۔بلا خوف تردید کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد اور

اولاد در اولاد میں دین حق کی اشاعت کے متعلق جس قدر تڑپ اور خواہش ہے سلسلہ احمدیہ کے باہر اس کی نظیر ملنا ممکن نہیں۔ میں پرسوں حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کے لئے حاضر ہوا تو برسبیل تذکرہ آپ نے (حضرت) میاں مسرور احمد صاحب کے متعلق خاص دعائیں کرنے کی تاکید فرمائی کہ کم سنی میں اس کے کاندھوں پر اس قدر بھاری بوجھ آن پڑا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہو وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے جس یقین اور اعتماد سے اس دور کے کامیاب ہونے پر اطمینان کا اظہار فرمایا ہے اس سے یقیناً اس خبر کی تصدیق ہوتی ہے کہ ”آپ بیٹھیں ہم چلتے ہیں“ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے (حضرت) میاں مسرور احمد صاحب کے تقرر کو بابرکت کرے گا۔

(بحوالہ الفضل 3 جنوری 1998ء)



آپ کے ایک ہم مکتب کا بیان

مکرم محمد یعقوب خان صاحب اسلام آباد اپنے خط محررہ 19/جنوری 1998ء میں لکھتے ہیں:-

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب میرے بہت مہربانی کرنے والے بزرگ تھے اور بندہ ان کا کلاس فیلو تھا۔ میں غریب مسکین ہوں جب ہم دسویں جماعت میں ہوتے تھے تو فرمانے لگے کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کیا کہ حال اچھا نہیں۔ بورڈنگ ہاؤس میں پڑھائی اچھی نہیں ہو سکتی۔ حکم دیا چلو کوٹھی میں رہائش اختیار کرو۔ چنانچہ بندہ کو کوٹھی لے گئے۔ بندہ کو کوٹھی کے باہر کمرہ دیا گیا جب کھانے کا وقت ہوتا حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (آپ کے والد گرامی) حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب باہر تشریف لاتے اور اپنے ہمراہ بٹھا کر اکٹھے کھانا کھاتے۔ بورڈنگ ہاؤس سے کھانا بند کروا دیا۔ جب چند دن گزرے تو میں نے عرض کیا کہ جناب مجھے شرم آتی ہے ذکر کرتے ہوئے کہ یہاں لوگ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سے ملنے آتے ہیں اور بندہ سے دریافت کرتے ہیں کہ میاں صاحب کہاں ہونگے۔ میں نے حضرت میاں صاحب سے عرض کیا کہ میرا یہاں بھی پڑھائی میں حرج ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے ہیڈ ماسٹر والی کوٹھی کا دروازہ کھول دیا کہ یہ اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ ٹھیک ہے۔ بقایا وقت میں نے وہاں گزارا۔ جب بھی بندہ کو کوئی ضروری کام ہوتا حضرت صاحبزادہ صاحب فوراً کر دیتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ ان کے مجھ پر بے بہا احسانات تھے۔ میرا کوئی کام ہوتا تو جرأت سے عرض کر دیتا اور اسی وقت ہو جاتا۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

(از مکرم رشید احمد صاحب معاون ناظر امور عامہ)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ تقریباً 35 سال خاکسار کو خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ نہایت نرم دل، غریب پرور اور نڈر انسان تھے۔ کٹھن سے کٹھن معاملہ میں کبھی گھبراہٹ محسوس نہ کرتے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو ہمیشہ حوصلہ اور ڈھارس ملتی۔ بڑے صائب الرائے اور ہمدرد تھے۔ اگر کسی سے غلطی ہو جاتی تو درگذر اور چشم پوشی فرماتے۔ تنگ دست اور حوادث زمانہ سے ستائے ہوئے لوگوں سے مشفقانہ سلوک فرماتے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ سے متعلق چند متفرق یادیں پیش کی جارہی ہیں۔

خلفاء احمدیت کے ساتھ آپ کا عقیدت واحترام اور اخلاص کا پہلو نمایاں تھا اور ہر حکم کی بروقت بجا آوری اپنا جزو ایمان سمجھتے 67ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ افریقہ کے دورے پر تشریف لے گئے تو آپ کو امیر مقامی مقرر فرمایا گیا اور روانگی سے قبل یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے روزانہ ایک خط تحریر کیا کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں آپ دیئے ہوئے شیڈول کے مطابق متعلقہ ملک کے ایڈریس پر روزانہ ایک خط روانہ کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ہدایت پر ایک جماعتی کام کے سلسلے میں ایک سال آپ مسلسل آٹھ دن راولپنڈی تشریف لے جاتے رہے۔ روزانہ علی الصبح روانہ ہوتے اور رات تاخیر سے واپسی ہوتی۔ مگر ایک دن تھکن محسوس نہ کی اور حکم کی بجا آوری میں سعادت اور فرحت محسوس کرتے۔

1984ء میں آپ امیر مقامی کے منصب پر فائز تھے تو جنرل ضیاء کے آرڈیننس کے بعد ہزاروں احمدی احباب پر مقدمات قائم ہوئے آپ نے اس طور پر احباب کی رہنمائی فرمائی کہ مقدمات میں ملوث احباب کو بڑا حوصلہ اور ڈھارس ملتی رہی۔ آپ ہمیشہ ان احباب کے مقدمات کی پیروی اور ان کے عزیز واقارب کی ضروریات ، مقید افراد سے ملاقات کر کے ان

کو تسلی و تشفی دیتے۔ جس سے ان کے حوصلے بلند ہوتے۔

مخالفین نے آپ پر بھی مقدمات قائم کئے۔ چنانچہ آپ پر پانچ مقدمات قائم ہوئے مگر ان مقدمات کے قائم ہونے پر آپ کے اندر ذرہ بھر پریشانی پیدا نہ ہوئی اور ایک فرد جماعت کی طرح مقدمات کی پیروی کے لئے عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔

پہلا مقدمہ ہوم سیکرٹری پنجاب کے حکم سے زیر ابتدائی رپورٹ 80 مورخہ 6 مئی 1987ء کو تھانہ ربوہ میں درج ہوا۔ جو شرائط بیعت اور زکوٰۃ وعشر کے بارے میں جماعتوں کو ہدایات جاری کرنے پر ہوا۔ اس مقدمہ میں حضور انور کے علاوہ 13 افراد جماعت کو بھی ملزم ٹھہرایا گیا۔ یہ مقدمہ عین اس دن درج ہوا جب کہ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی۔ چنانچہ مشورہ سے طے پایا کہ نماز جنازہ سے قبل سیشن کورٹ جھنگ سے ضمانت کرائی جائے۔ چنانچہ میاں صاحب کی...... ایڈیشنل سیشن جج جھنگ کی عدالت سے قبل از گرفتاری ضمانت کرائی گئی۔

دوسرا مقدمہ 1989ء میں مکانوں اور جماعتی ادارہ جات پر کلمہ طیبہ لکھنے کی بناء پر درج ہوا جس میں حضرت میاں صاحب کے علاوہ 12 عہدیداران جماعت بھی شامل تھے۔

تیسرا مقدمہ مجلس مشاورت 1990ء پر درج ہوا جس میں آپ کے علاوہ 5 دیگر عہدے داران جماعت بھی شامل تھے۔

چوتھا مقدمہ صد سالہ جشن کسوف وخسوف کی تقریبات منانے کے سلسلہ میں تھانہ ربوہ میں ایف آئی آر 94 کے تحت مورخہ 27 فروری 1994ء کو درج ہوا۔ جن میں آپ کے علاوہ مزید 15 افراد جماعت بھی شامل تھے۔

پانچواں مقدمہ استغاثے کی صورت میں ایک مولوی نے سٹی مجسٹریٹ چنیوٹ کی عدالت میں دائر کیا۔ دراصل یہ استغاثہ مستغیث نے حضور انور کے خلاف دائر کیا تھا جس پر مجسٹریٹ نے محترم میاں صاحب کو طلبی کے لئے سمن جاری کیا۔ مکرم خواجہ سرفراز احمد صاحب

ایڈووکیٹ نے شر سے بچنے کیلئے سماعت کی کارروائی روکنے کے لئے ہائیکورٹ سے STAY
حاصل کر لیا۔ بعد میں یہ مقدمہ ہائیکورٹ سے Quashment (بے اثر کئے جانے) کی
درخواست پر خارج ہو گیا۔ اس طرح مخالف اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

ان سب مقدمات کی پیروی کے لئے آپ عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور کبھی اپنی
طبیعت پر بوجھ محسوس نہ کیا بلکہ دوسرے احمدیوں کی طرح مقدمہ کی تاریخوں پر حاضر ہوتے
رہے۔ ایک مرتبہ آپ ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ باری کے انتظار میں
کھڑے تھے کہ ایک دوست نے آپ کو کرسی پیش کی۔ مگر آپ نے اسے اشارہ سے منع کر دیا۔

ان مقدمات سے نمٹنے کے لئے وکلاء اور دیگر صائب الرائے احباب سے مشورہ ہوتا۔
میرا عینی مشاہدہ ہے کہ محترم میاں صاحب کی رائے زمانے کی فضاء سے مطابقت رکھتی۔ مگر کبھی
اپنے رائے پر بضد نہ ہوتے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو ہمیشہ حوصلہ اور ہمت ہوتی
انہیں ایسا احساس ہوتا کہ جیسے میدانِ جنگ میں لڑنے والوں کو ایک ڈھال میسر ہے۔ آپ بھی
کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے بلکہ مشکل سے مشکل کام میں بھی آپ نے کبھی گھبراہٹ محسوس نہ کی
کسی واقعہ کے بارے اطلاع دی جاتی تو آپ کے مشورہ اور ہدایات کے مطابق عمل کیا جاتا اور
منتظر رہتے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔ رات دو بجے بھی حاضر ہونے پر بڑی بشاشت سے
حالات سن کر فرماتے کہ کل دفتر آتے ہی مجھے یاد کرائیں مگر ان کا حافظہ بلا کا تھا وہ دوسرے دن
دفتر آتے ہی رات والے معاملہ میں بلا لیتے اور عملے کو یاد کرانے کا موقعہ ہی نہ دیتے۔

وفات سے چند دن پہلے مجھے اور میرے ساتھی برادرم ناصر احمد ظفر کو بلایا اور ایک معاملہ
ہمارے سپرد کیا اور اسے جلد نمٹانے کی تاکید فرمائی جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے محترم میاں
صاحب کی ہدایت کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اطلاع دینے پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا جو
لوگ شرافت اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ کل مجھے یاد کرائیں۔
دوسرے دن ہم اس انتظار میں تھے کہ محترم میاں صاحب کی دفتر آمد پر ملنا ہے۔ مگر انہوں نے

گاڑی سے اُترتے ہی آدمی بھجوایا کہ ناصر ظفر کو بلا لائیں چنانچہ محترم میاں صاحب نے ان
صاحب کے لئے تحفہ عنایت فرمایا جو انہیں پہنچا دیا گیا۔

اپنے ذاتی ملازمین سے ہمدردی

غالباً 1980ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار کو ایک رات ایک بجے محترم میاں صاحب نے طلب
فرمایا۔ جب حاضر ہوا تو محترم میاں صاحب اپنی کوٹھی کے باہر ٹہل رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی
فرمایا کہ میرے ملازموں کو احمد نگر پولیس نے پکڑا ہوا ہے۔ آدھ پون گھنٹے بعد ان ملازمین کو
پولیس کے تعاون سے لے آیا تو میاں صاحب ابھی سڑک پر ٹہل رہے تھے۔ ملازمین کو دیکھ کر
ان کی پریشانی دور ہوئی۔ اس طرح دو بجے رات تک اپنے ملازمین کی رہائی تک فکرمند رہے
اور اپنے آرام کی بالکل پرواہ نہ کی۔

ماحول میں ہمسایوں سے تعلقات

ماحول ربوہ میں غیر از جماعت دوستوں سے محترم میاں صاحب کا گہرا رابطہ تھا۔ جب
بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی آپ ان کی مدد کے لئے پوری کوشش کرتے۔ ان کے بچوں کی
ملازمت، علاج معالجہ، کھیتی باڑی مقدمات وغیرہ کے سلسلہ میں پوری دلچسپی لیتے اور ہر ممکن
کوشش فرماتے کہ ہر آنے والے شخص کی مدد کی جائے۔

ماحول میں بعض ایسے افراد جن کا جماعت سے تعلق نہ تھا محض انسانی ہمدردی کے ناطے
سے ان کی مالی مدد سے گریز نہ کرتے۔ ان کے دفتر میں روزانہ تین چار سائل اس غرض کے لئے
آئے رہتے تھے جن کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ان کی مدد فرماتے۔ بعض اوقات بلا کر کسی واقعہ
کے بارے میں حالات دریافت فرماتے۔ اس طرح کی ایک ملاقات میں ذکر آیا کہ ماحول
میں ایک غیر از جماعت مولوی صاحب ہیں۔ انہوں نے کچھ مدد کی درخواست کی تھی مگر ان کی
مدد نہیں ہو سکی۔ آپ نے فرمایا مجھے کیوں نہ بتایا۔ انہیں فوراً بلائیں اور جس قدر انہیں ضرورت

ہو مجھ سے لے کر انہیں دے دیں۔ چنانچہ اگلے دن ان صاحب کو بلا کر ان کی مطلوبہ ضرورت پوری کر دی گئی۔

ماتحت عملہ سے شفقت

اپنے ماتحت عملہ سے نہایت مشفقانہ سلوک فرماتے۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگذر فرماتے۔ ماتحت عملہ کے بچوں کی شادی بیاہ کے موقعہ پر ممکنہ مدد فرماتے۔ اگر گاڑی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس کا انتظام بھی فرما دیتے۔ کارکنان کی تنخواہوں میں اضافہ کا معاملہ جب بھی انجمن میں پیش ہوتا۔ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ اضافے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ جب تنخواہوں میں اضافے کا معاملہ پیش ہو رہا تھا تو ایک کارکن کی 5 کس فیملی شمار کر کے اس طرح حساب بنایا کہ اس فیملی کو ہفتہ میں اتنا گوشت، اتنی سبزی، اتنا دودھ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اس طرح باقاعدہ اخراجات کا گوشوارہ بنا کر انجمن میں معاملہ پیش کیا جس کے نتیجہ میں تنخواہوں میں مناسب اضافہ ہوا۔

میرے ذاتی علم میں ہے کہ دو کارکنان کے برخاست کے معاملے میاں صاحب کے سامنے پیش ہوئے مگر میاں صاحب نے کمال شفقت سے ان دو معاملات میں ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کو برخاست ہونے سے بچا لیا۔ ایک کارکن کی ترقی کا معاملہ پیش ہوا جو بظاہر ممکن نہ تھی۔ مگر محترم میاں صاحب نے ان کی ہر ممکن مدد کی جس سے وہ ترقی پا گئے۔

صدر انجمن احمدیہ کے ایک کارکن کی شادی متوقع تھی۔ موصوف انجمن کی ملازمت کے علاوہ ایک دوکاندار کے ساتھ پارٹ ٹائم کام کرتے تھے۔ اس طرح مجرد ہونے کی وجہ سے انہوں نے تنخواہ سے پس انداز کر کے کچھ رقم شادی کے لئے جمع کر رکھی تھی۔ اس دوکاندار نے اپنے کاروبار کے لئے پس انداز کی ہوئی یہ رقم ان سے اس وعدہ پر ادھار لی کہ جب تمہاری شادی ہو گی رقم ادا کر دی جائے گی۔ چنانچہ جب کارکن موصوف کی شادی کا موقعہ آیا تو انہوں

نے دوکاندار سے رقم کا مطالبہ کیا مگر بدقسمتی سے ان دنوں دوکاندار کا کاروبار فیل ہو گیا اور دوکان کا سرمایہ ختم ہو گیا جس وجہ سے وہ رقم کی واپسی کے قابل نہ رہا۔

تنازعہ کی صورت میں یہ معاملہ دفتر میں آیا۔ محترم میاں صاحب نے دوکاندار سے دریافت کیا کہ تم نے اس وعدے پر رقم لی تھی کہ جب تمہاری شادی ہو گی رقم ادا کر دی جائے گی۔ اس نے کہا کہ جی ہاں اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ پھر اس کو رقم دو۔ اس نے معذرت کی کہ میرے مالی حالات خراب ہیں جو اس وقت اجازت نہیں دیتے کہ رقم ادا کر سکوں اور اپنے حالات بیان کر کے رو پڑا۔ اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ کارکن مذکور کو میری ذاتی امانت سے اس کی رقم ادا کر دی جائے اور اس دوکاندار کو چھوڑ دو یہ اس قابل نہیں کہ رقم ادا کر سکے۔ چنانچہ کارکن مذکور کو رقم ادا کر دی گئی۔ اس فیصلہ سے دونوں فریق بہت خوش ہوئے خصوصاً دوکاندار جس نے رقم ادا کرنی تھی۔

ضرورت مندوں کی بروقت امداد

ربوہ میں ایک دوست دوکانداری کرتے ہیں۔ موصوف ایک دن دفتر تشریف لائے اور بتایا کہ وہ ساری عمر کرایہ کے مکانوں میں رہ کر تکلیف میں ہیں۔ اس وقت ایک مکان تین لاکھ میں مل رہا ہے۔ میں نے تمام بہن بھائیوں کے زیورات فروخت کر کے رقم جمع کی ہے مگر اس کے باوجود اسّی ہزار کی کمی ہے۔ موصوف میرے ساتھ 1974ء میں جیل میں رہے تھے اس لحاظ سے مجھے ان سے ہمدردی تھی۔ ویسے بھی لین دین میں ان کی شہرت اچھی تھی۔ انہوں نے محترم میاں صاحب کے نام درخواست لکھی جو میں خود لے کر محترم میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا اور درخواست دہندہ کے حالات بیان کر کے عرض کیا کہ اگر آپ اسّی ہزار روپے کی منظوری نہ دے سکیں تو کم از کم پچاس ہزار قرض ضرور منظور فرمائیں۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں جس پر محترم میاں صاحب نے فرمایا اگر دینی ہے تو پوری رقم دیں ورنہ نہ دیں۔ پچاس

ہزار لے کر تیس ہزار روپے کے لئے پھر کسی اور کا گھر تلاش کرے گا۔ چنانچہ محترم میاں صاحب نے کمال شفقت سے اسّی ہزار روپے کی منظوری فرما دی۔ اس طرح درخواست دہندہ نے مکان خرید لیا اور انہوں نے بھی ایفائے عہد کرتے ہوئے مطلوبہ مہلت کے اندر یہ رقم واپس کر دی۔

انتظامی معاملات میں مؤثر اقدام

سال 64-1965ء کا واقعہ ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ایک رات تقریباً گیارہ بجے محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی کوٹھی کے قریب چوک سے چور چور کی آوازیں سنائی دیں۔ اس ماحول سے چند خدام نے آوازیں سن کر ان کا تعاقب کر کے عام قبرستان کے قریب دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور ان کی مرمت کی۔ اتفاق سے محترم میاں صاحب نے بھی یہ آوازیں سنیں تو جیپ پر ان خدام کا تعاقب کر کے ان دو مشتبہ آدمیوں کو چھڑایا اور انہیں پولیس کے حوالے کیا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ دونوں نوجوان عیسیٰ خیل ٹرانسپورٹ فیصل آباد کے ملازم ہیں جو آوارگی کے لئے یہاں آئے ہیں۔ عیسیٰ خیل کمپنی اس وقت کے گورنر پنجاب ملک امیر محمد خان کی ملکیت تھی۔ اس لئے انتظامیہ کو کچھ پریشانی ہوئی کہ مبادا گورنر صاحب کے آدمیوں کی وجہ سے پوچھ گچھ نہ ہو۔ جب ان حالات کا محترم میاں صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے گورنر امیر محمد خان صاحب اور اس ٹرانسپورٹ کمپنی کے جنرل مینیجر کو خطوط لکھوائے کہ آپ کی ٹرانسپورٹ کے فلاں فلاں ملازم آدھی رات کو ربوہ آئے جو پہرے داروں کے ہاتھوں پکڑے گئے۔ ان کا مقصد سوائے آوارگی کے اور کچھ نہ تھا یہ لوگ آپ کی اور ٹرانسپورٹ کی بدنامی کا باعث ہیں۔ اس لئے آپ ان لوگوں کا محاسبہ کریں۔

جب یہ خط گورنر صاحب کو ملا تو انہوں نے جنرل مینیجر کو ربوہ بھجوایا اور حکم دیا کہ اگر اہل ربوہ انہیں معاف کر دیں تو یہ ٹرانسپورٹ میں رہ سکتے ہیں ورنہ انہیں ملازمت سے فارغ کر دیں۔ اس وقت دونوں نوجوان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے جنرل مینیجر کے روبرو اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ اس طرح ان ملازموں کی جان بخشی ہوئی۔

1971ء میں خاکسار پندرہ دن سے جہلم ڈیوٹی پر تھا ان دنوں میرے والد صاحب شدید بیمار ہو گئے۔ گھر سے دفتر کو اس سلسلہ میں اطلاع دی گئی۔ جب حضرت میاں صاحب کو علم ہوا تو مجھے واپس بلوانے کے لئے تار دلوایا میری واپسی کے چند دن بعد والد صاحب وفات پا گئے اس صدمہ کے موقعہ پر محترم میاں صاحب نے مجھے حوصلہ دیا اور ڈھارس بندھائی۔ حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں نماز جنازہ کے لئے درخواست کی گئی۔ حضور کی طبیعت ان دنوں کچھ علیل تھی اس لئے حضور نے کمال شفقت سے فرمایا کہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ محترم میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی جو میرے لئے ڈھارس اور سکینت کا موجب بنی۔ آج صاحبزادہ صاحب اگرچہ ہم میں نہیں مگر ان کی باتیں اور ان کی یادیں تادم آخر ہمارے دل و دماغ میں تازہ اور جاگزیں رہیں گی۔

تو شریک سخن نہیں ہے تو کیا
ہم سخن تیری خامشی ہے ابھی
یاد کے بے نشاں جزیروں سے
تیری آواز آ رہی ہے ابھی



میں نے زندگی بھر ایسا عظیم المرتبت آدمی نہیں دیکھا

امانت و دیانت......محبت و شفقت چشم دید واقعات

(از مکرم ناصر احمد ظفر صاحب بلوچ)

صدقے جاں انہاں اُچیاں توں
جنہاں نیویاں نال نبھائی

یہ شعر گجرات کے مشہور صوفی منش پنجابی شاعر میاں محمد بخش صاحب کا ہے۔ یہ شعر حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے بارہ میں مجھ جیسے ناچیز خدام کے دل میں جو جذبات محبت وعقیدت ہیں انہی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ محترم میاں صاحب نے نہ صرف ''نیویاں نال نبھائی'' بلکہ آپ نے حسبِ مراتب سب کے ساتھ ہی خوبصورت نبھائی اور ایسی نبھائی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی وروحانی اولاد سب کے لئے ایک ہی رنگ اور یکساں سلوک کے ساتھ جو یقیناً قابل رشک ہے۔

مجھے 1970ء سے آپ کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل رہی ہے جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہمراہ احمد نگر میں زرعی فارم پر تشریف لاتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کے قافلہ میں شامل احباب میں سب سے آخر میں آپ ہوتے جونہی بلائے جاتے تیزی سے حاضر ہوتے بعد از مشورہ انتہائی متانت اور خاموشی کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ جاتے۔ آپ بے کسوں، غریبوں، ماتحتوں اور ملازمتوں کے لئے بلا امتیاز ریشم کی طرح نرم تھے اسی سلسلہ کی چند یادیں جو ذاتی دید وشنید کے زمرہ میں آتی ہیں یہاں ان کے ذکر کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سال 1987ء میں آپ کے خلاف تھانہ ربوہ میں پرچہ ہوا جس سے ربوہ میں عمومی گھبراہٹ کی کیفیت تھی اور ہر مخلص دوست حضرت میاں صاحب پر مقدمہ بننے پر فکر مند اور

پریشان تھا۔ اگرچہ پرچہ سو فیصد جھوٹ پر مبنی تھا لیکن حالات ناموافق اور انصاف عنقا ہو تو ان حالات میں امام وقت کے نمائندہ جن کا فعال اور بابرکت وجود پاکستان کے احباب کے لئے ڈھال سے کم نہ تھا۔ مقدمہ پر پریشانی وتشویش کا ہونا لازمی امر تھا۔ اس وقت کے سلسلہ کے ایک اور ذمہ دار صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (حسن اتفاق سے خاکسار اس وقت موجود تھا اور خاکسار بھی اس مقدمہ میں یکے از ملزمان تھا) موصوف نے عرض کیا میاں صاحب افسوس ناک خبر ہے کہ آپ کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا ہے آپ نے فرمایا تو پھر کیا ہوا آپ کیوں پریشان ہیں۔ آپ مطمئن رہیں انشاء اللہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس افسوسناک اور تکلیف دہ اطلاع پر آپ کے چہرہ پر رائی برابر بھی تشویش کے آثار دیکھنے میں نہ آئے۔ البتہ قدرے تحمل کے بعد فرمایا کہ اگر میرے خلاف پرچہ کی وجہ سے ایک بھی احمدی کا مورال متاثر ہوا تو آپ جوابدہ ہونگے۔ حضرت میاں صاحب کے اس جرأت مندانہ ردعمل پر اطلاع دینے والے محترم کی تشویش سکینت میں بدل گئی۔ حضرت میاں صاحب کو جب بھی عدالت کی طرف سے حاضری کی اطلاع آتی تو عدالت میں حاضر ہونے سے کبھی بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ عدالت کے اندر یا باہر جب بھی کرسی پیش کی جاتی تو آپ قبول نہ فرماتے بلکہ اپنے دیگر ساتھیوں کے شانہ بشانہ کھڑے رہنے کو ترجیح دیتے۔ اللہ اللہ واقعی

خدا داری چہ غم داری

انجام کار پرچہ خارج ہوا اور محترم میاں صاحب باعزت بری ہوئے آپ نے اس مقدمہ کو رائی برابر اہمیت نہ دی۔

تھا ہمالہ حوصلہ فولاد کے اعصاب تھے
وہ یقیناً جرأت و ہمت کی آب و تاب تھے

اپنے خدام سے ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ وفات سے چند یوم قبل جب خاکسار گھر آیا تو اطلاع ملی کہ حضرت میاں صاحب نے فوری یاد فرمایا ہے اور ساتھ ہی محترم رشید احمد صاحب

نے نظارت امور عامہ سے فون پر بتایا کہ فوراً آئیں محترم میاں صاحب نے ہم دونوں کو یاد فرمایا ہے۔ حاضر ہونے پر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مجلس مقامی کا ایک خادم پولیس حراست میں ہے فوری پولیس سے رابطہ کریں اگر وہ بے گناہ ہے تو اس کو رہائی دلوا کر مجھے اطلاع کریں حسب ارشاد اس نوجوان کو رہائی دلوا کر رپورٹ عرض کی کہ متعلقہ افسر نے انصاف سے کام لیتے ہوئے تعاون کیا ہے۔ آپ نے اس خادم کے بارہ میں تشویش کا اظہار کر کے فوری رہائی دلوائی اس سے آپ کی خدام سے بے پناہ محبت اور ہمدردی کا پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے۔

آپ نے ذاتی آرام وسکون کو ہمیشہ جماعت کے اجتماعی وانفرادی مفاد پر قربان کئے رکھا۔ باوجود پیرانہ سالی کے، دن ہو یارات ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے جیسا ادنیٰ خادم بھی ملنے گیا ہو تو ملاقات سے محروم رہا ہو ملاقات کرنے والا مشکل سے مشکل مسئلہ لے کر حاضر ہوتا تو آپ مختصر الفاظ میں فوری صائب اور جامع مشورہ سے نوازتے۔

فیصلہ ہمیشہ مختصر مگر مدلل ہوتا۔ ایک دفعہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زرعی فارم سے یکے بعد دیگرے دو ولائتی گائیں چوری ہوئیں تو فرمایا۔ یہ چوری ہمارے لئے چیلنج ہے اگر ہم اپنے امام کے اموال کی حفاظت نہیں کر سکتے تو اس سے زیادہ ہماری کمزوری اور کیا ہو سکتی ہے۔ فرمایا چور ٹریس کریں اور مال مسروقہ واپس کروائیں چنانچہ کئی ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد چوروں کا سراغ لگا کر مال مسروقہ برآمد کر لیا گیا۔

امانت کا حق

حضرت میاں صاحب کی غریب پروری ہمدردی اور اصول پرستی کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آپ کی زرعی اراضی رام والا احمد نگر کے پڑوس میں دو غیر از جماعت انتہائی مفلس افراد کی ڈھاری ہے۔ انہوں نے چوروں کے ڈر سے اپنی دو بھینسیں حضرت میاں صاحب کے ڈیرہ

پر رکھی تھیں کہ یہاں محفوظ رہیں گی۔ اتفاق سے محترم میاں صاحب کے ڈیرہ سے دونوں بھینسیں چوری ہو گئیں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ان غریب ہمسایوں نے ہمیں مضبوط امین تصور کرتے ہوئے اپنی بھینسیں باندھی تھیں اب ہر حالت میں ان کی اصلی بھینسیں ہی واپس ہونی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو بھی فرمایا کہ آپ بھی اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے بھینسوں کی واپسی کی ہر ممکن کوشش کریں۔ چنانچہ ہم ڈیڑھ ماہ کی مسلسل کوشش اور محترم میاں صاحب کی دعا اور توجہ سے دونوں بھینسیں چوروں کے نرغے سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ بھینسوں کی تلاش سراغ رسانی اور واپسی تک کے تمام اخراجات میاں صاحب نے ادا فرمائے۔ آپ اپنے ذاتی نقصان کی رائی برابر بھی فکر نہ کرتے اور نہ ہی اس کو کوئی اہمیت دیتے جب کہ ایک غریب بے کس کی بھینسوں کے لئے تمام ذرائع استعمال کروائے واقعی آپ نے ہمیشہ خلوص اور ہمدردی سے ''نیویاں نال نبھائی''

آپ کے زرعی فارم کے تمام ملازمین تقریباً غیر از جماعت احباب ہیں جو آپ کو بے حد عزیز اور پیارے تھے آپ کو انکی تکلیف کا بہت احساس تھا آپ کے ملازم مکرم نور محمد صاحب پنجوآنہ اور اس کی برادری کے چند افراد کو مخالفین نے ایک بہت بڑے افسر کی اشیر باد سے ایک جھوٹے مقدمہ میں پکڑوایا۔ حضرت میاں صاحب کی کوشش سے انہیں رہائی نصیب ہوئی۔ جب تک یہ بے گناہ پولیس حراست میں رہے آپ ان کی رہائی کے لئے پریشان رہے۔ دوران حراست وتفتیش انہیں ہر قسم کی سہولت فراہم کرتے رہے۔ حضرت میاں صاحب کا اپنے ملازموں کے ساتھ حسن سلوک کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ آپ کی وفات پر وہ لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے دیکھے گئے۔

غیر از جماعت میں سے جو کوئی ایک دفعہ آپ سے ملاقات کر جاتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ جماعت کے ایک کٹر مخالف کی زبانی جب میں نے حضرت میاں صاحب کی تعریف

سنی تو میں حیران رہ گیا اس نے کہا کہ مخالفت اپنی جگہ پر لیکن میری معلومات کے مطابق وہ صحیح معنوں میں عظیم انسان تھے۔

ہمدردی خلق

انفرادی ہمدردی کے بے شمار واقعات زبان زد عام ہیں جب کبھی بھی کسی مستحق کا معاملہ پیش ہوتا تو آپ فراخ دلی سے اس کی مدد فرماتے ایک دفعہ ایک دوست تشریف لائے جو 9 بچوں کے واحد کفیل تھے۔ آمدنی انتہائی محدود جب کہ بیٹیاں بڑی اور 2 بیٹے چھوٹے تھے اور تقریباً سب کے سب زیر تعلیم تھے اس دوست نے بتایا۔ بڑی بیٹی کے رخصتانہ میں دو یوم باقی ہیں۔ حسب توفیق معمولی تیاری تو کر چکا ہوں لیکن بارات کی مہمان نوازی کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ وہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت میاں صاحب نے ان اخراجات کا انتظام کر کے اس ضرورت مند کی پریشانی دور فرمائی۔ آپ نے چالیس پچاس افراد کی بارات کے اندازے کے برعکس ایک سو افراد کے کھانے کا انتظام کروا دیا۔

آپ کی سخاوت، دلداری، ہمدردی کا یہ رنگ بھی قابل ذکر ہے۔ ایک احمدی خاتون جو انتہائی مخلص لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی ہیں وہ جب کراچی گئیں تو ان کی عدم موجودگی میں چور گھر کا صفایا کر گئے حتیٰ کہ روزمرہ کے پارچات دیگر بنیادی ضروریات کی اشیاء بھی چور لے گئے ان کی آمدنی انتہائی قلیل تھی نقصان کی اطلاع جب حضرت میاں صاحب کو ہوئی تو آپ نے اس وقت کے صدر صاحب عمومی حکیم خورشید احمد صاحب مرحوم کو ارشاد فرمایا کہ محترمہ کی چوری کا سراغ لگوائیں جب کہ ساتھ اس قدر نقد امداد فرمائی کہ جس سے وہ گھر کی بنیادی اشیاء خرید سکے۔ حضرت میاں صاحب کی اس دلداری اور ہمدردی سے اس خوددار مخلص خاتون کی پریشانی اور تکلیف کا ازالہ ہوا۔

غریب لوگوں کی تکلیف پر آپ تڑپ اٹھتے تھے وفات سے چند ماہ قبل کی بات ہے کہ

خاکسار کو بلوایا اور فرمایا کہ میرے علم میں آیا ہے کہ فلاں رکشہ ڈرائیور کو پولیس نے پکڑ لیا ہے۔ فوری رابطہ کر کے تحقیق کریں اگر رکشہ ڈرائیور کا قصور ہوا تو اس کا ہرجانہ یا جو نقصان مدعی کا ہوا ہے اس کی ادائیگی کر دوں گا آپ اس کو رہائی دلوائیں۔ چنانچہ حسب ارشاد تھانہ میں جا کر معاملہ رفع دفع کروا کر ڈرائیور کو رہائی دلوائی گئی۔ اس طرح حضرت میاں صاحب کی ذاتی توجہ اور ہمدردی کے نتیجہ میں اس غریب محنت کش کو رہائی نصیب ہوئی۔

دیانت وتقویٰ

حضرت میاں صاحب بڑے با اصول انسان تھے لیکن دین کے معاملات میں کبھی کوئی بات اخفا میں نہ رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک واقعہ مکرم محمد یوسف صاحب پنجوآنہ کا ہے جو حضرت میاں صاحب کے انتہائی قابل اعتماد آدمی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب نے جب کوئی پرانی مشینری فروخت کرنی ہوتی تو اس کی قیمت کا اندازہ اس طرح لگاتے کہ میں نے فلاں سال خریدی تھی اور اتنے سال میں نے کام لیا۔ قیمت خرید اور اخراجات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا اندازہ کرتے۔ مکرم محمد یوسف صاحب نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے ٹریکٹر فروخت کرنا ہے اس کو فروخت کروا دو۔ اس پر میں نے ٹریکٹر ایک لاکھ پچیس ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ خریدار کاروباری آدمی تھا۔ میں اس کو میاں صاحب کے پاس لایا اور خود اندر جا کر میاں صاحب کے سامنے سوا لاکھ روپے رکھے اور عرض کیا کہ اتنے میں ٹریکٹر فروخت کر دیا ہے۔ میاں صاحب نے رقم کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا آپ نے مہنگا فروخت کیا ہے اس وقت اس کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے۔ عرض کیا خریدار نہ صرف مطمئن ہے بلکہ اس سودا پر خوش ہے۔ فرمایا اس کو بلاؤ جب وہ آ گیا تو اس سے پوچھا کہ تمہیں اس قیمت پر ٹریکٹر پسند ہے اور تسلی کر لی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بالکل مطمئن ہوں میں نے تسلی کر لی ہے۔ پھر حضرت میاں صاحب نے خریدار کے سامنے

محمد یوسف صاحب سے دریافت فرمایا کہ اس ٹریکٹر میں فلاں فلاں خرابی ہے تم نے اس کے بارہ میں انہیں آگاہ کیا ہے۔ عرض کیا نہیں اس پر فرمایا یہ دیانت کے خلاف ہے۔ عرض کیا یہ نقص تو بالکل معمولی ہے۔ آپ نے محمد یوسف صاحب کی دلیل کو رد کرتے ہوئے میز پر پڑی ہوئی رقم میں سے مبلغ دس ہزار روپے اُٹھا کر خریدار کو واپس کر دیئے اس وقت اس کے چہرہ کی کیفیت دیدنی تھی۔ وہ حضرت میاں صاحب کی اس صاف گوئی اور فراخ دلی کے باعث حیران رہ گیا۔ حضرت میاں صاحب کے محتاط رویہ اور بے نیازی کا اس پر گہرا اثر ہوا۔ پھر اس نے حضرت میاں صاحب کو نہایت ادب و احترام سے دعوت دی کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں حضرت میاں صاحب نے اس کی دعوت کا شکریہ ادا کیا۔ خریدار نے جاتے ہوئے محمد یوسف صاحب کو کہا کہ میں نے زندگی بھر ایسا عظیم المرتبت انسان نہیں دیکھا۔ محمد یوسف صاحب نے بتایا کہ میں اس کو الوداع کر کے واپس آیا تو حضرت میاں صاحب وہیں تشریف فرما تھے اور رقم جوں کی توں میز پر پڑی تھی آپ نے اس رقم میں سے مبلغ پندرہ ہزار روپے مجھے دے دیئے اور فرمایا کہ میرے ٹریکٹر کی جو قیمت ہے وہ میں نے لے لی ہے۔ آپ کی اس بے نیازی اور فراخ دلی کی ایسی مثال بہت کم نظر آتی ہے۔

حضرت میاں صاحب کا محمد یوسف صاحب سے یہ سلوک تھا کہ اسے تنخواہ باقاعدگی سے ادا فرماتے اور پھر کئی دفعہ دریافت کرتے کہ تم نے تنخواہ لے لی ہے۔ حضرت میاں صاحب کی شفقت کے ایسے بہت واقعات ہیں جو ہمیشہ ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔



باب پنجم

خوابوں کی باتیں ہیں ہم یادوں کے سائے ہیں

☆ آپ کی یادوں کا گلدستۂ عقیدت

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

☆ آپ کی وفات پر تعزیتی مکتوبات میں سے انتخاب

ڈھونڈا کریں گے ہم تمہیں فصلِ بہار میں

☆ آپ کی یاد میں احمدی شعرا کا منظوم کلام

☆ قرار دادہائے تعزیت

خلافت سے محبت کا نرالا رنگ

مکرم صالح محمد صاحب سابق باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح لکھتے ہیں:-

حضرت صاحبزادہ صاحب کا میرے ساتھ گہرا تعلق تھا خاکسار عملہ حفاظت میں ڈیوٹی دیتا تھا میں جب بھی حضرت میاں صاحب کے پاس گیا اور ضرورت کا ذکر کیا تو آپ نے بڑی دلداری کے ساتھ وہ دیا جو میں نے حضور انور کے عملہ حفاظت کے لئے مانگا۔ اگر تھوڑا مانگا تو توقع سے کہیں زیادہ عطا کیا۔ اگر کبھی یہ کہا کہ میاں صاحب اس قدر خرچ ہو جائے گا تو فرمایا کہ جس کے لئے ہم خرچ کر رہے ہیں اور جو تم مانگ رہے ہو وہ کم ہے۔ ان کے لئے خرچ کرنا ضروری ہے ان کی برکت سے تو اللہ ہمیں دیتا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس قسم کے فکر نہ کریں۔ بلاشبہ آپ بڑے دور اندیش انسان تھے۔

☆ حضرت صاحبزادہ صاحب باپ کی طرح ہم سب سے شفقت کا سلوک فرماتے۔ ایک موقعہ پر دو احمدی بھائیوں میں لین دین کا تنازعہ ہو گیا۔ معاملہ بگڑتا جا رہا تھا جس شخص نے رقم لینی تھی وہ جذباتی بہت تھا۔ آپ دونوں کو پاس بلایا اور ان کی بات سنی اور جس شخص کے ذمہ رقم واجب الادا تھی اسے ادائیگی کا کہا اس شخص نے ایک سال کے اندر ادائیگی کا وعدہ کیا کیونکہ وہ یکمشت اتنی رقم دے نہیں سکتا تھا۔ اس پر آپ نے دوسرے شخص سے کہا کہ تم کل آ کر مجھ سے اپنی رقم لے لینا اور اس طرح آپ نے معاملہ کو سلجھایا اور اپنی دریا دلی اور فراست کی بدولت دو گھرانوں کو تباہی سے بھی بچا لیا۔

☆ حضرت میاں صاحب بہت بہادر اور دور اندیش تھے اور بہت بابرکت وجود تھا۔ میں اپنی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ جب بھی میں اپنی پریشانی لے کر گیا اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت آپ کو بخشی تھی کہ فرماتے کوئی فکر نہ کریں میں ذمہ دار ہوں۔ اور اس طرح لگتا تھا کہ میرا غم انہوں نے اپنے اندر لے لیا ہے۔ جب بھی میں کسی مصیبت کا مارا ان کے پاس گیا تو خدا کے

فضل سے ان کی دعاؤں سے اس وقت اطمینان نصیب ہو جاتا۔ ایک دفعہ رات کے وقت مجھے ایک چٹھی ملی جس نے بہت فکر مند کر دیا۔ ساری رات میں نے درود شریف پڑھنے کی کوشش کی اور میرے منہ سے یہی دعا نکلتی تھی کہ خدایا تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھے اس بدنامی سے بچالے۔ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں حضرت میاں صاحب کے پاس جاؤں اور اپنا قصہ بیان کروں کیونکہ وہ مطالبہ جو مجھ سے کیا جا رہا تھا غلط تھا۔ جب میں حضرت میاں صاحب سے ملا تو فرمایا کہ آپ جائیں اور آرام کریں اور اس بات کو بھول جائیں۔ میں خود ذمہ دار ہوں۔ خدا ان کے درجات بلند کرے اور ان کے لخت جگروں کو وہی خوبیاں عطا کر دے جو ان میں تھیں۔ زیادہ کیا لکھوں اپنی بیماری کی وجہ سے بہت کچھ بھول چکا ہوں۔

❁ محترم نصر اللہ ناصر صاحب لکھتے ہیں:۔

محبت و رأفت اور ہمدردی و شفقت وہ اوصاف ہیں جو شخصی کردار کا حسن ظاہر کرتے ہیں اور جہاں یہ خوبیاں ماحول میں بے تکلفی اور دوستانہ رنگ پیدا کرتی ہیں وہاں یہی صفات دوسروں کے لئے احسان پر منتج ہوتی ہیں۔ اس عاجز کا حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کم و بیش 35 سال تک کسی نہ کسی رنگ میں رابطہ رہا جب آپ نظارت امور عامہ کے فرائض کے علاوہ جلسہ سالانہ کے موقع پر افسر لنگر خانہ نمبر 1 فرائض ادا کرتے تھے تو بہت قریب سے دیکھا۔ مزدوروں اور پکوائی والوں سے کام لینے کا عجیب رنگ تھا قدم قدم پر محبت و شفقت نظر آتی تھی۔ جب روٹی کا سٹاک کم ہونے کی اطلاع ملتی تو نانبائیوں کا مقابلہ کروا دیتے اور اوّل آنے والے نانبائی کو انعام دیتے۔ پچاس پچاس روپے کا انعام۔ جب کہ اس رقم کی بڑی حیثیت تھی۔ ایک گھنٹہ کے مقابلہ میں تندور پر ایک آٹا کی روٹی نکلتی اس طرح کمی پوری ہو جاتی۔ اپنے خدام کے ساتھ بھی ایسی ہی عنایات ہوتیں اور بے تکلفی کا تو رنگ ہی کچھ اور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نوجوان آپ کے اشارے پر چلتے اور وقت، شفٹ یا چھٹی کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ لنگر خانہ میں ڈیوٹی کے دوران ایسی ہی بے تکلفی کا ایک واقعہ اس خادم کے ساتھ بھی گزرا جب آپ مٹی کا

ایک پیالہ پکڑے ہوئے تشریف لائے۔ میری ڈیوٹی دیگوں کی پکوائی پر تھی ارشاد ہوا کہ اس پیالے میں سالن ڈلوا لاؤ۔ سالن کا پیالہ لایا تو فرمایا یہ مجھے دو اور گرم روٹیاں لے آؤ۔ جب روٹیاں لایا تو وہیں بیٹھ گئے اور فرمایا آؤ دونوں مل کر کھاتے ہیں۔ جب بھی یہ 38 سالہ پرانا واقعہ یاد آتا ہے تو آپ کی عظمت اور کریمانہ خلق سامنے آتا ہے یہی وہ خلق مسیحا تھا جو رفقائے مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا۔

آپ کی عنایت و احسانات کا دائرہ بڑا وسیع تھا جو بھی حاجت مند آپ کے پاس پہنچا اس نے یہی سمجھا کہ یہ کریمانہ سلوک خاص اسی کے لئے ہے۔ میرے ساتھ جو ذاتی نوازشات تھیں طبعاً ایک حجاب سا لگتا ہے لیکن میں ان احسانات کا تذکرہ کرنے سے رک بھی نہیں سکتا۔ تین چار بار تو ایسے احسان اس عاجز پر بھی کئے کہ رپورٹ دینے والے دوست نے کہا کہ قواعد تو یہ ہیں کہ ان کا کوئی حق نہیں مگر آپ نے فرمایا کہ کن قواعد کی بات کرتے ہو یہ ضرورت مند ہیں اور جائز ضرورت کی وجہ سے ان کا حق ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مجھ جیسے ادنیٰ خادم پر جو نوازشات کیں انہیں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب سے میری آخری یادگار ملاقات 1997ء کی عیدالفطر پر ہوئی جب خاکسار اپنی اہلیہ صاحبہ محترمہ کے ساتھ عید مبارک کیلئے گیا۔ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ علیل تھیں خواتین اپنی باتوں میں مصروف اور خاکسار حضرت میاں صاحب کے ساتھ محوِ گفتگو۔ پاکستان کے ہر علاقے میں اصلاح و ارشاد ''دعوت الی اللہ'' پر باتیں ہوتی رہیں۔ آپ کا تجزیہ نہایت بصیرت افروز تھا یہ آپ کی بالغ نظری اور دور اندیشی میرے لئے راہنمائی کا موجب تھی۔

اس ملاقات پر ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت گزر گیا مجھے فکر تھی تو اس بات پر کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔ میں نے اجازت کی درخواست کی تو فرمایا نہیں وہ خواتین میں مصروف ہیں جب خود باتیں ختم کر کے آئیں گے تو پھر جانا۔ یہ جملہ سن کر میرے دل پر آپ کی عظمت کس قدر بڑھی اسے بیان نہیں کر سکتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلند سے بلند تر درجات عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام خاص سے نوازے۔ آمین

اپنے بچوں کی طرح پیار

مکرم عبدالغفور صاحب کارکن امور عامہ:۔

میرے گھر بیٹا ہوا میں نے میاں صاحب سے ذکر کیا تو فرمانے لگے زچہ بچہ کی صحت ٹھیک ہے؟ دودھ کا کیا انتظام ہے؟؟ میں نے عرض کیا کہ ایک گائے ہے۔ فرمایا اب تین بچے ہو گئے ہیں دودھ پورا نہ ہوتا ہوگا میں خاموش رہا۔ ڈیرہ سے ایک بھینس مجھے دے دی اور کچھ نقد رقم دے کر فرمایا غذا میں کوتاہی نہ کرنا۔

آنکھ اُٹھا کر اس چہرہ کو دیکھنے کی تاب نہیں

جب آپ ناظر امور عامہ بنے تو ایک دن حضرت میاں صاحب نے مجھے اپنے کمرہ میں بلایا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تم زمیندارہ کام کے واقف ہو میرے بتانے پر فرمایا کہ آج دفتر ٹائم کے بعد میرے ساتھ میرے زرعی رقبہ پر جانا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی وفات کے بعد آپ کا ترکہ بصورت زرعی رقبہ آپ کے سپرد کافی عرصہ رہا جو دو حصوں میں تھا ایک حصہ رقبہ ہائی وے کے ساتھ ربوہ اور احمد نگر کے درمیان میں اور دوسرا حصہ ریلوے لائن سے جانب جنوب دیہہ غلام داڈھٹہ سے ملحق۔ آپ نے یہ دونوں رقبے دکھائے۔ چاہ رام والا جو تقریباً 100 ایکڑ پر مشتمل ہے یہ پٹہ پر چوہدری محمد ابراہیم چیمہ کو حضرت میاں شریف احمد صاحب نے دیا ہوا تھا جو معاہدہ کے مطابق حضرت میاں منصور احمد صاحب نے واپس لے لیا۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہ رقبہ چھوٹے چھوٹے کیاروں میں ناہموار ہے اسے میں کیلا بندی کے مطابق ہموار کروانا چاہتا ہوں کسی ٹریکٹر کا کرایہ پر انتظام کیا جائے ان دنوں اتنی تعداد میں ٹریکٹر نہ ہوتے تھے میں چنیوٹ سے کرایہ پر ٹریکٹر لے آیا اس کے ڈرائیور کا نام شیرا تھا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت میاں صاحب نے اپنا ٹریکٹر خرید لیا۔ ڈرائیور کیلئے میں نے شیرا

سے رابطہ کیا تو وہ بخوشی آ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن میں نے شیرا سے پوچھا کہ جب بھی حضرت میاں صاحب رقبہ پر تشریف لاتے ہیں آپ سے کوئی بات پوچھتے ہیں آپ ہمیشہ نیچی نگاہ سے ہی جواب دیتے ہیں کیا آپ میاں صاحب سے ڈرتے ہیں۔ کہنے لگا مجھے میاں صاحب کا ٹریکٹر چلاتے دو سال سے زائد عرصہ گذر گیا۔ حضرت میاں صاحب میری ہر طرح سے دل جوئی فرماتے ہیں میری ہر ضرورت پوری کرتے ہیں مجھ پر تم لوگوں سے زیادہ مہربان ہیں مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس تمام عرصہ میں آپ کا چہرہ صرف ایک دفعہ دیکھا ہے کہنے لگا مجھ میں یہ تاب نہیں اور میری آنکھوں میں وہ طاقت نہیں کہ میں آپ کے چہرہ کو دیکھ سکوں اور آج تک آپ کے چہرہ کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ شیرا ڈرائیور چنیوٹ کا رہنے والا غیر احمدی دوست ہے۔

دو من گندم اور دے دو......

ایک دفعہ آپ کے ایک ملازم نے گندم کے ڈھیر (بول) سے کچھ گندم رات کو چوری کر لی جس کا مجھے پتہ چل گیا میں نے سرزنش کے طور پر اُسے سزا دی۔ میں اپنے زعم میں بہت خوش تھا کہ میاں صاحب مجھے شاباش دیں گے کہ میں نے چوری پکڑ لی ہے۔ ملازم اپنی بیوی ایک بیوہ ساس کو لے کر میاں صاحب کی کوٹھی پر چلا گیا میں نے سوچا کہ وہ معافی مانگنے گئے ہیں۔ معافی کی صورت میں کچھ محنت میں سے بطور سزا کٹوتی بھی ہوگی۔ شام کے وقت حضرت میاں صاحب کے ساتھ جیپ میں سوار سارا خاندان فارم پر آیا اور میاں صاحب نے مجھے کھیتوں سے بلایا میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ تم نے اسے مارا ہے میں نے کہا جی اس نے گندم چوری کی ہے۔ فرمانے لگے اس کے گھر کھانے کیلئے گندم تھی؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے علم نہیں۔ فرمایا تم ان سے کام لیتے ہو؟ کہا جی۔ فرمانے لگے تو پھر پتہ کس کو ہے تم اس سے معافی مانگو اور اسے ابھی وہ گندم بھی دے دو اور مزید محنت کے علاوہ دو من گندم اسے اور دے دو۔ اگر یہ عادتاً چوری



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ایک تقریب میں

کریں تو ان کو فارغ کر دو اور میرے فارم سے اپنی ضرورت کیلئے جو عمداً نقصان نظر نہ آئے تمہیں سزا دینے کا اختیار نہیں ایسی صورت میں مجھے بتانا۔

ماہر شکاری۔ نماز با جماعت کا التزام

خاکسار نے ایک طویل عرصہ تک حضرت میاں صاحب کے ساتھ شکار کھیلا ہے۔ اس پارٹی میں حضرت میاں صاحب کے علاوہ حضرت مرزا منور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب اور کئی ایک بار مرزا مجید احمد صاحب اور اکثر چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر سابق افسر خزانہ بھی ہوا کرتے تھے۔ دریائے چناب کے بیلا میں فاختاؤں اور تیتر کا شکار ہوا کرتا تھا۔ بیٹ کے دوران اکثر دیکھا کہ میاں صاحب کے سامنے سے بیک وقت دو تیتر اُڑے جو مختلف اطراف میں تھے حضرت میاں صاحب نے الگ الگ فائر سے نشانہ کیا جو شاید ہی کبھی خطا گیا ہو۔ شکار کے دوران میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نمازیں با جماعت ادا نہ کی ہوں۔ آپ کے شکاری جو غیر از جماعت کافی تعداد میں ہوتے تھے ان کے لئے بھی کھانا اس قدر وافر مقدار میں حضرت میاں منور احمد صاحب اور حضرت میاں منصور احمد صاحب تیار کروا کر لاتے تھے کہ کبھی بھی کمی نہ آئی۔

شکار کے دوران میری بارہ بور بندوق کا کندھ (بٹ) ٹوٹ گیا۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ تم بندوق لے کر میرے گھر آ جانا اور مستری سردار احمد صاحب کو بھی بلا لانا دفتر ٹائم کے بعد میں اور مستری سردار احمد میاں صاحب کی کوٹھی پر جاتے رہے اطلاع دینے پر پہلے ہمارے دونوں کے لئے کھانا آ جاتا پھر آپ گول برآمدہ میں تشریف لے آتے۔ تین چار دن کے بعد اپنی نگرانی میں چھید چھاد کر کے اخروٹ کی لکڑی کا بہترین بٹ تیار کروایا۔ بندوق کو ٹیسٹ کرنے کیلئے مجھے حکم دیا کہ میں فارم پر آ جاؤں۔ مجھ سے کئی ایک فائر کروائے اور بعد میں خود کئے میں 5 کارتوس لے کر گیا تھا جاتے ہی فرمانے لگے کارتوس جیپ گاڑی سے نکال لاؤ



تصویر بمقام بیت الفضل لندن



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب آپ کے دائیں طرف مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
اور بائیں طرف مکرم ومحترم مولانا سلطان محمود انور صاحب



اپنے دفتر میں تشریف فرما



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور مکرم برادر مظفر احمد صاحب مرحوم (امریکہ)



حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب کو علم انعامی عطا کرتے ہوئے



لجنہ اماء اللہ پاکستان کے دفاتر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر

جو پورا ڈبہ تھا 10 یا 12 فائروں کے بعد جو باقی بچے وہ بھی مجھے دے دیئے۔

ہمدرد اور سخی وجود

تہاڈا میاں تے بادشاہ......

میری والدہ صاحبہ 1965ء میں بیمار ہوگئیں۔ علاج کے لئے میں لاہور لے گیا۔ ان دنوں میرے مالی حالات مناسب نہ تھے اور صدر انجمن احمدیہ کی تنخواہ -/60 روپے جمع 25 روپے مہنگائی الاؤنس تھی۔ ان حالات میں خاکسار میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا فرمانے لگے صبح تک لاہور نہ جاؤ صبح دفتر آ جانا اکونٹنٹ کو بلا کر فرمایا خواجہ (عبدالحمید) ان کو چھ ماہ کی تنخواہ بطور پیشگی دے دیں۔ اور اس قدر رقم اپنی جیب سے مجھے عطا فرمائی نیز فرمایا گھبرانا نہیں علاج میں کوتاہی نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا والدہ صاحبہ کی وفات پر مجھے بلا کر فرمایا تم نے بہت خدمت کی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے نیز فرمایا تنخواہ پیشگی میں کٹتی رہے گی مگر ہر پہلی کو تم اپنی تنخواہ میری تنخواہ سے لے لیا کرو اور خواجہ صاحب کو بلا کر فرمایا ان کی تنخواہ کے برابر رقم دے کر میرے دستخط لے لیا کرو۔

گندم کی برداشت کے وقت جب کہ گندم کی کٹائی کے بعد تھریشر کی جارہی تھی مزدور کام کر رہے تھے چند دنوں کے بعد میں نے مزدوری کا بل بنا کر دینا چاہا۔ بل میرے ہاتھ میں تھا کہ وہاں ہی نگاہ ڈالی اور فرمایا بل رکھ لو کسی دن مجھے بتانا۔ چند دنوں کے وقفہ سے میں نے ذکر کیا تو خاموش رہے۔ پھر ایک دن تشریف لائے جیب سے رقم نکالی اور مجھے تھمادی۔ میں گننے لگا تو فرمایا رکھ لو مزدوروں کو بھی دے دینا۔ تمام مزدوری کی ادائیگی کے بعد ایک وافر رقم بچ گئی میں نے حاضر ہو کر ابھی یہ کہنا چاہا اور رقم واپس کرنے کے لئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا کہ اتنی رقم زائد ہے غصے میں کہنے لگے میں نے تمہیں کہا ہے یہ رکھ لو۔ میں نے عرض کیا کہ کسی اور خرچ کے لئے رکھ لوں۔ فرمایا تمہیں لڑتی ہے۔ تم خرچ نہیں کر سکتے۔

ایک دفعہ چاول کی فصل کے دوران پنیری کی کمی آ گئی ابھی چار ایکڑ باقی تھے عرض کیا تو فرمانے لگے کہیں سے خرید کرلو۔ دوسرے دن میں نے میاں صاحب سے ذکر کیا کہ غیر احمدی کے پاس ہے اور وہ آپ کے نام پر مفت دینا چاہتا ہے فرمایا وہ چھوٹا اور غریب مزارعہ ہے۔ پنیری لے لو اور اسے میرے پاس لے آؤ میں اُسے میاں صاحب کے پاس لے کر گیا تو آپ نے ایک دو باتوں میں اسے رقم دینے پر آمادہ کرلیا جو رقم دی وہ اصل قیمت سے بھی زائد تھی۔ مجھے وہ کہنے لگا کہ تہاڈا میاں تے بادشاہ اے۔

❁ مکرم خواجہ عبدالشکور صاحب ڈرائیور نظارت علیا جنہیں سفر و حضر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے قریب رہنے کا موقع ملا بیان کرتے ہیں۔

حضرت میاں منصور احمد صاحب کے دل میں ملازمین اور کارکنان کے لئے بڑا احساس تھا مجھے ڈرائیور کے طور پر خدمت کی توفیق ملی اور اکثر یہی بات سامنے آئی کہ جب تک سفر سے واپس نہیں آئے حضرت میاں صاحب فکرمند رہے اور جونہی پہنچتے تو پہلا سوال یہ ہوتا کہ ٹھیک پہنچ گئے ہو خیریت رہی جب آپ پوری رپورٹ لے لیتے تو بڑے اطمینان سے فرماتے کہ اچھا اب جاؤ۔

• ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھ کا آپریشن ہوا اور خاکسار راولپنڈی سے دیگر اہل خانہ کو لے کر واپس آ رہا تھا کہ ڈنگہ کے قریب گاڑی خراب ہوگئی حضرت میاں صاحب کی ہدایت پر گاڑی جہلم لے گیا تا کہ مرمت کروائی جائے۔ رات 11-12 بج گئے۔ جب گاڑی مرمت ہونے پر چپ بورڈ فیکٹری میں مکرم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب کے ہاں پہنچا تو آپ بڑے فکرمند برآمدہ میں ٹہل رہے تھے۔ گاڑی کی مرمت کا بتایا تو مطمئن ہوئے اور ہمارے لئے ہدایت کی کہ کھانا گرم کر کے انہیں دو۔

ایک واقعہ آپ کی ہمدردانہ سوچ کا ہے۔ میری سروس کا آغاز تھا۔ نظارت کی نئی گاڑی میرے پاس تھی۔ بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) سے دورہ کے بعد مکرم مرزا عبدالحق صاحب مکرم

مولانا عبدالمالک خان صاحب اور مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب دورہ کے بعد واپس آ رہے تھے۔ مجھے ہدایت ہوئی کہ انہیں لاہور سے لے کر آنا ہے۔ میں لاہور جا رہا تھا کہ شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے ایک سائیکل سوار جو سامنے کھڑی بس کے آگے سے کراس کر رہا تھا ہماری گاڑی کے ساتھ ٹکرا گیا۔ سائیکل سوار ایک طرف گرا۔ وہ خود تو محفوظ رہا مگر گاڑی کو کچھ نقصان پہنچا۔ میں جب مہمان احباب کو لے کر واپس آیا تو حضرت میاں صاحب کو بتایا کہ بڑا افسوس ہے کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا گاڑی کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ سائیکل والا بچ گیا۔ اسے نقصان تو نہیں پہنچا۔ میں نے بتایا کہ اس کو تو کچھ نہیں ہوا مگر نئی گاڑی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ نئی گاڑی کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوسکتا۔ کوئی بات نہیں شکر کرو آدمی بچ گیا۔

مکرم خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت میاں صاحب کی آخری بیماری کے وقت کا نقشہ مجھے نہیں بھولتا۔ آپ نے بیان کیا جب مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب لندن چلے گئے اور جاتے ہوئے دوسرے ڈاکٹر مکرم منور احمد بٹ صاحب کی ڈیوٹی لگا گئے۔ میں نے اس علالت میں حضرت میاں صاحب جیسا بڑا ہمت والا مضبوط ارادہ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا انسان نہیں پایا۔ جب حضرت میاں صاحب کی تکلیف بڑھ گئی اور روزانہ رات کو آکسیجن لگائی جاتی تھی تو ایک روز میں نے راولپنڈی سے ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب سے مشورہ کا ذکر کیا تو فرمایا ڈاکٹر دوائیاں دے رہے ہیں اللہ پر توکل کرنا چاہئے کسی اور ڈاکٹر کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں جو علاج ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں جب محترمہ بیگم کرنل صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب کو لے کر راولپنڈی گیا تو واپسی پر مکرم نوری صاحب کو لے آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت میاں صاحب کا معائنہ کیا تو سخت فکرمند ہوئے۔ آپ اسی وقت فضل عمر ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے اس موقعہ پر بھی حضرت میاں صاحب بڑے بلند حوصلہ سے تھے اور فرما رہے تھے کہ ہسپتال لے جانے کی کیا ضرورت ہے علاج تو وہی ہے جو یہاں ہو رہا ہے۔

مکرم برکت اللہ علی صاحب کارکن نظارت علیا:-

حضرت میاں صاحب بڑے باہمت تھے اور بڑی عمر کے باوجود مضبوط جسم کے تھے۔ ایک مرتبہ جب چند دن بیمار رہنے کے بعد دفتر تشریف لائے تو دفتر کے کارکن مکرم محمد صدیق خاں صاحب دستخط کروانے کے لئے آپ کے پاس گئے اور کہا کہ میاں صاحب آپ کیسے ہیں کچھ کمزور لگ رہے ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے انہیں کہا کہ کرسی میرے قریب کر کے بیٹھو اپنی کہنی میز پر رکھ کر اپنا ہاتھ کھڑا کیا اور فرمایا زور آزمائی کرو اور میرا ہاتھ میز پر لگاؤ مکرم محمد صدیق خاں صاحب پہلے تو جھجکے پھر پوری کوشش کی مگر آپ کا ہاتھ نیچے نہ لگا سکے اس کے بعد مکرم محمد صدیق خاں صاحب نے اسی طرح ہاتھ کھڑا کیا تو میاں صاحب نے ایک ہی جھٹکے سے اس کا ہاتھ نیچے لگا دیا۔ اس واقعہ سے آپ کا ایک نوجوان سے زور آزمائی کرنا آپ کے باہمت اور بے تکلف ہونا کو ظاہر کرتا ہے۔

دل کے بادشاہ

مکرم محمد بشیر خالد صاحب (ابن مکرم ولی محمد صاحب مرحوم آف گنج مغلپورہ لاہور) حال خلافت لائبریری ربوہ بیان کرتے ہیں۔

1966ء کی بات ہے کہ حضرت میاں صاحب اس وقت ناظر امور عامہ تھے میرے والد صاحب مرحوم نے مالک ٹرانسپورٹ کے خلاف شکایت کی کہ اس نے تین ماہ کی تنخواہ نہیں دی۔ حضرت میاں صاحب نے مالک سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے تین ماہ سے ٹرانسپورٹ سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میں ان کو کیسے تنخواہ دوں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ ولی محمد صاحب آپ کے پاس کتنے عرصہ سے ہیں۔ ٹرانسپورٹر نے بتایا کہ عرصہ اڑھائی تین سال سے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اڑھائی تین سال سے آپ کو یہ فائدہ پہنچا رہے تھے آپ نے انہیں رکھا ہوا تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے

آپ کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اگر نقصان ہوتا تو آپ نہ رکھتے۔ اس لئے اب اگر چند ماہ کا نفع نہیں ہوا تو خود فیصلہ کریں کہ ان کو تنخواہ کیوں نہ دی جائے۔ اس طرح حضرت میاں صاحب کی اعلیٰ بصیرت تھی کہ آپ کی دلیل سے ٹرانسپورٹر قائل ہو گیا اور والد صاحب کا حق دے دیا۔

ایک مرتبہ مجھے اپنے مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں ایک بڑی رقم تیس ہزار کی ضرورت تھی۔ اس کی فوری ادائیگی کے بغیر مجھے کافی نقصان کا خدشہ تھا۔ خاکسار قرضہ کے لئے ناظر صاحب مال خرچ کے پاس گیا انہوں نے بتایا کہ اب تو قرضہ ملنا ناممکن ہے کیونکہ سال کا آخر ہے اور بجٹ ختم ہو چکا ہے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ ناظر صاحب اعلیٰ کے پاس چلے جائیں چنانچہ خاکسار نے میاں صاحب کے سامنے اپنی درخواست پیش کی تو حضرت میاں صاحب نے بھی بجٹ کے ختم ہونے کا ذکر فرمایا مگر میں ضرورت مند تھا تفصیل سے اپنی ضرورت پیش کی کہ رقم کا انتظام نہ ہو سکنے کی صورت میں بہت بڑا نقصان ہوگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے میری درخواست لے کر اس پر گول دائرہ میں فوری لکھا۔ اور اپنے ذاتی حساب سے مطلوبہ رقم دیئے جانے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ آج ہی یہ رقم ادا کی جائے۔ جب تک رقم ادا نہ ہو خزانہ کھلا رہے۔ چنانچہ خاکسار کو اسی روز مطلوبہ رقم مل گئی۔

واپسی قرضہ کے پندرہ سو روپے ماہانہ قسط کی ادائیگی کرنا تھی جو میری آمد کے لحاظ سے زیادہ تھی۔ خاکسار کی درخواست پر مکرم ناظر صاحب مال نے حضرت میاں صاحب کو بتایا کہ یہ پندرہ صد روپے ماہانہ قسط ادا نہیں کر سکیں گے ایک ہزار روپے قسط ادا کرنے پر آمادہ ہیں تو حضرت میاں صاحب نے ازراہ نوازش فرمایا کہ جس طرح وہ ادا کر سکتے ہیں ادا کر دیں۔

خاکسار حضرت میاں صاحب کی ہمدردی اور ضرورت کے وقت حاجت روائی کا یہ واقعہ کبھی نہیں بھول پاتا۔ واقعی آپ دل کے بادشاہ تھے۔

مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب پبلشر اور سابق مینیجر ماہنامہ انصار اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

خاکسار کی ایک کیس C-298 کے سلسلہ میں ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ کی عدالت میں پیشی تھی۔ اسی عدالت میں حضرت صاحبزادہ میاں منصور احمد صاحب اور دیگر چند احباب بھی عدالت میں پیش ہوئے یہ سب احباب ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے عدالت میں حاضر ہوئے۔ جب احباب احاطہ عدالت کے باہر گاڑیوں سے اُترے کوئی دوست ایک ہوٹل سے کرسی اُٹھالائے اور حضرت میاں صاحب سے درخواست کی کہ آپ تشریف رکھیں حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ باقی دوست کھڑے ہیں میں کیوں بیٹھ جاؤں کیا میں کمزور ہوں۔ اس پیشی کے موقع پر سب احباب کی ضمانت ہوگئی اور سب احباب بخیریت واپس آ گئے۔ یہ واقعہ جہاں ہمارے لئے نہایت ہی ایمان افروز ہے وہاں حضرت میاں صاحب کی سیرت کا حسن بھی نکھارتا ہے کہ کس طرح آپ نے دیگر احباب کے ساتھ مساوات کو برقرار رکھا اور اپنی صحت اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا رہنے کو ترجیح دی۔

مکرم پروفیسر منور شمیم صاحب خالد صاحب ربوہ تحریر کرتے ہیں:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی شخصیت بڑی دل آویز تھی آپ بڑے دلیر اور جرأت مند انسان تھے آپ پر بھی اللہ اور رسولؐ کا نام استعمال کرنے کے جرم میں کئی ایک مقدمات قائم کر دیئے گئے تھے ان میں سے ایک شوریٰ کا کیس بھی تھا جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ محترم حضرت مرزا عبدالحق صاحب، محترم میر محمود احمد ناصر صاحب اور خاکسار بھی عدالت میں حاضر ہوئے اس دوران ان بزرگ ساتھیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کا مشاہدہ کرنے کے بے شمار مواقع نصیب ہوئے۔ اس دوران ہم کبھی کبھی گھبراہٹ کا اظہار ضرور کر بیٹھتے لیکن محترم صاحبزادہ صاحب کو کبھی ہلکی سی پریشانی بھی

محسوس نہ ہوئی آپ کا طریق، طرزِ عمل بالکل نارمل اور پُر سکون اور قلبی اطمینان کا حامل نظر آتا تھا اور دوران سفر یا انتظار کی گھڑیوں میں آپ ہنسی اور نفیس مذاق کے ساتھ ماحول کو ہمارے لئے خوشگوار بنا دیتے۔ بہرحال آپ کی شخصیت کی شفقتوں، دعاؤں اور ان کے ثمرات سے آپ کے ساتھ کام کرنے والوں ماتحتوں ماحول میں رہنے والوں جاننے والوں اور نہ جاننے والوں سب کو فیض پہنچانے کا ذریعہ بنتے رہے پھر شیروں کے اس شیر اور بہادر صاحبزادہ صاحب نے قدرت ثانیہ کے تقدس اور مقام خلافت کے وقار کے تحفظ کے لئے واقعی حضور انور کے تاریخی الفاظ میں ایک سونتی ہوئی تلوار کا کردار ادا کیا۔ الحمدللہ

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب انجینیئر، سابق امیر ضلع مظفر گڑھ لکھتے ہیں:۔

حضرت میاں صاحب جماعتی روایات اور بالخصوص قواعد وضوابط کی بہت پابندی کرواتے تھے۔ مجھے تقریباً دومواقع پر امیر ضلع مظفر گڑھ کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا اس دوران مختلف جماعتوں میں بعض امور کو جب آپ تک پہنچایا جاتا تو یہی احساس ہوتا تھا کہ آپ جماعتی روایات اور قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کروانا چاہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں عمدہ نتائج برآمد ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جماعت میں صدر کا انتخاب تھا۔ انتخاب کی رپورٹ آپ کو بھجوادی گئی بعد میں اس جماعت کی طرف سے بعض لوگوں کی انفرادی تحریری شکایت موصول ہوئی جو میں نے اپنی رائے کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھجوادی لیکن آپ نے شکایت کی ذرا برابر بھی پرواہ نہ کی اور جو انتخاب قواعد وضوابط کے مطابق ہوا تھا اسی کی منظوری بھجوائی اور حالات نے بھی یہی ثابت کیا کہ جو کارروائی قواعد کے مطابق ہوئی وہی بابرکت ثابت ہوئی۔

مکرم بشیر احمد شاہد صاحب دارالصدر غربی ربوہ لکھتے ہیں:۔

حضرت میاں صاحب کا مشفقانہ انداز تربیت بڑا ہی مؤثر تھا میں اس وقت بالکل صغر سنی

کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ یہ 1934ء کی بات ہے ہم کچھ بچے مغرب کی نماز کے لئے قادیان میں اپنے محلّہ دارالعلوم کی بیت نور میں گئے۔ نماز شروع ہوئی تو میرے ساتھ کھڑے دو بچے شرارتوں میں لگ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب تشریف لائے اور ان بچوں کو شرارتیں کرتے دیکھ کر ایک بچے کو پیچھے کر کے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو ہم سب بچوں کو خاموشی سے اپنے پاس بلایا اور وہ دو بچے جو آپس میں شرارتیں کر رہے تھے ان کو بڑے پیار سے سمجھایا کہ دیکھیں آپ تو احمدی بچے ہیں مجھے یہ سب کچھ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا ہے مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی اور ساتھ ہی تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں گاہے گاہے یہاں آیا کروں گا جو بچہ اس طرح نماز میں شرارت کرے گا میں اسے پکڑوں گا۔ اس پیار بھرے ارشاد کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ بچوں کو جستجو ہوئی کہ معلوم کریں کہ یہ کون صاحب تھے۔ مجھے آپ کے اس انداز تربیت اور شفقت کی یاد آج تک تازہ ہے۔

حضرت میاں صاحب کا پیارا وجود جو ہمدردی اور شفقت کا منفرد انداز ایک خصوصی جاذبیت اپنے اندر رکھتا تھا اس کا اس ناچیز نے بھی اپنی زندگی میں مشاہدہ کیا تھا جس کا میرے دل و دماغ میں زندگی کے آخری سانس تک گہرا اثر رہے گا۔

اغلباً یہ سن 1966ء کی بات ہے۔ جب خاکسار ربوہ میں شاہد کلاتھ ہاؤس کے نام سے اپنا کاروبار کرتا تھا۔ کوئی صاحب غلط بیانی کر کے مجھ سے اڑھائی تین ہزار روپے کا کپڑا لے گئے لیکن جلد ہی مجھے اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ان صاحب سے رابطہ کیا تو وہ صاف طور پر انکاری ہو گئے کہ میں تو کبھی آپ کی دوکان پر گیا ہی نہیں اور نہ میں نے آپ سے کبھی کوئی چیز خریدی ہے اس پر خاکسار بہت پریشان ہوا اور دعا پر بھی بہت زور دیا لیکن مایوس نہ ہوا۔ چنانچہ میں نے ایک سکیم تیار کر کے کسی طرح سے یہ سارا جائزہ لے لیا کہ جو اشیاء وہ مجھ سے لے کر گئے تھے وہ سب کی سب اسی طرح ان کے گھر میں پڑی ہوئی موجود ہیں۔ لہذا میں نے فوری طور پر حضرت میاں صاحب جو اس وقت ناظر امور عامہ تھے کی خدمت میں یہ سارا معاملہ پیش

کر دیا اور عرض کیا کہ فوری کوئی ٹھوس قدم اُٹھا کر میری مدد فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہیں پوری طرح یقین ہے کہ یہ چیزیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب چیزیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ اس پر آپ نے مجھے بھی یہ تنبیہہ فرمائی کہ اگر برآمد نہ ہو سکیں تو تمہیں اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ میں نے عرض کیا جی مجھے منظور ہے۔

چنانچہ اس پر آپ نے اپنے دفتر کے ایک سینئر کارکن کو بلوا کر اس کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ ابھی جائیں اور اس محلّہ کے صدر صاحب اور ایک معزز دوست کو ساتھ لے کر یہ چیزیں برآمد کریں اور ساتھ ہی مجھے ارشاد فرمایا کہ تم ان سب چیزوں کی لسٹ بنا کر دفتر امور عامہ کو بھی دے دو تا کہ چیزیں ملنے پر چیک کر لی جائیں کہ وہی چیزیں ہیں۔ اس موقعہ پر آپ کا ایک پُر وقار اور جلالی انداز بھی دیکھنے میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تو اخلاقی طور پر انہیں سمجھا کر ان سے یہ چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ دے دیں تو بہتر ورنہ ان کی خانہ تلاشی لے کر یہ چیزیں برآمد کریں اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کا ذمہ دار میں ہوں گا۔

لہذا آپ کی ہدایات پر عمل کر کے وہ سب کی سب چیزیں برآمد کر لی گئیں اور ہم لے کر آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ یہ لمحات عجیب کیفیت کے حامل تھے۔ میں نے اس وقت جو خوشی آپ کے چہرہ پر دیکھی اس سے حیران رہ گیا میں یوں محسوس کر رہا تھا کہ گویا کوئی بہت خوش کن معجزہ پیش آیا ہے جس سے آپ اس قدر خوش ہوئے ہیں۔ نیز مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے جو تمہیں یہ سب چیزیں مل گئی ہیں۔ پھر آپ نے بڑی شفقت بھری نظر سے میری طرف دیکھا اور پھر فرمایا کہ واقعی تم بڑے خوش نصیب ہو۔ جاؤ یہ چیزیں لے جاؤ۔ آئندہ محتاط رہنا۔ (بحوالہ الفضل 6 جنوری 1998ء)

کارکنان سے محبت

مکرم سید طارق محمود احمد صاحب کارکن نظارت علیاء نے بتایا کہ:-

میرے والد مکرم سید نیاز محمد شاہ صاحب 1983ء میں ایک کیس میں گرفتار ہوئے تو پندرہ یوم حوالات میں گزارنے کے بعد ضمانت پر رہا ہو کر آئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ سید نیاز احمد شاہ صاحب حوالات سے آتے ہی سب سے پہلے مجھے ملیں۔ میرے والد صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نہایت شفقت سے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کی جو خواہش ہے بتائیں۔ میرے والد نے عرض کی کہ میرا بیٹا فارغ بیٹھا ہے اس کو ملازم رکھ لیں۔ حضرت میاں صاحب نے وعدہ فرمایا کہ کہیں بھی جگہ خالی ہو تو بتائیں میرے والد صاحب نے عرض کی کہ میرا بیٹا پڑھا ہوا نہیں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ چنانچہ خاکسار کو مددگار کارکن کے طور پر پہلے دارالافتاء میں رکھا اور پھر اپنے پاس دفتر میں رکھ لیا۔

حضرت میاںؒ صاحب جب لندن جلسہ سالانہ سے واپس آئے تو سب کارکنوں کے لئے تحفے لائے۔ جب میں ملا تو بڑی بے تکلفی سے پنجابی میں دریافت کیا کہ تم کو بھی کچھ ملا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کی کہ مجھے جراب کا ایک جوڑا ملا ہے۔ اس پر آپ نے ایک بڑی رقم اپنی جیب سے مجھے عنایت فرمائی۔



”سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں“

☆ آپ کی وفات پر تعزیتی مکتوبات میں سے انتخاب

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں آپ کے وصال پر بیسیوں احباب نے تعزیتی خطوط تحریر کئے جن میں مختلف واقعات اور جذبات کے ذریعے آپ کی مبارک شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ان میں سے بعض خطوط بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

اس طرح دعا کرو جس طرح میرا بندہ منصور دعا کرتا ہے

☆ مکرم ملک محمود احمد صاحب لندن (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کی خدمت میں اپنے مکتوب محررہ 12 / دسمبر 1997ء میں تحریر کرتے ہیں:-

''امسال جلسہ سالانہ سے کچھ ہفتے پہلے میری ملاقات ایک ایسے دوست سے ہوئی جس نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے بارے میں ایک ایسا ایمان افروز واقعہ سنایا جس نے میرے دل میں شدید خواہش پیدا کر دی کہ میں بھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دو تین خصوصی مقاصد کے لئے دعا کی درخواست کروں۔

ایک صاحب نے شدید پریشانی کے عالم میں بار بار دعا کے بعد جب اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ اس کی دعا قبولیت کا شرف کیوں نہیں پا رہی تو اسے خواب میں بتلایا گیا کہ اس طرح دعا کرو جس طرح میرا بندہ منصور دعا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بتا کر خواب کا مضمون بیان کیا۔ حضرت میاں صاحب یہ سن کر کچھ دیر خاموش ہو گئے اور پھر انتہائی انکساری سے سائل کو اپنی عبودیت کے نرالے رنگ سے آگاہ کیا۔ (غالباً اس وعدہ کے ساتھ کہ آپ کا دعا کا مخصوص طریق آگے نہیں بیان کیا جائے گا......) مذکورہ واقعہ سن کر مجھے سب سے پہلا خیال سورہ فجر کی آخری چار آیات کا آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا نہایت محبت سے ذکر کیا ہے اور ان کو جنت کی بشارت دی ہے......

حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی خدمت میں مجھے صرف ایک بار حاضری کا موقعہ ملا تھا

جب ابا جان (مکرم محمد احمد ملک صاحب سابق نائب وکیل تحریک جدید ربوہ۔ ناقل) دل کے حملہ کے باعث فضل عمر ہسپتال میں داخل تھے اور مجھے ایئر پورٹ سے مہمانوں کو لانے کے لئے وین کی ضرورت تھی۔ ڈرتے ڈرتے درخواست لے کر حضرت میاں صاحب کے دفتر میں پیش ہوا۔ کارکن مجھے باہر بٹھا کر درخواست اندر لے گیا اور دو منٹ کے بعد مجھے بھی اندر آنے کا کہا۔ مجھے یاد ہے کہ مجھ جیسا شخص جو کبھی سٹیج پر بھی نہیں گھبراتا، اس روز حضرت میاں صاحب کی ظاہری شخصیت سے اتنا مرعوب تھا کہ زبان گنگ تھی اور دل میں افسوس کہ کیوں درخواست لے کر یہاں چلا آیا۔ لیکن دفتر میں داخل ہوتے ہی حضرت میاں نے نہایت محبت سے بلکہ انتہائی شفقت سے مجھے تفصیل سے بتایا کہ انجمن کی وین فلاں کام کے لئے فلاں جگہ گئی ہوئی ہے اور اگر وہ میرے مطلوبہ وقت سے پہلے آگئی تو ضرور بھجوا دی جائے گی اور یہ کہ اس بارے میں کسی سے رابطہ کروں وغیرہ۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کو تو بعد میں یاد بھی نہیں ہوگا کہ ان کے شفقت آمیز سلوک نے کسی کا دل جیت لیا لیکن خدا گواہ ہے کہ میں کبھی بھی آپ کی اس شفقت کو فراموش نہیں کر سکا کہ کہاں آپ کا مرتبہ اور کہاں میں۔ لیکن آپ کی شفقت تھی کہ مجھے بلا کر سب کچھ بتایا۔ اگر آپ یہ سب نہ کرتے اور میری درخواست پر صرف کارکن کی زبان سے ہی معذرت کہلوا دیتے تو بھی مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا''۔

☆ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب لندن سے اپنے مکتوب گرامی محررہ 15 دسمبر 1997ء میں لکھتے ہیں:-

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت دکھ ہوا۔ میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرماویں۔ صرف اتنا کہوں گا کہ وہ سراپا شفقت تھے۔ لندن سے ربوہ روانگی سے قبل انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا۔ آپ کو بھی یاد ہوگا۔

سیر کی خوب پھرے شاد رہے
باغباں جاتے ہیں ہم، گلشن ترا آباد رہے

اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں بلند سے بلند تر مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆ مکرم اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع راجن پور اپنے نامہ محررہ 13 دسمبر 1997ء میں لکھتے ہیں:-

حضرت میاں صاحب کی وفات پر دل جس طرح دکھی ہوا اس کا اندازہ ہر احمدی دل بخوبی لگا سکتا ہے۔ میرے جیسے عامی کے لئے ان جیسے رفعت کے پیکروں کا ذکر ہی باعث نجات ہے۔ آنمکرم سے مجھے ذاتی طور پر شرف تعارف حاصل تھا اور تین چار مواقع پر جب ان کی خدمت میں پیش ہوا تو جس طرح انہوں نے میری معروضات کو شرف قبولیت سے نوازا وہ ان کے عظیم مقام کی نشان نمائی کرتا تھا۔ حضرت اقدس نے ان کو جس طرح بعض الہامات کا مورد قرار دیا اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کس مقام کا تصور ہو سکتا ہے۔ ان کی روحانیت کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ وہ کئی سال سے مجلس مشاورت کی صدارت فرما رہے تھے۔ ایک سال مجلس مشاورت پر حاضر ہونے کو میرا دل نہ چاہ رہا تھا اور میرا ارادہ مشاورت پر نہ جانے کا تھا۔ اگرچہ بطور امیر ضلع میں اپنی حاضری کی اہمیت کو خوب سمجھتا تھا مگر نفس امارہ مشاورت سے غیر حاضری کے لئے بہانے اور جواز تراش تراش کر مجھے پیش کر رہا تھا کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ مجھ سے مشاورت کے بارے میں کوئی مشورہ فرما رہے ہیں۔ میں نے اس خواب سے یہی نتیجہ نکالا کہ اس طرح سے مجھے حکم دیا جاتا ہے کہ میں مشاورت میں شمولیت کروں چنانچہ میں مشاورت کے موقع پر حاضر ہو گیا۔

☆ لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر محمد علی خان صاحب سی ایم ایچ گوجرانوالہ سے اپنے گرامی نامہ محررہ 15 دسمبر 1997ء میں لکھتے ہیں۔

آپ کے جلیل القدر والا شان والد گرامی کے انتقال سے ہم سب بھی آپ ہی کی طرح دکھی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے درمیان محبت و اخوت کی ایسی بناء ڈالی ہے کہ ہم ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی وفات

ایک بڑا سانحہ ہے اور ساری جماعت کیلئے اور عالمگیر سلسلہ احمدیہ کے لئے ایک بھاری نقصان ہے۔ شاید مجھے اس قدر اس کا احساس نہ ہوتا لیکن ان کی وفات سے تین چار دن قبل خاکسار نے اور خاکسار کی بیگم نے بھی ایسی رؤیا دیکھی جس کی صریح شکل ان کی وفات پر کھلی اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ساری جماعت میں ضرور ان کی وفات کے رؤیا لوگوں کو آئے ہونگے اور یہ کہ یہ واقعہ ملاء اعلیٰ میں ایک اہمیت رکھتا ہے۔

☆ مکرم نور الٰہی صاحب ملک دار الحمد لاہور سے اپنے خط محررہ 15 دسمبر 1997ء میں تحریر کرتے ہیں۔

حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی سیرت کا ایک چھوٹا سا واقعہ جس کا مجھ پر خاص اثر ہے بیان کرنا مقصد ہے۔ جو اس طرح سے ہے کہ حلقہ وحدت کالونی لاہور میں واقع بیت التوحید کی توسیع کے لئے اور پھر اس کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی اجازت کی منظوری حاصل کرنے کی غرض سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا پہلے سے موجود بیت الذکر کے لئے ساڑھے آٹھ مرلے زمین مزید خریدنا تھی۔ درخواست کے ساتھ زبانی بھی عرض کیا۔ منظوری دیتے ہوئے فرمایا آٹھ ایکڑ زمین ہوتی تو کوئی بات بھی تھی۔ اس چھوٹی سی بات سے آپ کی ''وسع مکانک'' کے لئے دلی جذبات کی بھی ترجمانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

☆ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان اپنے گرامی نامہ محررہ 27 دسمبر 1997ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرا اپنا بھی وہی خیال بہت سالوں پہلے سے تھا جس کا ذکر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ کے موقعہ پر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

☆ مکرم محمد احمد انور صاحب جرمنی نزیل قادیان اپنے خط محررہ 19 دسمبر 1997ء میں لکھتے ہیں۔

میرا بحیثیت خدام خاندان حضرت مسیح موعود محترم میاں صاحب مرحوم سے بھی بڑا قریبی تعلق رہا جو میرے ہمیشہ محسن اور مہربان رہے اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ خصوصاً جب ان پر امیر مقامی کی ذمہ داری پڑی تو اپنی خوبیوں میں درگذر، پردہ پوشی، قوت برداشت اور تحمل میں نمایاں تھے۔ دور والے تو کم جانتے ہونگے جن کا قریبی تعلق تھا وہ بہتر جان سکتے ہیں۔

حضرت محترم صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب بھی دسمبر میں ہی فوت ہوئے تھے اور دور دراز سے آنے والے ہزاروں مہمانوں نے آپ کے جنازہ میں شمولیت کی۔ یہ بات مجھے اس وقت یاد آئی جب محترم میاں صاحب کا جنازہ غائب قادیان کے جلسہ کے دوسرے دن بعد نماز جمعہ سینکڑوں احمدیوں نے پڑھا۔

☆ مکرم عبدالسمیع نون صاحب سرگودھا سے اپنے تعزیت نامہ محررہ 15 / دسمبر 1997ء میں رقمطراز ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات جماعتی سانحہ تو ہے ہی میرا ذاتی بھی بہت نقصان ہوا۔ موصوف کے ساتھ 1946ء سے مجھے حضرت استاذی المحترم سیدنا مرزا ناصر احمد صاحب نے متعارف کرایا تھا۔ امیدوار صوبائی اسمبلی حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال تھے۔ اس سلسلہ میں ان دونوں بزرگوں کے ہم رکاب ایک چھوٹی سی کار میں رہتا تھا۔ قادیان کے گردونواح میں ہم نے بہت سفر کئے۔ اس کے بعد تو پھر بہت ہی شفقتوں اور مہربانیوں کا میں مورد رہا۔ میں مسلسل خطوط لکھا کرتا تھا اور باقاعدگی سے جواب سے نوازتے تھے۔ ابھی تو ہلال پور نوناں کی بیت الذکر کو دیکھنے کیلئے آنے کے پروگرام بھی تھے۔ مگر اوّل بیماری اور کمزوری نے اور پھر اجل نے مہلت نہ دی اور ہمارا گاؤں آپ کی برکات سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند سے بلند تر کرتا رہے اور آپ کو ان کی حسنات کا

حقیقی وارث بنائے۔ دل غمگین ہے اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ مگر شکوہ کی کچھ نہیں جا۔ یہ گھر ہی بے بقا ہے۔

☆ مکرم نسیم مہدی صاحب امیر و مربی انچارج کینیڈا اپنے خط محررہ 27/جنوری 1998ء میں لکھتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کی خبر ہم سب پر بجلی بن کر گری۔ حضرت میاں صاحب کا خاکسار کے ابا جان (مولوی احمد خان نسیم صاحب مرحوم) سے جو ذاتی تعلق اور پیار تھا وہ آپ جانتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے اس پیار کو بڑی وفا کے ساتھ ہمارے ساتھ بھی قائم رکھا۔ مجھ ناچیز سے باوجود میری کمزوریوں کے بہت پیار کرتے تھے۔ سوئٹزرلینڈ جب سیر کے لئے آئے تھے تو مجھے ان کی باتیں اب تک یاد ہیں۔ پھر کئی دفعہ لندن میں ملاقات ہوئی۔ ربوہ گیا تو گھر پر اور دفتر میں بڑے پیار سے ملے، عقد ثانی کے موقعہ پر مجھے پیار بھرا تحفہ بھجوایا۔ ایک دفعہ گھر ملنے گیا تو آپ نے بڑے پیار سے مجھ پر عظیم احسان فرمایا۔ ''مولیٰ بس'' والی انگوٹھی مجھے پہنا کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زیر لب دعا کرتے رہے۔ یہ شفقتیں اب کہاں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب کو اپنے پیاروں اور مقربین کے قدموں میں جگہ دے اور آپ کو ان کا ہر معنوں میں جانشین بنائے اور جو عظیم ذمہ داری آپ پر پڑی ہے اس کو احسن رنگ میں بجالانے کی توفیق دے۔ آمین

☆ مکرم ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب۔ آبی جان آئیوری کوسٹ سے اپنے خط محررہ 11 دسمبر 1997ء کو لکھتے ہیں۔

ماموں کی اندوہناک رحلت کی خبر ملی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی آغوش تقرب میں قرار دے۔ آمین۔ پیرانہ سالی میں جواں مردی کی منفرد مثال تھے۔ خدا کرے کہ ان کی مثال سے جماعت فیض

حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر عطا فرمائے۔

☆ محترم مولانا محمد احمد صاحب جلیل سابق مفتی سلسلہ، سابق ناظم دار القضاء اپنے خط محررہ 13 دسمبر 1997ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

جمعہ کے خطبہ میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں صاحب کی وفات کا دکھ بھرے الفاظ میں تذکرہ فرمایا اور الہام عَمَّرَہُ اللّٰہ اور اَمَّرَہُ اللّٰہ علی خلاف التوقع کی تشریح کرتے ہوئے اسے حضرت میاں صاحب پر چسپاں فرمایا۔ جو میری دانست میں صرف حضرت میاں شریف احمد صاحب کی اولاد پر ہی نہیں بلکہ آپ کی اولاد در اولاد پر بھی چسپاں ہو رہا ہے لیکن اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے ابا کی جگہ مقرر کر کے ہمارا غم اور صدمہ آدھا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ منصب آپ کے لئے جماعت کے لئے اور خاندان حضرت اقدس کے لئے خیر و برکت کا موجب کرے۔ آمین

علی خلاف التوقع پہلی دفعہ حضور رحمہ اللہ کے منہ سے سنے ہیں مگر میرے ذاتی تجربہ میں یہ عجیب رنگ میں پورے ہوئے ہیں۔ قادیان میں ہمارا مکان حضرت میاں شریف احمد صاحب کی کوٹھی کے بالکل پاس تھا۔ ہم لوگ ان کے زیر سایہ رہتے تھے۔ اس لئے تینوں بھائیوں سے بے تکلفانہ تعلق تھا۔ اکٹھے کھیلے، اکٹھے (بیت) نور میں نماز پڑھنے جاتے۔

ایک دفعہ میاں منصور احمد صاحب نے ذکر کیا کہ میں نے خدمت دین کے لئے وقف کے لئے اپنے آپ کو حضرت صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا میں تمہیں کیسے لے لوں تمہارا دینی علم کا مطالعہ نہیں۔ اس کے بعد وقت گزرتا گیا۔ آخر وہ وقت آیا کہ جب آپ ناظر امور عامہ اور پھر نظارت علیا کے اہم منصب پر فائز رہے۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے صدر اور امیر مقامی کے طور پر لمبا عرصہ نہایت کامیابی سے ذمہ داری ادا کی۔ حالات اور توقعات کے خلاف آپ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ

☆ مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب اپنے طویل خط موصولہ 14/فروری 1998ء میں لکھتے ہیں۔

آج میرے دل و دماغ میں کئی باتیں حضرت میاں صاحب کے حوالے سے تازہ ہو کر یاد آ رہی ہیں۔ راقم الحروف کے والد صاحب محترم (شیخ محبوب عالم خالد صاحب ناظر مال صدر انجمن احمدیہ) کے ساتھ تو حضرت میاں صاحب سے زمانہ طالب علمی سے ہی خاص تعلق خاطر رہا۔ بطور طالب علم مدرسہ احمدیہ قادیان میں مواخات کے پیارے عمل میں دونوں بھائی بنا دیئے گئے اور خاص تعلق خاطر کی لڑی میں پروئے گئے۔ الحمدللہ۔ ثم الحمدللہ۔ ہر دو نے آخری سانس تک اس تعلق خاطر کا حق ادا کیا۔

راقم کو بھی آپ کے قابل فخر حضرت ابا جان سے ایک خاص نسبت رہی اور یہ خاص تعلق اس طرح قائم ہوا کہ 1990ء کی مجلس مشاورت کے حوالے سے پوری تاریخ سلسلہ میں پہلی بار مقدمات قائم کر دیئے گئے۔ اور صدر مجلس مشاورت اور معاون صدر شوریٰ یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور حضرت مرزا عبدالحق صاحب جن کی عمریں اس وقت بالترتیب 80 سال اور 91 سال تھیں اور مکرم میر محمود احمد ناصر صاحب اور راقم الحروف کو ناقابل تصور الزامات میں ملوث کر دیا گیا۔ اس مقدمہ کے ضمن میں چار پانچ بار درخواست ضمانت کی پیشیاں چنیوٹ کی عدالت میں بھگتائیں لیکن پھر ایک پیشی پر حضرت میاں صاحب اور حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی درخواست ضمانت منظور اور خاکسار اور مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر کی ضمانتیں نامنظور کر دی گئیں۔ نامنظور ہونے والی درخواست پر تو ذرا بھی دکھ یا افسوس نہ ہوا لیکن ہمارے پیارے ہر دو بزرگوں کی درخواست ضمانت منظور ہونے کی بے انتہاء تسلی اور خوشی ہوئی۔

حضرت میاں صاحب پر اور بھی مقدمات قائم ہوئے لیکن دل کی تکلیف کے باوجود آپ

نے شیروں کے شیر کی طرح ہمیشہ جرأت و ہمت سے سب کا سامنا کیا اور کبھی ایک بار بھی آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پیدا نہ ہوئے۔

☆ مکرم ملک محمد احمد صاحب جرمنی سے اپنے خط محررہ 18/دسمبر 1997ء میں لکھتے ہیں۔

میرے والد فضل احمد بٹالوی صاحب، حضرت مسیح موعود کے (رفیق) تھے۔ آپ ملٹری میں ہیڈ کلرک تھے۔ آپ کی تعیناتی مری میں ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے خاص تعلق کی بناء پر آپ کی درخواست پر صاحبزادگان، افراد خاندان حضرت مسیح موعود سیر و تفریح کے لئے ان کے پاس مری میں قیام فرما ہوئے۔ ان میں آپ کے ابا جان بھی تھے۔ میرے والد صاحب نے بارہا یہ ذکر کیا کہ ایک دن کیش بکس کی چابی گم ہو گئی۔ بڑی پریشانی ہوئی حضرت میاں صاحب نے کہا کہ مجھے کوئی چابی اس سائز کی دے دیں اور ریتی دے دیں۔ چند منٹ میں آپ نے اس چابی کو کیش بکس کی اصل چابی کی طرح بنا دیا۔

☆ مکرم چوہدری رکن الدین صاحب مرکزی سیکرٹری خصوصی تحریکات جماعت احمدیہ کراچی اپنے خط محررہ 12/دسمبر 1997ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

میری ملاقات حضرت صاحبزادہ صاحب سے کئی سالوں سے بار بار جماعتی کاموں کے سلسلہ میں ہوتی رہی۔ شروع میں خاکسار کی آپ سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کسی بزرگ کی وساطت سے حاضری دینے کی سعی کی۔ لیکن ایک مرتبہ میں نے کہہ ہی دیا کہ میں جب ربوہ آتا ہوں آپ سے ملاقات کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ آپ بوجہ مصروفیات شاید ملاقات کا موقع نہ دے سکیں۔ آپ نے فرمایا میں تو آپ کو خوب جانتا ہوں۔ آپ بلا تکلف فون کر کے آ جایا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد دفتر یا رہائش گاہ پر اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ آپ کی دعاؤں کو حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا۔ آپ کو بہت ہی بااصول اور مہربان بزرگ پایا۔ اور مجھے یاد ہے کہ ہمیشہ ہماری جماعتی ضرورتوں کو آپ نے منظور فرمایا۔ خواہ وہ ضرورت مالی ہوتی یا

کوئی تجویز ہوتی۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ معاملہ کسی ناظر صاحب کی معرفت پیش کرنا ہوتا اور ناظر صاحب ہماری تجویز سے متفق نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب خاکسار آں مکرم کی خدمت میں پیش ہو کر تجویز رکھتا اور آپ کے مختلف نکات کا جواب دیتا تو آپ ناظر صاحب کی سفارش کے خلاف خاکسار کی تجویز قبول فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

☆ نامور احمدی شاعر اور قلم کار جناب عبید اللہ علیم صاحب نے اپنے مخصوص طرز تحریر میں لکھا۔

حضرت مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصاویر کی نمائش یادوں کی ایک زندہ اور خوبصورت تاریخ ہے۔ ہر تصویر کو ٹھہر ٹھہر اور رک رک کے دیکھا۔ ہر تصویر ایک ایسی کشش اور سیر روحانی کا منظر رکھتی ہے کہ آدمی جب اس منظر میں داخل ہوتا ہے تو لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے اور بے اختیار درد اور دعا کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ اپنے ورثے کو عزت و احترام کے ساتھ رکھنے اور جمع کرنے والوں کے لئے بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



”ڈھونڈا کریں گے ہم تمہیں فصل بہار میں“

☆ آپ کی یاد میں احمدی شعراء کا منظوم کلام

خوئے سلطانی۔شان فقیری بھی ہے

یہ میرا باپ ہے

یہ جو تصویر ہے آپ کے سامنے

یہ میرا باپ ہے

ایک دہقاں ہے یہ

کام کر کر کے ظالم کڑی دھوپ میں

رنگ جھلسا ہوا

پاؤں پہ دھول کپڑے بھی ہیں ملگجے

کھیتی باڑی مشینیں ہیں دو مشغلے

خدمت دیں میں بھی یہ مشغول ہے

یہ میرا باپ ہے

مہرباں ہو تو ہے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی

جوئے رواں

پر غضب میں جو آئے تو آتش فشاں

لیک اک بات ہے

کوئی شکوہ نہیں ہے

شکایت نہیں
دل میں کینہ نہیں
عیب جوئی! نہیں
نکتہ چینی! نہیں
بدگمانی! نہیں
بے یقینی! نہیں
اس میں شفقت بھی ہے
سخت گیری بھی ہے
خوئے سلطانی
شانِ فقیری بھی ہے
حوصلہ بھی ہے اس میں
شجاعت بھی ہے
بے نیازی بھی رنگِ محبت بھی ہے
تمکنت بھی ہے اور خاکساری بھی ہے
وضع داری بھی ہے انکساری بھی ہے
خیر خواہی بھی ہے بہرِ خلقِ خدا

بہرِ دینِ خدا جاں نثاری بھی ہے
عزم اور حوصلے میں تو یہ فرد ہے
آہنی مرد ہے
یہ میرا باپ ہے
کوئی کرتا ہے کیا
یہ نہیں دیکھتا
کوئی کہتا ہے کیا
اس کو پرواہ نہیں
محوِ ماضی نہیں
حال میں مست ہے
بود کا غم نہیں
قائل است ہے
فکرِ فردا نہ فکرِ کم و بیش ہے
مردِ درویش ہے
یہ میرا باپ ہے

(محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ)

الٰہی بشارات کے مصداق ٹھہرے

میرے ابّا

دعا کے کوئی جال یاں بن رہا تھا
کوئی پھول امید کے چن رہا تھا
”زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے“

ابھی تم سے سننی تھیں چاہت کی باتیں
مسیحِ زماں سے محبت کی باتیں
خلافت سے گہری عقیدت کی باتیں
خدا کی، خدا کی جماعت کی باتیں
اُخوت کے قصے مروت کی باتیں
اسیری کی، ذوقِ شہادت کی باتیں

ابھی تم سے کرنی تھیں کتنی ہی باتیں

ابھی کتنے قصے سنانے تھے تم کو
ابھی راز کتنے بتانے تھے تم کو
ابھی کتنے خاکے دکھانے تھے تم کو
لطائف بہت سے سنانے تھے تم کو

مجھے یاد آتی ہیں ماضی کی باتیں

کبھی اپنی بانہوں میں جھولا جھلایا
کبھی پیار سے ساتھ اپنے لگایا
کبھی دے کے تھپکی مجھے دی تسلی
کبھی مسکرا کے مرا دل بڑھایا

تمہی میری ڈھارس بندھاتے رہے ہو
تمہی مان میرا بڑھاتے رہے ہو
کبھی مجھ سے سنتے رہے داستانیں
کبھی اپنی باتیں سناتے رہے ہو

مجھے یاد آتی ہیں کتنی ہی باتیں

تمہیں ایک طرفہ طبیعت ملی تھی
انوکھی، نرالی سی فطرت ملی تھی
خلافِ توقع، ملی عمر تم کو
خلافِ توقع، امارت ملی تھی
الٰہی بشارت کے مصداق ٹھہرے
بفضلِ خدا یہ سعادت ملی تھی
مسیحِ زماں سے محبت تھی تم کو
تو اس کی جماعت کی غیرت بہت تھی
اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھے تم
خلافت سے تم کو عقیدت بہت تھی

ہمیشہ لبوں پہ رہی مسکراہٹ
شگفتہ مزاجی، بشاشت بہت تھی
تھی گہری نظر اور رائے بھی صائب
بفضلِ الٰہی بصیرت بہت تھی
ارادے تھے پختہ امنگیں جواں تھیں
بہت حوصلہ، استقامت بہت تھی
زمانے کا ڈر تھا، نہ دنیا کی لالچ
غناء تھی بہت اور قناعت بہت تھی
کبھی تھک کے راہوں میں ماندہ نہ دیکھا
کہ پیرانہ سالی میں ہمت بہت تھی
نڈر تھے بہت اور بے باک تھے تم
تھی جرأت بہت اور شجاعت بہت تھی
مجھے تھی تمہاری دعاؤں کی حاجت
ابھی تو تمہاری ضرورت بہت تھی

مجھے یاد آتی ہیں کتنی ہی باتیں

سدا بے بسوں کو سہارا دیا پر
کبھی بات کی اور نہ احساں جتایا
کسی سے شکایت نہ کوئی گلہ تھا
خدا ہی تمہاری طلب تھا، صلہ تھا

سبھی پوچھتے ہیں کہ آخر ہوا کیا
کہ یکدم ہی سب سے نگاہیں چرا کر
ہر اک ہاتھ سے ہاتھ اپنا چھڑا کر
چلے کیوں گئے بے گماں، چپکے چپکے
میں اب کیا بتاؤں؟

جواں ہمتی میں کوئی شک نہیں پر
تھا آخر کو دل دردِ ہجراں کا مارا
بہت ہی سنبھالا، سنبھل نہ سکا
رُک گیا یک بیک ناگہاں، چلتے چلتے

(صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)



حرفِ صداقت

جگر کے خون سے ہیں سینچتے اہل نظر اس کو
درختِ عشق میں ہوتا ہے تب جا کر ثمر پیدا
نہیں بے کار جاتی عاشقوں کی رسمِ بربادی
فنا ہو کر نگاہِ یار میں کرتے ہیں گھر پیدا

محبت چیز کیا! رازِ تمنا در تمنا ہے
مقامِ عشق کیا شے ہے! نظر میں ہے نظر پیدا
نظر سورج کی خیرہ جس سے وہ تابِ جبیں ان کی
میرے مہدی کے جلووں سے ہوئی تازہ سحر پیدا

مسیحِ پاک کی شادی ہوئی سیّد گھرانے میں
زِفضلِ ایزدی کیا کیا ہوئے شیریں ثمر پیدا
اُٹھے ہیں باغبانِ دیں عجب اس نسلِ "حارث" سے
زمانے میں کریں گے جو ثمر آور شجر پیدا

بڑھے جاتے ہیں دیوانے سرور وشوق ومستی سے
کہ پھر مہدی کے نغموں سے ہوا ذوقِ سفر پیدا
چلیں کیونکر نہ اسماعیل کے نقشِ قدم پر ہم!
براہیمی دعاؤں سے ہوا تھا یہ نگر پیدا
کسی کے حسن کے جلووں کی ہے ہر آن پیدائی
دگر شے ہے نہ ہو گر آنکھ میں تابِ نظر پیدا

(عبدالسلام اسلامؔ)

مسافر راہ نیاز

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات پر کہے گئے

دے گیا قدسی ہمیں آخر جدائی کا وہ داغ ایک پاکیزہ گھرانے کا حسیں چشم و چراغ
تھا ہمالہ حوصلہ فولاد کے اعصاب تھے وہ یقیناً جرأت و ہمت کی آب و تاب تھے
فیصلہ بروقت کرنے کی بہت قوت تھی پاس ڈگمگا سکتا نہ تھا ان کو کوئی خوف و ہراس
خدمتِ دیں کا عجب رکھتا تھا وہ شوقِ کمال منتظم ایسا کہ سارے لوگ دیں اس کی مثال
سلسلہ کا وہ فدائی تھا الگ انداز کا وہ مسافر تھا عجب راہِ نیاز و ناز کا
سلسلہ کے واسطے بے لوث خادم اس کی ذات خدمتِ دیں اس نے کی پوری توانائی کے ساتھ
وہ سخاوت جو ہے طرہ خاندانِ پاک کا اس سخاوت کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھا
تھا ''خلافت'' کے لئے غیرت کا وہ کوہِ گراں انکساری کا اطاعت کا وہ بحرِ بیکراں

(عبدالکریم قدسی)



بادِ وفا جو گلشنِ منصور تک گئی خوشبو اطاعتوں کی بڑی دور تک گئی
خوشنودیءِ امام کی اس کو ملی سَنَد رائے جوان کی وقت کے مامور تک گئی
جو بات آنسوؤں سے چھڑی ان کی بزم میں وہ جرأتوں کی مانگ کے سندور تک گئی
دریائے التفات، سمندر میں مل گیا خوشبو تھی جو کہ چشمۂ کافور تک گئی

(عبدالکریم قدسی)

باصفا، باوفا و باتدبیر

ایک عالم کا آفتاب گیا سرخرو اور کامیاب گیا
ہجر والوں کا باوفا ساتھی عزم کا ایک اور باب گیا
صبر و ہمت کا ایک کوہِ گراں وہ شجاعت کی آب و تاب گیا
باصفا، باوفا و باتدبیر دُرِّ یکتا و لاجواب گیا
''عَمَرَہٗ'' کا وہ نشاں پا کر بادشاہ تمکنت مآب گیا
آپ بیٹھیں یہاں پہ ہم تو چلے مثلِ ہارون اک شہاب گیا
بن کے اعجاز پا کے عمر طویل مسکراتا ہوا حباب گیا

بن گیا عزم دردِ دل طاہر
شمس روشن ہے ماہتاب گیا

(طاہر عارف)

ہر گام پر مظفر و منصور تو رہا

غیبت میں ان کی تو رہا نائب امام کا
مرجع رہا تو شہر میں ہر خاص و عام کا

فقر و غنیٰ ترے ہمیں روکے رہے ہمیش
حق ہو سکا ادا نہ ترے احترام کا

تھی زندگی بزرگی و زندہ دلی کے ساتھ
باتیں تیری نمونہ تھیں حسن کلام کا

ہر گام پر مظفر و منصور تو رہا
ہاں خوب حق ادا کیا منصور نام کا

ہر معرکے میں شیر کی مانند بے خطر
جرنیل تھا تو اپنے امامِ ہمام کا

تو انتظارِ یار میں دن بھر کھڑا رہا
دن چھپ گیا اور آ گیا یہ وقت شام کا

مل کر بھی تجھ سے ملنے کی حسرت نہیں گئی
پہنچے تجھے سلام اس احقر غلام کا

دیدار کرنے آئی ہے مخلوق کس قدر
محبوب ہے تو کتنے بڑے اژدہام کا

اک منتظم پہاڑ سا گو اُٹھ گیا ظفرؔ!
ضامن خدائے پاک ہے اس انتظام کا

پردیس میں یہ صدمہ عظمیٰ امامِ من!
تھامے تجھے پیار خدائے انام کا

(ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر مرحوم)

قرار دادہائے تعزیت

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات پر سینکڑوں ہزاروں افراد نے جہاں فرداً فرداً آپ کی تعزیت کیلئے آپ کے لواحقین اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں خط لکھے وہاں مرکزی انجمنوں، ذیلی تنظیموں اور اندرون و بیرون ملک جماعت ہائے احمدیہ نے اجتماعی طور پر قراردادوں کے ذریعہ بھی اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔ ان میں سے جو الفضل میں شائع ہوئی ہیں ان کی صرف فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ البتہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قرارداد کا مکمل متن پیش ہے۔

نمبر	جماعت / تنظیم	حوالہ
1-	صدر انجمن احمدیہ پاکستان	الفضل 30 دسمبر 1997ء صفحہ 2
2-	مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ	الفضل 31 دسمبر 1997ء صفحہ 2
3-	مجلس انصار اللہ پاکستان	الفضل یکم جنوری 1998ء صفحہ 2
4-	مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان	الفضل 2 جنوری 1998ء صفحہ 2
5-	لجنہ اماء اللہ پاکستان	الفضل 7 جنوری 1998 صفحہ 2
6-	لوکل انجمن احمدیہ ربوہ	الفضل 27 دسمبر 1997ء صفحہ 2
7-	لجنہ اماء اللہ ربوہ	الفضل 3 جنوری 1998 صفحہ 2
8-	جماعت احمدیہ برطانیہ	الفضل 29 دسمبر 1997ء صفحہ 2
9-	جماعت احمدیہ جارجیا امریکہ	الفضل 9 جنوری 1998 صفحہ 2
10-	امرائے اضلاع صوبہ پنجاب	الفضل 12 جنوری 1998 صفحہ 2
11-	جماعت احمدیہ لاہور	الفضل 16 جنوری 1998 صفحہ 2
12-	جماعت احمدیہ اسلام آباد	الفضل 17 جنوری 1998 صفحہ 2
13-	جماعت احمدیہ راولپنڈی	الفضل 17 جنوری 1998 صفحہ 2

-14	لجنہ اماء اللہ برطانیہ	الفضل 6 فروری 1998 صفحہ 2
-15	جماعت احمدیہ ضلع بہاولنگر	الفضل 6 فروری 1998 صفحہ 2
-16	مریم پرائمری سکول گھٹیالیاں	الفضل 6 فروری 1998 صفحہ 2
-17	مجلس انصاراللہ ضلع لاہور	الفضل 6 فروری 1998 صفحہ 2
-18	جماعت احمدیہ جرمنی	الفضل 7 فروری 1998 صفحہ 2
-19	جماعت احمدیہ چاہ احمدیانوالہ ضلع ملتان	الفضل 7 فروری 1998 صفحہ 2
-20	جماعت احمدیہ دولیاہ جٹاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر	الفضل 7 فروری 1998 صفحہ 2
-21	صدر انجمن۔ تحریک جدید و وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان	الفضل 9 فروری 1998 صفحہ 2
-22	جماعت احمدیہ برزبن کوئنز لینڈ آسٹریلیا	الفضل 10 فروری 1998 صفحہ 2
-23	جماعت احمدیہ کشمیر۔ بھارت	الفضل 10 فروری 1998 صفحہ 2
-24	جماعت احمدیہ آسنور کشمیر۔ بھارت	الفضل 8 جنوری 1998 صفحہ 2
-25	مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد	الفضل 10 جنوری 1998ء صفحہ 2
-26	مجلس عاملہ ضلع خوشاب	الفضل 10 جنوری 1998 صفحہ 2
-27	جماعت احمدیہ شہرو ضلع بہاولپور	الفضل 10 جنوری 1998 صفحہ 2
-28	جماعت ضلع ڈیرہ غازیخان	الفضل 10 جنوری 1998 صفحہ 2
-29	جماعت ضلع جہلم	الفضل 10 جنوری 1998 صفحہ 2
30	مجلس کارپرداز ربوہ	الفضل 16 جنوری 1998 صفحہ 2
-31	مریم سکول ربوہ	الفضل 16 جنوری 1998 صفحہ 2
-32	الصادق ماڈرن نرسری سکول ربوہ	الفضل 16 جنوری 1998 صفحہ 2
-33	جماعت احمدیہ داتہ ضلع مانسہرہ	الفضل 20 جنوری 1998ء
-34	جماعت احمدیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور	الفضل 20 جنوری 1998ء

-35	مجلس انصاراللہ اسلام آباد شرقی	الفضل 20 جنوری 1998ء
-36	جماعت احمدیہ شاہ تاج شوگر ملز	الفضل 21 جنوری 1998ء
-37	بار ایسوسی ایشن ربوہ	الفضل 20 جنوری 1998ء
-38	مجلس انصاراللہ ضلع سیالکوٹ	الفضل 20 جنوری 1998ء
-39	جماعت احمدیہ واہ کینٹ	الفضل 23 جنوری 1998ء
-40	مجلس انصاراللہ عزیز آباد کراچی	الفضل 23 جنوری 1998ء
-41	مجلس انصاراللہ دارالحمد فیصل آباد	الفضل 23 جنوری 1998ء
-42	مجلس نابینا ربوہ	الفضل 23 جنوری 1998ء
-43	جماعت احمدیہ مریدکے	الفضل 24 جنوری 1998ء
-44	جماعت احمدیہ چک 52/2-L ضلع اوکاڑہ	الفضل 24 جنوری 1998ء
-45	احمدیہ ہومیو پیتھک میڈیکل ایسوسی ایشن ربوہ	الفضل 31 جنوری 1998ء
-46	جماعت احمدیہ بیداد پور ورکاں ضلع شیخوپورہ	الفضل 31 جنوری 1998ء
-47	مجلس انصاراللہ سرگودھا	الفضل 31 جنوری 1998ء
-48	مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد	الفضل 31 جنوری 1998ء
-49	جماعت احمدیہ شہرو ضلع فیصل آباد	الفضل 4 فروری 1998ء
-50	جماعت احمدیہ بورے والا	الفضل 4 فروری 1998ء

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قرار دادِ تعزیت

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا یہ خصوصی اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد امیر مقامی ربوہ، صدر و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی وفات پر صمیم قلب سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات جماعت احمدیہ عالمگیر خاص طور پر جماعت احمدیہ پاکستان کے لئے ایک عظیم صدمہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک درخشندہ فرد ہونے کا شرف بخشا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مرزا شریف احمد کے فرزند اکبر اور حضرت نواب محمد علی خان کے نواسے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے والی خبروں سے حصہ پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل عمر دی اور پھر جوانی سے وفات تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بھرپور خدمات سرانجام دینے کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے جماعت کی ذیلی تنظیموں، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ میں مختلف عہدوں پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور پھر 1962ء سے لے کر 10 دسمبر 1997ء روز وفات تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشینوں کی راہنمائی میں پورے پینتیس سال صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے مختلف شعبوں میں اپنی زندگی کے شب و روز اپنی جملہ صلاحیتوں کے ساتھ وقف رکھے۔ آپ کی ذات اس لحاظ سے منفرد ہے کہ آپ کو بار بار حضرت خلیفۃ المسیح کی مرکز سے غیر موجودگی میں امیر مقامی بننے کا شرف حاصل ہوا اور اپنی زندگی کے آخری تیرہ سال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد مسلسل امیر مقامی کے منصب پر فائز رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح کی غیر موجودگی میں نیابت کا یہ نازک عہد بکمال خوبی سے نبھایا۔

خلافت احمدیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی، وفا اور اطاعت بے مثال تھی۔ نہ صرف خود بلکہ

اپنے رفقاء کار کو بھی ہمیشہ اس امر کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ امامت کی اطاعت کا جو مثالی نمونہ آپ کے کردار میں ہم نے دیکھا ہے وہ ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے۔

آپ عالی ظرف، جرات مند اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ نہایت نامساعد اور مشکل حالات میں بھی نہایت ہمت اور دلیری کے ساتھ فیصلے فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور رضاء الٰہی پر راضی رہنا آپ کی سیرت کی نمایاں خصوصیات تھیں۔

اپنے ساتھ کام کرنے والوں کا بہت احترام فرماتے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے نہایت پیار اور حکمت کے ساتھ انہیں ان کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں مستعد رکھتے تھے۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک فرماتے۔ ہم جملہ ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب، (حضرت) صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب اور دختر کرام صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ اور صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اور جملہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نیک نمونہ آپ کی قائم کردہ درخشاں روایات کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل 30 دسمبر 1997ء)



نام کتاب:............... حیاتِ منصورؒ

تاریخ طبع:.............. مئی 2004ء

ٹائیل:.............. شیخ خالد محمود پانی پتی

ناشر:................ عزیز احمد

کمپوزنگ:.............. مقصود اظہر گوندل

مطبع:................ شیخ طارق محمود پانی پتی

بلیک ایرو پرنٹرز۔ لاہور